سلسلۂ دار المصنفین

نمبر ۱۲

سیرت عمر بن عبد العزیز

یعنی

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے مفصل سوانح زندگی، اور اُنکے

عہد حکومت کے مجددانہ کارنامے

مؤلفہ

مولانا عبد السلام ندوی

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی

مطبع معارف اعظم گڈھ مین چھپی

۱۳۳۸ھ

سنہ ۱۹۱۹ء

فہرست سیرۃ عمر بن عبدالعزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

دنیا مین جن لوگون نے انقلابات پیدا کئے ہین انکا روشن ترین کارنامہ صرف یہ خیال کیاجاتاہی کہ اُنھون نے دنیا کی ترقی کا ایک قدم اور آگے بڑھا دیاہی یہی وجہ ہے کہ جب ہم فرمانروایان اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہین تو اُنکے پر عظمت کارنامون مین ہماری نگاہ صرف اس پر پڑتی ہو کہ اُنکے عہد سے پہلے دنیا کا قدم کس نقطہ پر تھا، اور اُنھون نے اُسکو کس مرکز پر پہونچادیا۔

چنانچہ مولانائے مرحوم نے رائل ہیروز آف اسلام کا سلسلہ شروع کیا تو اسی خصوصیت کو پیش نظر رکھکر اُنھون نے مختلف سلسلے کے حسب ذیل فرمان رواؤن کا انتخاب کیا،

خلفائے راشدین،	حضرت عمر رض
بنو امیہ	ولید بن عبد الملک
عباسیہ	مامون الرشید
بنو امیہ اندلس	عبد الرحمٰن ناصر
بنو حمدان،	سیف الدولہ
سلجوقیہ	ملک شاہ
نوریہ	نور الدین محمود زنگی
ایوبیہ	سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس
موحدین اندلس	یعقوب ابن یوسف
ترکان روم	سلطان اعظم

لیکن اس باب مین اسلام کی تاریخ تمام دنیا کی تاریخون سے مختلف ہی، اسلام کا روشن ترین
زمانہ صرف وہ ہے جو رسول اللہ صلعم کی بعثت سے شروع ہوا اور خلافت راشدہ تک پہونچکر ختم ہوگیا،
اسلیئے خلفائے اسلام کا قابل فخر کارنامہ یہ نہین ہی، کہ اُنھون نے دنیا کو اوس نقطۂ نورانی سے آگے بڑھایا، بلکہ
اُنکا حقیقی شرف یہ ہے کہ اُنھون نے زمانہ کو اسقدر پیچھے ہٹایا کہ وہ عہد صحابہ سے جا کر مل گیا،
خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کا دور حکومت شروع ہوا جس مین بڑے بڑے،
فرمان روا گذرے، عبد الملک نے ۲۱ سال تک حکومت کی، اور اس سلطنت کی بنیاد کو مستحکم کر دیا،
ولید نے اس کثرت سے فتوحات کین اور اس کثرت سے عمارتین تعمیر کرائین کہ تمام دنیا اسلامی،
تمدن کا تماشا گاہ بن گئی،
لیکن ان مین صرف حضرت عمر بن عبد العزیز ایک ایسے شخص ہین جنھون نے زمانے کی باگ
پھیر کر اسکو عہد صحابہ سے ملا دیا، اسلیئے محدثین نے انکو مجددان اسلام مین شمار کیا ہی، اور اُنکے فضائل و،
مناقب مین کتابین لکھی ہین، محدث ابن جوزی نے اُنکے حالات مین ایک مستقل کتاب لکھی ہے،
جسکا نام سیرت عمر بن عبد العزیز ہے، ابن سعد نے طبقات مین انکا مفصل تذکرہ کیا ہے، عبد اللہ بن
عبد الحکم نے جو مصر کے سب سے بڑے محدث اور امام شافعی کے دوست ہین، اُنکے فضائل مین ایک کتاب
تصنیف کی ہی[1]، عبد الملک بن حبیب بن سلیمان نے ایک کتاب مین اُنکے فضائل جمع کیئے ہین[2]،
انکے علاوہ اسلام کی جو سیاسی تاریخین لکھی گئین ہین، اُن مین بھی انکے دور حکومت کی اس
خصوصیت کو خاص طور پر نمایان کیا گیا ہے، اور اسی بنا پر ہم نے ولید کو چھوڑ کر انکو اس خاندان
کا ہیرو قرار دیا ہے،

[1] الدیباج المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذہب صفحہ ۱۳۲،

[2] ،، صفحہ ۱۵۵،

محدثین نے اُنکے حالات مین جو کتابین لکھی تھین اُنمین ابن عبد الحکم اور عبد الملک کی کتابین ناپید ہین، البتہ محدث ابن جوزی کی کتاب کو یورپ اور مصر دونون نے چھاپ کر شائع کر دیا ہے، اور طبقات ابن سعد کی تمام جلدین بھی ہمارے سامنے آگئی ہین، لیکن اردو مین جنلوگون نے اُنکے حالات لکھے ہین انھون نے صرف سیاسی تاریخون کو پیش نظر رکھا ہے، اور ان دونون کتابون سے مطلق فائدہ نہین اُٹھایا ہے، حالانکہ اُنکے اخلاق و عادات، فضائل و مناقب، اور مجددانہ کارنامون کا اصلی ذخیرہ انہی کتابون مین مل سکتا ہے اسلیے ہم نے اور کتابون کے ساتھ ان دونون کتابون کو خصوصیت کے ساتھ اپنی تصنیف کا ماخذ قرار دیا ہے،

ہماری زبان مین حضرت عمر بن عبد العزیز کی متعدد سوانح عمریان لکھی گئی ہین، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان مرقعون مین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی تصویر کے اصلی خط و خال نمایان نہین ہو سکتے، اسلئے انکے شایان شان ایک دوسری تصنیف کی ضرورت تھی، اور اسی ضرورت نے مجھکو اس کتاب کے لکھنے پر مجبور کیا و ما توفیقی علیہ الا باللہ

عبد السلام ندوی

دار المصنفین اعظم گڈھ

دیباچہ

خلافت بنو امیّہ

اسلام سے پہلے تمام عرب کی طاقت کا مرکز قریش کا قبیلہ تھا، لیکن قریش کے بھی مختلف ٹکڑے ہوگئے تھے، جن مین بنو ہاشم اور بنو امیہ سب مین ممتاز تھے، رسول اللہ صلعم کی بعثت سے اگرچہ بنو ہاشم علانیہ اپنے حریف بنو امیہ سے ممتاز ہوگئے، لیکن زمانہ جاہلیت مین جمعیت اور ملکی اقتدار کے لحاظ سے بنو امیہ کا پلہ بھاری تھا،

رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد جب خلافت کا سوال پیدا ہوا تو دعوی خلافت مین صرف بنو ہاشم نے حصہ لیا، بنو امیہ اس سے بالکل الگ رہے، حضرت عمرؓ کے بعد اگرچہ حضرت عثمانؓ جو اموی تھے خلیفہ مقرر ہوگئے، لیکن یہ خود خاندان بنو امیہ کی ذاتی کوششون کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ خود حضرت عمرؓ نے جن چھ اشخاص کو خلافت کیلئے انتخاب کیا تھا اُنمین وہ بھی داخل تھے، اور جب اس نزاع کو طے کرنے کیلئے حضرت عبد الرحمان بن عوف ثالث مقرر ہوئے تو اُنھون نے حضرت عثمان ہی کا انتخاب کیا، اور اس فیصلہ پر خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی راضی ہوگئے،

خاندان بنو امیہ مین حضرت امیر معاویہ پہلے شخص ہین جنھون نے خود اپنی قوت بازو سے شام مین مستقل حکومت قائم کی، اور اخیر مین اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا اور تمام عرب سے اُسکے ہاتھ پر بیعت لی، اسلئے خاندان بنو امیہ کی سیاسی تاریخ درحقیقت امیر معاویہؓ کے عہد سے شروع ہوتی ہی، لیکن حضرت امیر معاویہ نے جو حکومت قائم کی تھی اُسنے بہت کم عمر پائی، یزید اُنکا جانشین ہوا تھا، لیکن اُسکی

وفات کے بعد ہی حضرت عبد اللہ ابن زبیر نے مستقل طور پر دعوئے خلافت کیا، اور شام و مصر کے سوا
تمام دنیائے اسلام اُنکے قبضہ اقتدار مین آگئی، شام و مصر کے لوگون نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر بیعت
کی تھی لیکن چند ہی دنون کے بعد معاویہ کا انتقال ہو گیا اور اُس نے اپنی نیک نفسی سے کسی کو اپنا
جانشین نہین بنایا، اب یہ دونون ملک بھی گویا حضرت عبد اللہ ابن زبیر کے حلقہ اطاعت مین داخل
ہوگئے، اور بنو امیہ کا نام گویا صفحہ ہستی سے مٹ گیا، کہ دفعتہً بنو امیہ کی سیاسی تاریخ کا دوسرا دور
شروع ہوا، جو پہلے سے زیادہ پر عظمت، زیادہ وسیع اور زیادہ شاندار تھا، یعنی حضرت عبد اللہ بن زبیر
ہی کے زمانے مین خاندان بنو امیہ مین سے مروانی خاندان نے خلافت کیلئے دوبارہ کوشش کی
اور مروان بن حکم نے بغاوت کر کے شام و مصر پر قبضہ کر لیا، لیکن اُسنے اسقدر کم زمانہ پایا کہ اُسکے
عہد مین اس خاندان کو سیاسی استقلال حاصل نہ ہو سکا، مروان کے بعد اُسکے بیٹے عبد الملک نے
مروانی حکومت کا اصلی ڈھانچہ قائم کیا اور مستقل ۲۱ برس تک سلطنت کی، جس مین سات آٹھ سال
اگرچہ حضرت عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ خانہ جنگی مین صرف ہوئے لیکن ۱۳-۱۴ سال تک اُس نے
نہایت اطمینان کے ساتھ تمام دنیائے اسلام پر تنہا حکومت کی،

حضرت عمر بن عبد العزیز جنکے حالات ہم لکھ رہے ہین اسی عبد الملک کے بھتیجے تھے، اگرچہ
اُنکے زمانے تک خلافت کی جو ترتیب چلی آرہی تھی اُسکے لحاظ سے وہ اُسکے مستحق نہ تھے تاہم انھون نے
اپنے طرز عمل سے اپنا استحقاق قائم کر لیا، مروج الذہب مسعودی مین ہی،

اخذ عمر بن عبد العزیز الخلافۃ بغیر حقہا ولا بالاستحقاق ثم استحقہا بالعدل حین اخذ ھا،	حضرت عمر بن عبد العزیز بغیر استحقاق کے خلیفہ مقرر ہوئے لیکن خلیفہ ہونیکے بعد عدل و انصاف کی بنا پر اُسکے مستحق ہو گئے،

تاریخ اسلام مین اُن کا دور حکومت اس لحاظ سے خاص طور پر ممتاز ہے کہ انھون نے

خلافت راشدہ کے نظم ونسق کو دوبارہ قائم کیا، اور اُنکے عہد مین تمام دنیا کو ایک بار پھر عہد صحابہ کی خصوصیات نظر آگئین، چنانچہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہین،

وتوسطهم عمر بن عبد العزيز فنزع الى طريقة الخلفاء الاربعة والصحابة جهده،

حضرت عمر بن عبد العزیز مروانی سلسلہ کی درمیانی کڑی تھے اُنھون نے اپنی تمام توجہ خلفائے راشدین اور صحابہ کے طریقے کی طرف مبذول کی۔

بنو امیہ کا رقبہ حکومت

حضرت عمر بن عبد العزیز نے جس ملک پر حکومت کی وہ خوش قسمتی سے نہایت وسیع ملک تھا، اسلئے اُنھون نے جس کشادہ دلی کے ساتھ ملک کو ہر قسم کی خیر وبرکت سے لبریز کرنا چاہا، اسی وسعت کے ساتھ اُنکے اثر کو پھیلنے کا موقع ملا،

تاریخ اسلام مین بنو امیہ اور عباسیہ باہم حریف مقابل ہین، لیکن بنو امیہ کو نہ صرف عباسیہ پر بلکہ تمام فرمانروایان اسلام پر یہ فضیلت حاصل ہی کہ اُنھون نے اسلامی حدود حکومت کو اپنے زور بازو سے اس قدر وسیع کر دیا کہ تاریخ مین اُسکی نظیر نہین مل سکتی، خلفائے راشدین کے زمانہ تک صرف عرب، شام، مصر اور ایران اسلام کے حدود حکومت مین داخل تھے، لیکن خلفائے بنو امیہ نے اپنے دور حکومت مین اس نقطہ کو دائرہ اور اس حباب کو دریا بنا دیا، اُنھون نے ایک طرف تو افریقیہ اور مغرب کے تمام شہرونکو فتح کر کے اندلس کو اسلامی یادگارونکا سب سے بڑا مرکز بنا دیا، دوسری طرف مشرق مین سندھ، کابل اور فرغانہ کو فتح کر کے سرزمین چین مین اپنا جھنڈا نصب کیا، روم کی طرف بڑھے تو قسطنطنیہ کی چہار دیواری تک پہونچکر دم لیا، جزائر مین قبرص، اقریطش (کریٹ) اور روڈس وغیرہ کو فتح کیا، غرض مشرق، مغرب جنوب، شمال، عرب عجم، ترک وتاتار، چینی، اور ہندی تمام قومون نے اُنکے آگے سر جھکایا، اور تمام ممالک اُن کے زیر نگین ہوئے،

حکومت بنو امیہ کا رقبہ اندلس کے آخری گوشون سے لیکر سندھ تک پہنچا تھا اور ادھر بلاد روم

سے شروع ہو کر چین کی دیواروں تک ختم ہوتا تھا، اور اسطرح گویا اسوقت دمشق کا پایۂ خلافت افریقہ اور ایشیا مین برّہائے اعظم کا مرکز تھا، (تفصیل نقشہ سے معلوم ہوگی) حضرت عمر بن عبد العزیز نے اگرچہ فاتحانہ حیثیت سے اس رقبۂ حکومت کو وسیع نہین کیا تاہم اسکو عدل و انصاف سے معمور کر دیا، اور یہی ایک فرمان روا کا سب سے بڑا کارنامہ ہے،
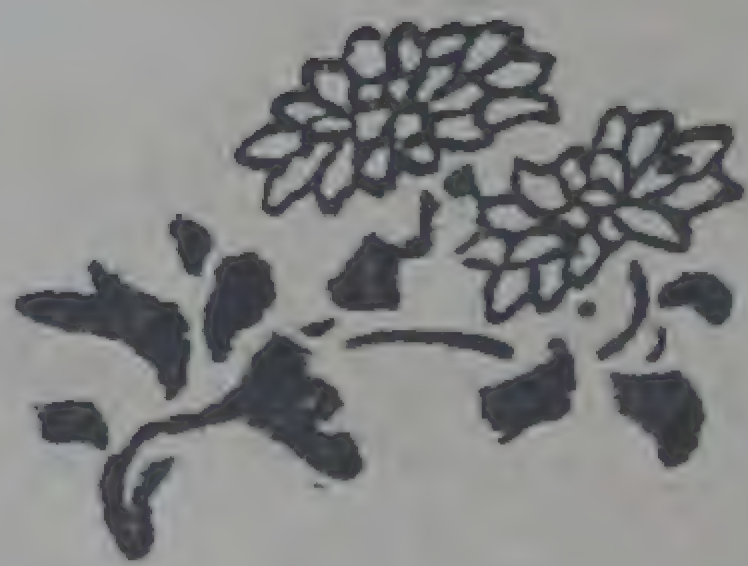
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

نسب اور خاندان

ابوحفص، کنیت اور عمر نام تھا، باپ کا نام عبدالعزیز اور ماں کا نام ام عاصم ہے پورا سلسلۂ نسب یہ ہے،

عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم بن العاص بن امیہ بن عبد شمس،

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد خاندان بنو امیہ مین ایک ممتاز اور خوش قسمت بزرگ تھے، خود اُنکا بیان ہی کہ "مین مصر مین مسلمہ بن مخلد کی گورنری کے زمانہ مین گیا، تو وہان میرے دل مین چند تمنائین پیدا ہوئین اور وہ سب کی سب پوری ہوئین، میری آرزو تھی کہ مین مصر کا گورنر ہوتا میری خواہش تھی کہ مین مسلمہ کی دونون بیبیون کو اپنے حبالۂ نکاح مین لاتا، میری تمنا تھی کہ قیس بن کلیب میرا حاجب ہوتا" چنانچہ خدا نے اُنکی یہ تمام امیدین پوری کین، مسلمہ کی دونون بی بیان اُنکے نکاح مین آئین، قیس بن کلیب اُنکا حاجب مقرر ہوا، اور پورے ۲۰ سال ۱۰ مہینے ۱۲ دن تک متصل مصر کی گورنری کی، مورخین کا بیان ہی کہ اسلام کی تاریخ مین کسی گورنر کا دور حکومت اس قدر ممتد نہین ہوا،

اُنکی گورنری کا زمانہ جب ۶۵ھ سے شروع ہوا، جسکی ابتدا اس طرح ہوئی کہ عبدالرحمٰن بن جحدم نے جو حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف سے مصر کا گورنر تھا، مصر کے اُن تمام خوارج کو جو مکہ مین حضرت عبداللہ بن زبیر کے معین و مددگار تھے، جمع کر کے تحکیم کا دعوی کیا، اور علی رغم حامیان بنی امیہ لوگون نے اُسکے ہاتھ پر بیعت کی، اُسکے بعد ذوقعدہ ۶۴ھ مین عبدالعزیز کے باپ مروان بن حکم نے تمام لوگون سے اپنے ہاتھ پر بیعت لی، مصر کے لوگ اگرچہ بظاہر ابن جحدم کے طرف دار تھے، لیکن در پردہ اُنکا میلان مروان کیطرف تھا،

اسلئے اُنھوں نے اُسکو مصر مین بلایا، مروان اکابر و اعیان کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوا، اور اپنے بیٹے عبد العزیز کو ایک فوج کے ساتھ ایلہ کی طرف روانہ کیا، ابن جحدم نے بڑے ساز و سامان کے ساتھ مقابلہ کی تیاری کی، اکدر بن حمام اللخمی کی قیادت مین چند جنگی جہاز روانہ کئے کہ بحری راستہ سے شام کا رخ کرے، بری جنگ کیلئے دو فوجین بھیجین، جن مین ایک کا مقصد یہ تھا کہ عبد العزیز کو ایلہ مین داخل نہ ہونے دے، اس فوج کا سپہ سالار زہیر بن قیس تھا، اس نے مقام بصاق مین پہونچکر عبد العزیز کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی خود ابن جحدم نے مقام عین شمس مین مروان کا مقابلہ کیا اور تقریباً دو روز تک معرکہ کی لڑائی ہوئی، جس مین فریقین کے بہت سے لوگ کام آئے، بالآخر متعدد با اثر اشخاص نے بیچ مین پڑکر مروان اور ابن جحدم مین مصالحت کرادی، اور مصالحت کے بعد مروان جمادی الاولی ۶۵ھ مین داخل مصر ہوا اور دار الفلفل مین اُترا جو آج مسجد جامع کے سامنے واقع ہے، لیکن اُسکی بلند ہمتی نے اسکو گوارا نہین کیا، اسلئے اُسنے کہا کہ خلیفہ ایسے شہر مین قیام نہین کرسکتا جسمین کوئی محل نہ ہو، چنانچہ اُسکے حکم سے قصر بیضا تعمیر ہوا، اُسنے لوگون کے عطیے مقرر کئے، اور قبیلہ معافر کے سوا تمام اہل مصر نے اُسکے ہاتھ پر بیعت کی، مروان نے مصر مین کل دو مہینہ قیام کیا، اور رجب ۶۵ھ مین اپنے بیٹے عبد العزیز کو وہان کا گورنر مقرر کرکے واپس آیا، رخصت کے وقت عبد العزیز نے معذرت کی کہ "اے امیر المومنین مین ایک ایسے شہر مین جسمین میرا کوئی بھائی بند نہین ہے کیونکر قیام کرسکون گا؟ مروان نے کہا جان پدر عام طور پر احسان کرو سب تمہارے بھائی ہوجائینگے، سب سے کشادہ روئی کے ساتھ ملو سب تمہارے دوست بن جائینگے، تمام روسا کو یقین دلاؤ کہ وہ تمھارے خواص ہین تو وہ تمھارے حامی بن جائینگے، اور اُنکی تمام قوم تمہاری اطاعت کرنے لگے گی، مین تمہارے بھائی بشر کو تمھارا ہمدم اور موسیٰ بن نصیر کو تمھارا وزیر اور مشیر مقرر کرتا ہون"، اسکے ساتھ اور بھی بہت سی اخلاقی نصیحتین کرکے اس سے رخصت ہوا اور واپسی کے بعد صرف دو مہینہ تک زندہ رہا یعنی رمضان ۶۵ھ مین انتقال کرگیا،

مروان کے بعد اوسکا بیٹا عبد الملک خلیفہ ہوا اور اُسنے بھی عبد العزیز کو اس عہدے پر قائم رکھا، عبد العزیز نے اپنے زمانہ گورنری مین بہت سے قابل یادگار کام کیے، ۶۷ھ مین ایک زرنگار محل بنوایا، ۷۰ھ مین مصر مین طاعون آیا، تو اُسنے وہان سے نکل کر حلوان مین مستقل سکونت اختیار کر لی، اور وہان متعدد محل اور متعدد مسجدین تعمیر کروائین، اور انگور وخرما کے متعدد باغ لگوائے، ۷۷ھ مین مصر کی مسجد جامع کو منہدم کرا کے ازسر نو تعمیر کرایا، اور چارون طرف اوسمین اضافہ کیا، ۶۹ھ مین خلیج مصر پر پُل بندھوائے اور اُسپر اپنا نام کندہ کرایا[1]

مذہبی حیثیت سے تعریف کی ایجاد کی یعنی عرفہ کے دن عصر کے بعد مسجد مین بیٹھنے کا طریقہ قائم کیا،

علماء کے حقوق واحترام کو نہایت فیاضی کے ساتھ قائم رکھا، عبد الرحمن بن حجرہ خولانی قاضی مصر کا ہزار دینار سالانہ وظیفہ مقرر کیا، اور ابو الخیر مرثد بن عبد اللہ الیزنی کو خود اپنے یہان بلاتا تھا اور اُنسے فتوے لیتا تھا[2]

شعراء کے ساتھ اسقدر فیاضانہ سلوک کیا کہ ایک بار کسی نے کثیر سے پوچھا کہ اب تم شعر کیون نہین کہتے؟ بولا کہ عبد العزیز کی وفات کے بعد صلہ کی کس سے توقع ہو سکتی ہے؟[3]

عام فیاضی کا یہ حال تھا کہ روزانہ ہزار طبق خود اسکے مکان پر چنے جاتے تھے اور سو طبق مین عموماً اہل مصر کو کھانا تقسیم ہوتا تھا، چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے،

کل یوم کانہ یوم اضحی	عند عبد العزیز او یوم فطر
ہر دن عبد العزیز کے یہان	عید یا بقر عید کا دن ہوتا ہے،

---

[1] حسن المحاضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۴، [2] حسن المحاضرہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۸،

[3] حسن المحاضرہ تذکرہ عزہ،

وله الف جفنة مترعات کل یوم تمدها الف قدر

اُنکے یہان ہزار چھلکتے ہوئے پیالے ہین، جنکو ہزار دیگچیان لبریز کرتی ہین،

عبد العزیز نے ۸۶ھ مین ۱۳ جمادی الاول یوم دوشنبہ کو حلوان مین انتقال کیا، اور لاش فسطاط مین لاکر دفن کی گئی، مرتے وقت یہ الفاظ زبان پر تھے "کاش مین کوئی قابل ذکر چیز نہ ہوتا، کاش مین ایک تنکا یا حجاز کا ایک چرواہا ہوتا" متعدد شعراء نے پر درد مرثئے لکھے جنکو کندی نے اپنی کتاب ولاۃ مصر مین نقل کیا ہے[1]۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کی والدہ ام عاصم حضرت عاصم بن عمر بن الخطابؓ کی صاحبزادی تھین، علامہ ابن جوزی نے لکھا ہی کہ ایک روز رات کو حضرت عمرؓ مدینہ کا گشت لگا رہے تھے کہ ایک دیوار کے نیچے تھک کر بیٹھ گئے، گھر کے اندر ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی کہ "اُٹھکر دودھ مین پانی ملادے" لیکن لڑکی نے کہا کہ "امیر المومنین نے عام منادی کرادی ہے کہ دودھ مین پانی نہ ملایا جائے" ماں نے کہا کہ "اسوقت عمر اور عمر کے منادی دیکھ نہین سکتے تم دودھ مین پانی ملادو" اُسنے جواب دیا کہ "خدا کی قسم ایسا نہین ہوسکتا کہ مین مجمع مین امیر المومنین کی اطاعت کرون، اور خلوت مین اُنکی نافرمانی کا داغ اپنے دامن پر لگاؤن" حضرت عمرؓ نے یہ تمام گفتگو سُن لی اور اسلم سے کہا کہ اس دروازے اور اس جگہ کو یاد رکھو، صبح ہوئی تو اُنکو بھیجا کہ پتہ لگائین کہ یہ کون عورتین تھین، اور وہ صاحب شوہر ہین یا نہین؟ وہ آئے تو معلوم ہوا کہ لڑکی کنواری اور ماں بیوہ ہے، اب حضرت عمرؓ نے اپنے تمام لڑکون کو جمع کیا اور کہا کہ اگر مجھے نکاح کی ضرورت ہوتی تو مین خود اس لڑکی سے نکاح کر لیتا، لیکن تم مین جو پسند کرے مین اُس سے اوسکا نکاح کر سکتا ہون، عبد اللہ اور عبد الرحمان کے بیبیان موجود تھین البتہ عاصم کو نکاح کی ضرورت تھی اسلئے اونھون نے اُس سے عقد کر لیا، اسی لڑکی سے حضرت عمر بن عبد العزیز

[1] یہ پوری تفصیل کتاب ولاۃ مصر للکندی مطبوعہ بیروت مین مذکور ہی، دیکھو کتاب مذکور از صفحہ ۵۱ تا صفحہ ۵۸۔

کی ماں ام عاصم پیدا ہوئین[۱] اور اس لحاظ سے حضرت عمرؓ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے پرنانا ہوئے،

ولادت | حافظ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز مصر کے ایک گانون حلوان مین ۶۱ھ یا ۶۳ھ مین پیدا ہوئے[۲]، لیکن علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین لکھا ہے کہ وہ یزید کے زمانہ خلافت مین مدینہ مین پیدا ہوئے، اور اپنے باپ کی گورنری کے زمانہ مین مصر مین نشو و نما پائی[۳]، اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے، عبدالعزیز بن مروان کی گورنری کا زمانہ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، ۶۵ھ سے شروع ہوتا ہے، اسلئے ۶۱ھ یا ۶۳ھ مین حلوان مین اونکی ولادت قرین قیاس نہین معلوم ہوتی۔

تعلیم و تربیت | بہر حال حضرت عمر بن عبدالعزیز مدینہ مین پیدا ہوئے، اور وہین صالح بن کیسان کی اتالیقی مین تعلیم و تربیت پائی، صالح بن کیسان نے جس دیانت کے ساتھ اُنکی مذہبی اور اخلاقی نگرانی کی اوسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک بار اُنھون نے نماز مین تاخیر کی اور صالح بن کیسان نے اسکی وجہ پوچھی تو کہا کہ "بال سنوارنے مین دیر ہوگئی" بولے کہ اب بالون کی آرائش کو نماز پر بھی ترجیح دیتے ہو، چنانچہ عبدالعزیز کو اس واقعہ کی خبر کی اور اُنہون نے فوراً ایک آدمی روانہ کیا جس نے اگر پہلے اُنکے بال منڈوائے اُسکے بعد بات چیت کی، غالباً یہی اثر تھا جسکی بنا پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اُنکو اپنی اولاد کا اتالیق بھی مقرر کیا[۴]۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بچپن مین قران مجید کا حافظہ کیا، اور عربیت اور شعر و شاعری کی تعلیم حاصل کی،

حدیث کی روایت، اگرچہ مختلف شیوخ سے کی جن مین تابعین کے علاوہ متعدد صحابہ بھی شامل تھے، لیکن وہ اس مقدس فن مین زیادہ تر عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کے

---

[۱] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۶، [۲] تاریخ الخلفا تذکرہ عمر بن عبدالعزیز [۳] تذکرۃ الحفاظ تذکرہ عمر بن عبدالعزیز۔

[۴] تذکرۃ الحفاظ جلد اص ۱۳۳ تذکرہ صالح بن کیسان۔

مرہون منت ہین تذکرۃ الحفاظ مین بالتخصیص لکھا ہو کہ وہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے مودب تھے[1] خود حضرت عمر بن عبد العزیز فرمایا کرتے تھے کہ "مینے جن لوگون سے روایت کی ہے، اونمین عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کی روایتین سب سے زیادہ ہین[2]"

ان بزرگون کے فیض صحبت مین حضرت عمر بن عبد العزیز نے یہ درجہ حاصل کیا کہ بڑے بڑے محدثین کو اُنکے فضل و کمال کا اعتراف کرنا پڑا، علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین اونکا تذکرہ ان الفاظ مین کیا ہے،

کان اماماً فقیہاً مجتہداً عارفاً بالسنن	وہ بڑے امام، بڑے فقیہ، بڑے مجتہد، حدیث کے بڑے
کبیر الشان ثبتاً حجۃ حافظاً،	ماہر اور معتبر حافظ اور سند تھے،

میمون بن مہران کا قول ہو کہ "ہم اُنکے پاس اس خیال سے آئے تھے کہ وہ ہمارے محتاج ہونگے لیکن ہمکو معلوم ہوا کہ ہم خود اُنہین کے شاگرد ہین" بڑے بڑے علما اُن سے مسائل معظلہ کے متعلق سوال کرتے تھے اور وہ نہایت برجستگی کے ساتھ جواب دیتے تھے ایک بار حجاز اور شام کے متعدد علماء جمع ہوئے اور اُنکے صاحبزادے عبد الملک سے کہا کہ آپ اُن سے،

انی لھم التناوش من مکان بعید	وہ دور سے کیونکر پا سکتے ہین،

کی تفسیر کے متعلق سوال کیجیے، اونھون نے پوچھا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ تناوش من مکان بعید سے توبہ مراد ہے، جس کی ایسی حالت مین خواہش کیجائے جسمین اوسپر انسان قادر نہو لیکن تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد اُنکو امور سلطنت کی مصروفیت نے مزاولت علمیہ کا موقع نہین دیا، اسلیے وہ اپنے علمی سرمایہ کو محفوظ نہ رکھ سکے، اُنکا خود بیان ہے کہ "مین مدینہ سے فارغ ہوکر نکلا

---

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۸۰ تذکرہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود۔

[2] یہ تمام تفصیل سیرۃ عمر بن عبد العزیز مین از ۶ تا صفحہ ۹ مین ہے،

تو وہان مجھ سے بڑا کوئی عالم نہ تھا لیکن شام مین آکر سب کچھ بھول گیا[1]، امام زہری کا بیان ہے کہ مین نے ایک رات اُن سے گفتگو کی تو اُنھون نے کہا کہ جو حدیثین آپ نے بیان کین مینے وہ سب سنی تہین لیکن آپ نے اُنکو یاد رکھا اور مین بھول گیا[2]،

شادی | عبد العزیز بن مروان کے انتقال کے بعد عبد الملک نے اپنی لڑکی فاطمہ سے اونکی شادی کردی اور اُنھون نے نہایت بلیغ الفاظ مین اُسکا شکریہ ادا کیا[3]،

مدینہ منورہ کی گورنری | اگرچہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے فضل وکمال کا سب سے زیادہ موزون مظہر صرف مسندِ درس ہو سکتا تھا، لیکن خاندان خلافت کے تعلقات نے اسکیلئے مسندِ حکومت کا انتخاب کیا، پہلے وہ عبد الملک بن مروان کی طرف سے خناصرہ کے گورنر تھے[4]، لیکن ۸۶ھ مین جب ولید بن عبد الملک سریر آراے سلطنت ہوا تو اُسنے اُن کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس عہدہ کے قبول کرنے مین لیت ولعل کیا، اور جب ولید نے اسکی وجہ دریافت کی تو اُنھون نے چند شرطین پیش کین جنمین پہلی شرط یہ تھی کہ جو گورنر ان سے پہلے تھے اُنکے ظلم وعدوان پر اُنکو مجبور نہ کیا جائے ولید نے جواب دیا کہ آپ حق پر عمل کیجئے گو ہم کو ایک درہم بھی وصول نہو[5]، اس معاہدے کے بعد وہ شام سے مدینہ کو روانہ ہوئے لیکن اسوقت عمر بن عبد العزیز وہ عمر بن عبد العزیز نہ تھے جو کبھی حضرت ابوہریرہ رضہ اور کبھی حضرت مصعب بن عمیر رضہ کے قالب مین نمایان ہوتے تھے، اسلئے شام سے نکلے تو ۳۰ اونٹون پر انکا ذاتی ساز وسامان لدکر روانہ ہوا[6]، مدینہ مین پہونچے تو مروان کے مکان مین اترے نماز ظہر سے فارغ ہوکر فقہاء مدینہ مین سے دس بزرگون کو طلب کیا اور اُنکے سامنے ایک تقریر کی جسکا

[1] تذکرۃ الحفاظ تذکرہ عمر بن عبد العزیز، [2] سیرۃ عمر بن عبد العزیز ص ۲۷ و ۲۸

[3] تاریخ الخلفاء تذکرہ عمر بن عبد العزیز وسیرۃ عمر بن عبد العزیز ص ۲۷

[4] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۴۲، [5] صفحہ ۳۲، [6] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۳۹،

خلاصہ یہ تھا کہ "مینے آپلوگونکو ایک ایسے کام کیلیے طلب کیا ہے، جس پر آپ لوگون کو ثواب ملیگا اور آپ حامی حق قرار پائینگے، مین آپ لوگون کی رائے ومشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ نہین کرنا چاہتا، پس اگر آپ لوگ کسی کو ظلم کرتے ہوئے دیکھین یا آپ لوگون مین سے کسی کو میرے کسی عامل کے ظلم کا حال معلوم ہو تو مین خدا کی قسم دلاکر کہتا ہون کہ وہ مجھ تک اس معاملہ کو ضرور پہونچائے" فقہا نے یہ تقریر سنی تو انکو جزائے خیر کی دعا دیتے ہوئے واپس آئے[1]

تعمیر مسجد نبوی | گورنری مدینہ کے زمانہ مین حضرت عمر بن عبد العزیز نے جو ناقابل فراموش یادگارین قائم کین، اُنمین ایک ابدی یادگار مسجد نبوی ہی، مسجد نبوی مین اگرچہ حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ سے تغیر و اضافہ شروع ہوگیا تھا بالخصوص حضرت عثمان رض نے تو اسکو بہت کچھ شاندار بنا دیا تھا، لیکن اُنکے بعد حضرت علی رض کے زمانہ سے لیکر عبد الملک کے زمانہ تک کسی خلیفہ نے اُسمین کسی قسم کا تصرف نہین کیا، ولید کا زمانہ آیا تو اُس نے خاص طور پر اُسکی طرف توجہ کی اور مسجد کو نئے آب ورنگ کے ساتھ تعمیر کروانا چاہا، چنانچہ جب وہ مسجد دمشق کی تعمیر سے فارغ ہوا تو ربیع الاول ۸۸ھ مین حضرت عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ مسجد نبوی نئے سرے سے تعمیر کیجائے، اور اُسکے پاس ازواج مطہرات کے جو حجرے اور دوسرے مکانات ہین وہ قیمت لیکر مسجد مین شامل کرلئے جائین، اور جو لوگ قیمت لینے سے انکار کرین اُنکے مکانات بجبر لیلئے جائین، اور اُنکی قیمت فقیرون پر صدقہ کردی جائے حضرت عمر بن عبد العزیز نے نہایت مستعدی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی،

حضرت عمر بن عبد العزیز نے مسجد کو شہید کرانا شروع کیا تو اکثر فقہائے مدینہ مثلاً قاسم، سالم ابوبکر بن عبد الرحمان وغیرہ ساتھ تھے، ان بزرگون نے مسجد کی داغ بیل ڈالی اور اُسکی بنیاد قائم کی۔[2]

[1] طبری صفحہ ۱۱۸۳ وطبقات ابن سعد صفحہ ۲۴۵، [2] طبری صفحہ ۱۹۳،

ولید نے جب تعمیر مسجد نبوی کا ارادہ کیا تو اُسیوقت شاہ روم کو لکھا کہ ہم اپنے پیغمبر کی مسجد تعمیر کر رہے ہیں، ہمکو مدد دو چنانچہ شاہ روم نے لاکھ مثقال سونا، سو مزدور اور چالیس گھڑے فسیفساء کی بھیجی، جسکو ولید نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس بھیجدیا اور لکھا کہ مدائن کے کھنڈرون مین سے بھی فسیفساء تلاش کیجائے، چنانچہ جب یہ مصالح مہیا ہو گیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس اہتمام کے ساتھ مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دایا کہ جب کوئی کاریگر فسیفسار کا ایک بڑا درخت بناتا تھا تو اُسکو ۳۰ درہم بطور انعام کے دیتے تھے،[1]

مسجد نبوی مین اگرچہ مختلف قسم کے تغیرات ہو چکے تھے لیکن کنگرہ اور محراب کی طرف اب تک کسی کا خیال رجوع نہین ہوا تھا، اسکی ایجاد کا شرف صرف حضرت عمر بن عبد العزیز رض کو حاصل ہے چنانچہ اُنھون نے مسجد کے چارون کنارے محراب قائم کروائی اور پرنالے وغیرہ سیسے کے بنوائے،[2]

تعمیر کا کام ۸۸ھ مین شروع ہوا تھا، اور ۹۱ھ مین ختم ہوا، اسی سنہ مین ولید نے حج اور حج کے ساتھ مسجد کا معائنہ کرنا چاہا، چنانچہ جب مدینہ کے قریب پہونچا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اکابر مدینہ کو ساتھ لیکر نہایت شان وشوکت سے اسکا استقبال کیا،[3] ولید نے مسجد مین جا کر ہر طرف گھوم گھوم کے دیکھنا شروع کیا، مسجد کے مقصورہ کی چھت پر نظر پڑی تو اُس نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ تمام چھتین اسی وضع کی کیون نہین بنوائین؟ بولے کہ صرف زیادہ پڑتا صرف قبلہ کی دیوار اور دونون چھتون کے درمیان ۴۵ ہزار دینار صرف ہوئے ہین[4]،

فوارہ | ولید کے ایمار سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے مسجد کے ساتھ ساتھ ایک فوارہ بھی تیار کرایا چنانچہ ولید نے حج کیا، تو فوارہ اور مخزن آب کو دیکھکر نہایت خوش ہوا اور اُسکے لئے بہت سے ملازم رکھے اور

---

[1] خلاصۃ الوفار صفحہ ۱۳۹، [2] خلاصۃ الوفار صفحہ ۱۴۰، [3] یعقوبی صفحہ ۳۴۰، طبری صفحہ ۱۲۳۲ مین اس استقبال کی پوری تفصیل لکھی ہے، [4] خلاصۃ الوفار ص ۱۴۰۔

حکم دیا کہ اہل مسجد کو اُس سے پانی پلایا جائے[1]،

تعمیر مساجد اطراف مدینہ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ کے اطراف مین جن جن مقامات پر نماز ادا فرمائی تھی، لوگون نے اُس جگہ تبرکاً معمولی طور پر مسجدین بنوالی تھین، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مسجد نبوی کو نئے سرے سے تعمیر کروایا تو ان مساجد کی طرف بھی توجہ کی اور اُنکو منقش پتھرون سے تعمیر کروایا[2]،

تعمیر چاہ وہمواری راہ اسی سال ولید نے حضرت عمر بن عبدالعزیز اور دوسرے عمال کو لکھا کہ مدینہ اور عموماً دوسرے شہرون مین بہ کثرت کنوئین کھدوائے جائین، اور پہاڑون کے دشوار گذار راستے ہموار کئے جائین[3]،

امیر الحجاج کی خدمت انجام دینا اسلام مین پالیٹکس اور مذہب چونکہ ہمیشہ سے شیر وشکر رہے اسلئے خلفاء راشدین ہی کے زمانہ سے یہ رسم قائم ہو گئی تھی کہ خود خلفاء ایام حج مین امیر الحجاج بنتے تھے اور لوگون کو اپنے ساتھ حج کراتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی اپنے زمانہ گورنری مین یہ مقدس خدمت متعدد بار انجام دی چنانچہ یعقوبی نے اُن تمام سالون کی تصریح کی ہے جن مین اُنھون نے لوگون کو اپنے ساتھ حج کرایا[4]،

معزولی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۸۷ھ سے لیکر ۹۳ھ تک گورنری کی، اور مدینہ کے ساتھ مکہ اور طائف بھی اُنکے زیر حکومت رہے، لیکن آخر کار ۹۳ھ مین اُنکو اس عہدہ سے الگ ہونا پڑا، تاریخ طبری مین اسکی یہ وجہ لکھی ہی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ولید کو ایک خط لکھا جس مین حجاج کے مظالم کی شکایت کی، حجاج کو اسکی خبر ہوئی تو اُس نے جل کر ولید کو لکھا کہ عراق سے بہت سے مفسدہ پرداز لوگ جلاوطن ہو کر مکہ اور مدینہ مین آباد ہو گئے ہین جو ایک قسم کی سیاسی کمزوری ہے، ولید نے لکھا کہ مجھے دو قابل شخصون کے نام بتاؤ جو مدینہ اور مکہ کی گورنری کر سکین، حجاج نے خالد بن عبداللہ اور عثمان بن حیان کے نام لکھ بھیجے، ولید نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو معزول کر کے خالد کو مکہ کا اور عثمان کو مدینہ کا گورنر مقرر کر دیا[5]،

---

[1] طبری صفحہ ۱۱۹۵ [2] فتح الباری جلد اول صفحہ ۴۷۲ [3] طبری صفحہ ۱۱۹۶ [4] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۴۹ [5] طبری صفحہ ۱۲۵۶

لیکن سیرت عمر بن عبد العزیز مین لکھا ہے کہ ۹۳ھ مین ولید نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو لکھا
کہ خبیب کو سزا دین، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اگرچہ اس حکم کی تعمیل کی اور اُنکو سو کوڑے لگوائے قید خانہ
مین محبوس رکھا، اور اُنکے جسم پر ٹھنڈا پانی چھڑکوایا، تاہم اس قسم کی سفاکیان اُنکی فطرت کے بالکل
مخالف تھین، چنانچہ جب ان سزاؤن کے بھگت لینے کے بعد لوگ ان کو لے گئے تو حضرت عمر بن
عبد العزیز نے ماجشون کو بھیجا کہ جاکر اُنکی حالت دریافت کرائین، وہ آئے تو کہا کہ عمر بن عبد العزیز کو
اُنکی موت مین شبہ ہے لوگون نے چہرے سے چادر الٹ دی تو اُنھون نے اُنکو مردہ پایا پلٹے تو اونکا
بیان ہے کہ وہ پریشانی مین کبھی اُٹھتے تھے کبھی کھڑے ہوجاتے تھے اُنھون نے انتقال کی خبر سنائی تو
حضرت عمر بن عبد العزیز زمین پر گر پڑے اور انا للہ پڑھتے ہوئے اُٹھے، اور گورنری سے استعفا دیدیا[1]

---

[1] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۳۵،

خلافت

اگرچہ تمام خاندان بنو امیہ مہمات امور مین حضرت عمر بن عبد العزیز کی طرف رجوع کرتا تھا[1]، لیکن سلیمان بن عبد الملک کو اُن پر اسقدر اعتماد تھا کہ اُسنے انکو گویا اپنا وزیر بنا لیا تھا[2]، اسی بنا پر اُسکے بعد جو لوگ خلافت کے مستحق ہو سکتے تھے اُنمین ایک حضرت عمر بن عبد العزیز بھی تھے، چنانچہ جب عہد نامہ خلافت پر سلیمان بن عبد الملک نے گمنام طریقہ سے بیعت لی تو خود حضرت عمر بن عبد العزیز کو خیال پیدا ہوا کہ قرعہ فال کہین اُن کے نام پر تو نہین پڑا؟ آخر کار اُنکا یہ خیال صحیح نکلا، چنانچہ سلیمان بن عبد الملک جب مقام دابق مین جو فوج کا اجتماع گاہ تھا ۹۹ھ مین بیمار ہوا اور اُسکو زیست سے مایوسی ہوئی تو اسنے پہلے اپنے نابالغ لڑکے ایوب کو ایک وصیت نامہ کے ذریعہ سے اپنا ولی عہد مقرر کیا، لیکن رجاء بن حیوۃ نے اس سے اختلاف کیا کہ خلیفہ کا سب سے زیادہ قابل یادگار کارنامہ یہ ہے کہ وہ صالح شخص کو اپنا جانشین بنائے یہ سنکر سلیمان نے کہا کہ "ابھی مینے عزم صمم نہین کیا ہے اسپر غور کرونگا"، چنانچہ اُسنے دو ایک روز کے بعد اس وصیت نامہ کو چاک کر دیا اور رجاء بن حیوۃ کو بلا کو پوچھا کہ داود بن سلیمان کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ داؤد اسوقت قسطنطنیہ مین تھے رجاء نے کہا آپ کو کیا معلوم ہے کہ وہ زندہ ہین یا مر گئے؟ سلیمان نے کہا تو پھر تمہاری نگاہ کس پر پڑتی ہے؟ بولے "آپ نام لیجئے مین اُسپر غور کرونگا" سلیمان نے کہا کہ عمر بن عبد العزیز کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ رجاء نے کہا کہ "وہ نہایت برگزیدہ مسلمان ہین"، سلیمان بولا "میرا بھی یہی خیال ہے، لیکن اگر مین ان کو خلیفہ مقرر کر دون، اور عبد الملک کی اولاد کا بالکل لحاظ نہ کرون تو ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہوگا اور جب تک مین اُن مین کسی کو انکے بعد ولی عہد،

---

[1] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۴۴، [2] حسن المحاضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ و تاریخ الخلفاء تذکرہ سلیمان بن عبد الملک،

نہ بناؤن وہ لوگ اُنکی خلافت کو تسلیم نہ کرینگے، اسلئے یزید بن عبد الملک کو اُنکے بعد ولی عہد بناتا ہون میرا یہ طرز عمل اُنکو تسکین دیدیگا،

رجار نے بھی اس سے اتفاق کیا اور سلیمان نے خود اپنے ہاتھ سے عہد نامہ خلافت لکھا اور اسکو مہر بند کر کے کعب بن جابر افسر پولیس کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے تمام خاندان کو ایک جگہ مجتمع کرین، وہ لوگ جمع ہوئے تو اس عہد نامہ کو رجار کے حوالہ کیا اور کہا کہ یہ میری تحریر ہے انکو حکم دو کہ جسکو مینے خلیفہ مقرر کیا ہی اُسکے ہاتھ پر بیعت کرین، رجار نے انکو خلیفہ کا یہ حکم سنایا تو سب نے سمعنا واطعنا کہا اور پوچھا کہ کیا ہم خلیفہ کے پاس جاکر سلام عرض کر سکتے ہین؟ رجار نے کہا ہان چنانچہ جب وہ لوگ اندر گئے تو سلیمان نے رجار کے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا وصیت نامہ ہی، جسکو مینے خلیفہ مقرر کیا ہے اُسکے ہاتھ پر بیعت کرو اور اُسکے فرمانبردار بنو! اسپر سبنے الگ الگ بیعت کی، چونکہ یہ بیعت گمنام تھی، اسلئے جب تمام خاندان کے لوگ ہٹ گئے تو مستحقین خلافت مثلاً ہشام بن عبد الملک، اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے متعلق سوال کیا لیکن رجار نے اس تحریر کو بالکل صیغۂ راز مین رکھا اور کسی کو اُسکے ایک حرف سے بھی اطلاع نہ دی، اسکے تین دن بعد سلیمان نے انتقال کیا، لیکن رجار نے نہایت اہتمام کے ساتھ اُسکی موت کو چھپایا اور دروازے پر نہایت معتبر اشخاص کو بٹھادیا کہ کوئی شخص لاش تک جانے نہ پائے اور دوبارہ تمام خاندان بنو امیہ کو مسجد دابق مین جمع کیا اور نئے سرے سے بیعت لینا چاہی لیکن اُن لوگون نے کہا کہ جب ہم ایک بار بیعت کر چکے ہین تو کیا دوبارہ پھر بیعت کرین، رجار نے کہا کہ یہ امیر المومنین (سلیمان) ہین اُنکا جو فرمان ہی اور جسکو انھون نے خلافت کے لئے انتخاب کیا ہی اُسکے لئے بیعت کرو، سبنے پھر ایک ایک کر کے بیعت کی، اب جبکہ رجار کو یقین ہوگیا کہ معاہدہ بیعت مستحکم ہوگیا تو انھون نے وصیت نامہ کا مضمون پڑھکر سنایا اور سلیمان کی موت کی خبر دی، حضرت عمر بن عبد العزیز کا نام آیا تو ہشام بن عبد الملک نے کہا کہ "ہم اُنکے ہاتھ پر قیامت تک بیعت

نہین کر سکتے" بولے کہ خدا کی قسم اٹھو اور بیعت کرو ورنہ تمہارا سر قلم کر دونگا" اسکے بعد رجاء نے حضرت عمر بن عبد العزیز کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر کھڑا کر دیا، اور انھون نے اس بار عظیم پر اور ہشام نے اپنی ناکامیابی پر انا للہ، پڑھا،

ان تمام مراحل کے طے ہونے کے بعد سلیمان بن عبد الملک کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا گیا اور خود حضرت عمر بن عبد العزیز نے نماز جنازہ پڑھائی، اور خود اسکو قبر مین اُتارا، تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد تمام شاہی سواریان جس مین خچر اور ترکی گھوڑے وغیرہ تھے حاضر کئے گئے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ "میرا خچر میرے لئے کافی ہے" یہ کہکر انکو واپس کر دیا، افسر پولیس نیزہ لیکر آگے آگے چلا تو اسکو ہٹا دیا اور کہا کہ "مین بھی تمام مسلمانون کی طرح ایک مسلمان ہون"

واپسی کے وقت لوگون کو خیال ہوا کہ قصر خلافت مین نزول اجلال ہوگا لیکن چونکہ اسمین سلیمان کے اہل وعیال تھے، اسلئے اپنے ہی خیمہ مین اُترے، اور کہا کہ "میرا خیمہ میرے لئے کافی ہے" اندر داخل ہوئے تو لونڈی نے اُن کے بشرے کو دیکھکر کہا کہ "آپ شاید متردد ہین" بولے کہ "یہ تشویشناک بات ہی ہی، مشرق و مغرب مین امت محمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہین ہے جسکا مجھ پر حق نہ ہو اور بغیر مطالبہ و اطلاع اسکا ادا کرنا مجھپر فرض نہ ہو" اسکے بعد مسجد مین آئے، اور منبر پر کھڑے ہوکر ایک خطبہ دیا جسکا خلاصہ یہ ہے،

لوگو! مجھ پر خلافت کا بار بغیر اسکے کہ مجھ سے رائے لی جاتی، یا مین اسکا خواستگار ہوتا، یا عام مسلمانون سے مشورہ لیا جاتا ڈال دیا گیا میری بیعت کا جو قلادہ تمھاری گردنون مین ہے مین اسکو خود نکال لیتا ہون، اب جسکو پسند کرو اپنا خلیفہ مقرر کرو،

اس خطبہ کو سنکر تمام لوگون نے باواز بلند کہا کہ "ہم نے آپ کو اپنا خلیفہ منتخب کیا اور آپ کی خلافت پر راضی ہوئے" جب یہ ہنگامہ خاموش ہوا تو انھون نے حمد و نعت کے بعد ایک مفصل تقریر کی جسمین لوگون کو تقوے فکر آخرت اور تذکرہ موت کی طرف توجہ دلائی اور آخر مین باواز بلند فرمایا کہ

لوگو! جو شخص خدا کی اطاعت کرے اُسکی اطاعت واجب ہے اور جو شخص اُسکی نافرمانی کرے اسکی

فرمان برداری جائز نہین، جب تک مین خدا کی اطاعت کرون میری اطاعت کرو، اور اگر مین
اسکی نافرمانی کرون تو میری فرمانبرداری تم پر فرض نہین ہے،

یہ سب کچھ ہوچکا لیکن عبد العزیز بن ولید کو اب تک حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت اور بیعت کا حال معلوم نہین تھا، اسلیئے جب اُسکو سلیمان بن عبد الملک کی موت کا حال معلوم ہوا تو اپنے ہمراہیون سے اپنے ہاتھ پر بیعت لی، اور ان سے بیعت لیکر دمشق کا رُخ کیا کہ وہان بھی چل کر لوگون سے بیعت لے، دمشق پہونچا تو معلوم ہوا کہ خود سلیمان کی وصیت کے موافق لوگون نے حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت پر بیعت کر لی ہے اب حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین حاضر ہوا تو انھون نے اسکے متعلق استفسار کیا، اسنے جواب دیا کہ یہ سب کچھ لاعلمی مین ہوا مجھکو یہ معلوم نہ تھا کہ خود سلیمان نے کسی کو خلیفہ مقرر کیا ہے اسلیئے میرے دل مین خیال پیدا ہوا کہ لوگ مال و دولت کو لوٹ نہ لین، اس خیال سے مینے اپنے ہاتھ پر بیعت لی، حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ اگر لوگ تمھارے ہاتھ پر بیعت کر لیتے اور تم امور خلافت کو سنبھال لیتے تو مین تم سے بالکل اختلاف نہ کرتا اور اپنے گھر مین بیٹھ رہتا" اب عبد العزیز نے یہ کہکر کہ مین آپ کے سوا کسی کو اسکا مستحق نہین سمجھتا اُنکے ہاتھ پر بیعت کر لی،،

حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان تمام مراحل کے بعد امور خلافت کی طرف توجہ کی، ایک کاتب بلوایا اور نہایت مختصر الفاظ مین ایک فرمان لکھوا کر تمام ممالک محروسہ مین بھیجا، قسطنطنیہ مین جو فوج مقیم تھی، وہ رسد کی کمی سے بالکل فاقہ مست ہورہی تھی اُسکے لئے غلہ روانہ کیا اور اُسکو واپس بلا لیا، سلیمان بن عبد الملک نے عام حکم دیا تھا کہ ہر جگہ سے گھوڑے جمع کر کے باہم گھوڑ دوڑ کرائی جائے، ابھی گھوڑ دوڑ کا زمانہ نہین آیا تھا کہ اُسکا انتقال ہوگیا حضرت عمر بن عبد العزیز اگرچہ بذات خود اسکو ناپسند فرماتے تھے تاہم لوگون نے سفارش کی کہ تمام لوگ دور دور سے تکلیف اُٹھا کر گھوڑے لائے ہین، اسلیئے گھوڑ دوڑ کی اجازت دی اور جن لوگونکے ہاتھ میدان رہا انکو انعام دلوائے،

مختلف شہرون مین عمال وقضاۃ مقرر فرمائے جنکے نام طبقات ابن سعد مین بہ تفصیل مذکور ہین،[1]
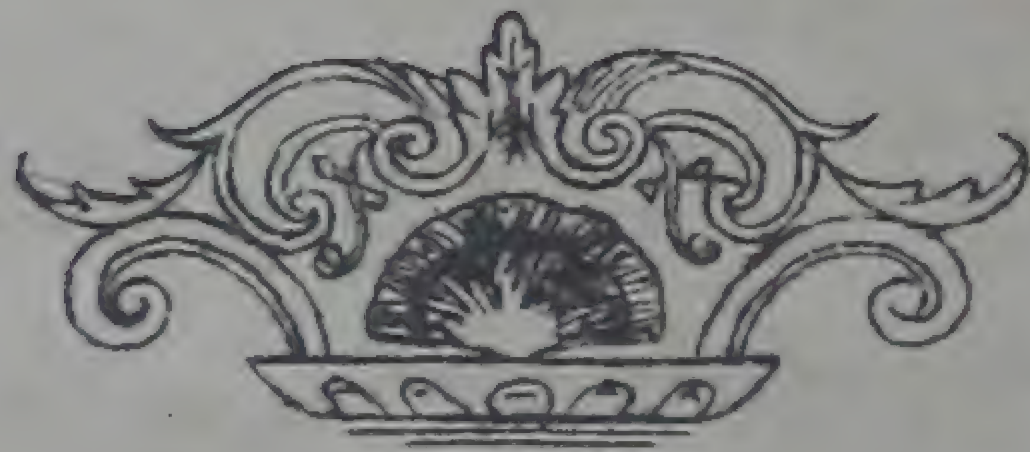
[1] یہ پوری تفصیل طبقات ابن سعد تذکرۂ عمر بن عبد العزیز اور سیرۃ عمر بن عبد العزیز باب دوازدہم سے ماخوذ ہے،

اموال مغصوبہ کی واپسی

خلفائے بنوامیہ نے رعایا کے مال وجائداد پر جو ظالمانہ قبضہ کرلیا تھا، اونکا واپس دلانا ایک مجدد خلافت اسلامیہ کا سب سے مقدم فرض تھا، اور تائید ایزدی نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے سب سے پہلے یہی خدمت انجام دلائی، وہ جب سلیمان بن عبد الملک کی تجہیز وتکفین، اور خلافت کے ابتدائی مراحل کو طے کرکے مکان پر واپس آئے تو قیلولہ کرنا چاہا، لیکن اسی حالت مین اُنکے صاحبزادے عبد الملک نے آکر کہا کہ آپ اموال مغصوبہ کی واپسی سے پہلے سونا چاہتے ہین؟ حضرت عمر بن عبد العزیز نے عذر کیا کہ مینے سلیمان کی تجہیز وتکفین مین شب بیداری کی ہے اسلیے نماز ظہر کے بعد یہ خدمت انجام دونگا، لیکن عبد الملک نے کہا کہ ظہر کے وقت تک آپکی زندگی کا کون ذمہ دار ہوسکتا ہی؟ حضرت عمر بن عبد العزیز پر اس فقرہ کا اسقدر اثر ہوا کہ اُنکو پاس بلاکر لپٹا لیا اور اُنکی پیشانی پر بوسہ دیکر فرمایا کہ "اوس خدا کا شکر ہے جس نے مجھکو ایک ایسی اولاد دی جو مجھکو مذہبی کامون مین مدد دیتی ہے" اب قیلولہ کا خیال خواب فراموش ہوگیا، اور فوراً اُٹھکر منادی کرائی کہ لوگ اموال مغصوبہ کے متعلق اپنی اپنی شکایتین پیش کرین[۱]،

دوسری روایت مین ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے میمون ابن مہران، مکحول اور ابو قلابہ سے اس معاملہ مین مشورہ کیا تو مکحول نے دبی زبان سے اپنی رائے ظاہر کی جس کو حضرت عمر بن عبد العزیز نے ناپسند فرماکر میمون بن مہران کے چہرے کی طرف دیکھا، میمون نے کہا کہ "اپنے صاحبزادے عبد الملک کو بھی طلب فرمالیجیے، وہ ہم لوگون سے کم صائب الرائے نہین ہین" عبد الملک آئے

[۱] سیرۃ عمر بن عبد العزیز،

تو اُن سے پوچھا کہ لوگ اموال مغصوبہ کا مطالبہ کر رہے ہین، اسکی متعلق تمہارا کیا خیال ہی؟ بولے آپ اُن کو فوراً واپس کر دیجئے، ورنہ جنلوگون نے ان پر غاصبانہ طریقہ سے قبضہ کیا ہے آپ بھی انکے شریک کار ہونگے، اب حضرت عمر بن عبد العزیز نے منبر پر چڑھکر لوگون کی جائدادین واپس دلانا شروع کین، چونکہ خود بھی خاندان بنو امیہ کے رکن تھے اسلیئے سب سے پہلے اپنی ذات اور اپنے خاندان سے ابتدا کی اور جاگیرون کی جو سندین تھین اُنکی نسبت اپنے مولی مزاحم کو حکم دیا کہ وہ پڑھ پڑھ کر سناتے جائین، وہ ان سندون کو پڑھ پڑھ کر سناتے جاتے تھے اور حضرت عمر بن عبد العزیز اُنکو مقراض سے کترتے جاتے تھے، اُنکی یہ جاگیرین عرب کے مختلف حصّون، مثلاً یمن، اور یمامہ وغیرہ مین پھیلی ہوئی تھین حضرت عمر بن عبد العزیز ان سب سے دست بردار ہو گئے یہانتک کہ ایک انگوٹھی کا نگینہ جو انکو ولید نے دیا تھا اُسکو بھی واپس کر دیا، مزاحم سے یہ دیکھا نہ گیا، اور بولے کہ اولاد کی معاش کا کیا سامان ہو گا؟ حضرت عمر بن عبد العزیز کے رخسارون پر آنسو جاری ہو گئے اور بولے کہ مین انکو خدا پر چھوڑتا ہون" اپنے اور اپنے اہل وعیال کے مصارف کیلئے صرف خیبر اور ایک نہر کو محفوظ رکھا جسکو اُنھون نے اپنے عطیہ کی آمدنی سے کھدوایا تھا، اور جسکا سالانہ منافع کم وبیش ۱۵۰ دینار تھا، لیکن جب خیبر کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ صلعم کے عہد تک تمام مسلمانون کا عام حق تھا، لیکن حضرت عثمان رضہ نے اپنے عہد خلافت مین اُسکو مروان کی جاگیر مین دیدیا جو وراثۃً بعد وراثۃ حضرت عمر بن عبد العزیز کے قبضہ مین آیا تو اسکو بھی واپس کر دیا اور صرف نہر کو باقی رکھا،

سب سے زیادہ اہم معاملہ باغ فدک کا تھا جو اسوقت اُنکے قبضہ مین تھا، ابن سعد نے لکھا ہی کہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو انکی اور انکے اہل وعیال کی معاش کا تمام تر دارمدار صرف فدک پر تھا جسکی سالانہ آمدنی ۱۰ ہزار دینار تھی، لیکن خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اُنھون نے فدک کے متعلق رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) اور خلفائے راشدین کے طرز عمل کا پتہ لگانا شروع کیا، جب انکشاف حقیقت ہوا تو عام مروانی خاندان کو جمع کر کے کہا کہ فدک خاص رسول اللہ صلعم کا خالصہ تھا جسکی آمدنی آپ اپنے

اور بنو ہاشم کی مختلف ضروریات مین صرف کرتے تھے، خود فاطمہ رضنے آپ سے اُسکو مانگا تھا لیکن آپ نے انکار فرمادیا تھا، حضرت عمر رض کے زمانہ تک اسی کے موافق عمل ہوتا رہا لیکن اخیر مین مروان نے اُسکو اپنی جاگیر مین داخل کرلیا، اسکے بعد وہ میرے قبضہ مین آیا لیکن جو چیز رسول اللہ صلعم نے فاطمہ کو نہین دی اُس مین میرا کوئی حق نہین ہے، اور مین تم کو گواہ بناتا ہون کہ فدک کی جو حالت عہد رسالت مین تھی مین اُسکو اوسی کی طرف لوٹاتا ہون، چنانچہ اسکے متعلق ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو ایک خط لکھا کہ مجھے تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ فدک سے فائدہ اُٹھانا میرے لئے جائز نہین اسلیئے مین اوسکو اوسی حالت پر لانا چاہتا ہون جو رسول اللہ صلعم اور خلفائے راشدین کے زمانے مین تھی، جب آپ کو میرا یہ خط ملے تو اوسکو ایک ایسے شخص کے قبضہ مین دیجیے جو تمام حقوق کی محافظت کیساتھ اُسکی نگرانی کرے[1]،

اُنکی بی بی فاطمہ کی ایک لونڈی تھی جس پر وہ قبل خلافت فریفتہ تھے، خلافت کے بعد وہ ایک دن بن سنور کر اُنکے سامنے آئی، تو انھون نے پوچھا کہ تم فاطمہ کی ملک مین کیونکر آئین؟ بولی کہ حجاج نے کوفہ کے ایک عامل پر تاوان لگایا تھا، اور مین اُسکی مملوکہ تھی حجاج نے مجھے انتخاب کیا اور عبدالملک بن مروان کے پاس بھیجدیا مین اوسوقت بالکل بچہ تھی اسلیئے عبدالملک نے مجھے اپنی لڑکی فاطمہ کو دیدیا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا کہ وہ عامل کیا ہوا؟ بولی کہ وہ مر گیا، البتہ اُسکی اولاد موجود ہے، جنکا حال نہایت بُرا ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فوراً اُنکو طلب کرکے اُنکا تمام مال مع اس لونڈی کے واپس کردیا، لونڈی چلنے لگی تو بولی کہ آپ کا عشق کیا ہوا؟ بولے کہ وہ اب تک ہے بلکہ اور

[1] ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی صفایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من الاموال وطبقات ابن سعد و سیرت عمر بن عبدالعزیز، طبقات مین جسطرح فدک حضرت عمر بن عبدالعزیز کے قبضہ مین آیا اُسکی تفصیلی تاریخ بھی لکھی ہے،

بڑھگیا ہے[۱]،

فاطمہ کے پاس ایک نہایت قیمتی جواہر بھی تھا جسکو عبد الملک نے دیا تھا حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُن سے کہا کہ تم کو دو باتون مین سے ایک کا اختیار ہے، یا اُسکو واپس کردو یا مجھ سے علیحدہ ہوجاؤ، انھون نے کہا کہ مین آپ کو اُس پر اور اُس سے کئی گنہ بیش قیمت جواہرات پر ترجیح دیتی ہون، چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اوسکو بیت المال مین داخل کر دیا، اُنکے بعد جب یزید خلیفہ ہوا تو اُسنے اُس جواہر کو پھر فاطمہ کو دینا چاہا مگر اُنھون نے انکار کر دیا،

اسکے بعد عام طور پر لوگون کے اموال مغصوبہ واپس دلائے، ابن سعد نے طبقات مین لکھا ہے کہ امیر معاویہ کے زمانہ سے لیکر اُنکے زمانہ تک جو جائدادین غصب کرلی گئی تھین انھون نے سب واپس دلادین اور یہ سلسلہ تا دمِ مرگ قائم رہا، حقوق کی واپسی کے لئے کسی قطعی شہادت یا حجت کی ضرورت نہ تھی، بلکہ جو شخص دعویٰ کرتا تھا معمولی سے معمولی ثبوت پر اُسکا مال واپس ملجاتا تھا[۲]، ایک بار بدؤن نے دعویٰ کیا کہ انھون نے ایک قطعہ زمین آباد کیا تھا جسکو عبد الملک نے اپنی بعض اولاد کو دیدیا حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ زمین خدا کی زمین ہے، اور بندے خدا کے بندے ہین جسنے بنجر زمین کو آباد کیا وہ اُسکا حق ہے" یہ کہکر زمین بدون کو واپس دلادی،

ان ذاتی سرگرمیون کے ساتھ امراء و عمال کو ہدایتین بھیجتے رہتے تھے کہ وہ بھی اسی ستعدی کے ساتھ اموال مغصوبہ کو واپس دلائین، ابو الزناد کا بیان ہے کہ عراق مین ہمکو حضرت عمر بن عبد العزیز نے لکھا کہ ہم اہل حقوق کے حقوق واپس دلادین، چنانچہ ہم نے اس کام کو شروع کیا تو عراق کا بیت المال بالکل خالی ہوگیا، اور حضرت عمر بن عبد العزیز کو شام سے روپیہ بھیجنا پڑا، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کہتے ہین کہ عمر بن عبد العزیز کی کوئی تحریر ایسی نہین آتی تھی جسمین اموال مغصوبہ کی واپسی، احیاء سنت،

[۱] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۵۶، [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز،

اماتت بدعت، یا تقسیم و تقرری عطیہ کی ہدایت درج نہ ہو، ایک بار اُنکو لکھ بھیجا کہ دفتر کا جائزہ لین اور قدیم عمال نے کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کیا ہو تو اُسکا مال واپس کردین، اور اگر وہ خود زندہ نہ ہو تو اُسکے ورثہ کو دیدین،

جو عمال اُنکے اس حکم مین لیت و لعل کرتے تھے اُن سے بہت ناراض ہوتے تھے، عروہ یمن کے عامل تھے، ایک بار انہون نے اس معاملہ مین لیت و لعل کی تو انکو لکھا کہ "مین تمکو لکھتا ہون کہ مسلمانون کے اموال مغصوبہ کو واپس کردو اور تم اسکے متعلق مجھ سے سوال و جواب کرتے ہو، تمھین یہ معلوم نہین ہی کہ میرے اور تمھارے درمیان کس قدر بُعد مسافت ہے، اور تمکو اپنی موت کے وقت کی بھی خبر نہین، اگر مین تم کو لکھتا ہون کہ ایک مسلمان کی غصب شدہ بکری واپس کردو تو تم لکھتے ہو کہ وہ بھوری ہو یا سیاہ، مسلمانون کا مال واپس کرو اور مجھ سے اس معاملہ مین خط و کتابت نہ کرو"،

بعض عمال جو انکی طرف سے مقرر ہو کر جاتے تھے وہ خود اطلاع دیتے تھے کہ ہم سے پہلے جو عمال تھے انھون نے بہ جبر خدا کا مال غصب کر لیا تھا اگر امیر المومنین کا ارشاد ہو تو یہ مال انسے ضبط کر لیا جائے، حضرت عمر بن عبد العزیز انکو حکم لکھوا دیتے تھے کہ اس معاملہ مین مجھ سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہین اگر شہادت ہو تو شہادت کے رد سے اور اقرار ہو تو اقرار کے رو سے مال واپس لو ورنہ حلف لیکر چھوڑ دو، عدی بن ارطاۃ اور عبد الحمید کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا،[1]

بیت المال سے جو رقمین واپس دلاتے تھے انکے متعلق پہلے یہ حکم دیا تھا کہ جب سے وہ بیت المال مین داخل ہین اُسیوقت سے اُنکی زکوۃ وصول کی جائے لیکن بعد کو یہ حکم منسوخ کر دیا اور صرف ایک سال کی زکوۃ لی،[2]

---

[1] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۸۴، [2] طبقات تذکرہ عمر بن عبد العزیز، جن واقعات کے متعلق حوالہ نہین دیا گیا ہے وہ سب سیرۃ عمر بن عبد العزیز کے انیسوین باب سے ماخوذ ہین، بقیہ معلومات جن کتابون سے لیگئی ہین انکا حوالہ دیدیا گیا ہے۔

اموال مغصوبہ کی واپسی کا اثر خاندان بنوامیّہ پر

حضرت عمر بن عبد العزیز کے اس طرز عمل کا اثر مختلف لوگون پر مختلف پڑا، خوارج کے فرقہ نے جو ہمیشہ خلفاء کے مقابلہ مین علم بغاوت بلند کرتا رہتا تھا اس عدل وانصاف کا حال سنا تو سب نے مجتمع ہوکر صاف کہدیا کہ اب اس شخص سے جنگ کرنا ہمارے لئے مناسب نہین[1] لیکن تمام خاندان بنوامیّہ دفعتہً برہم ہوگیا، اولاً تو ذاتی جائداد کا ہاتھ سے نکل جانا خود اشتعال کا سبب ہوسکتا تھا، اُسکے ساتھ قدیم تفوق و امتیاز نے اُنکے لئے مساوات کو بالکل خواب فراموش بنا دیا تھا، اسلئے اُنھون نے اپنے آپکو تمام مسلمانون کیساتھ ایک سطح پر دوش بدوش کھڑا ہوا دیکھا تو انکو اپنی سخت ذلت محسوس ہوئی، سب سے بڑی بات یہ تھی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے اس طرز عمل سے ان لوگون کو یقین ہوگیا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز سے پہلے خلفاء بنوامیّہ نے جو روش اختیار کی تھی وہ شرعاً ناجائز اور عدل وانصاف کے مخالف تھی، اسلئے اس خاندان کو اپنے پورے سلسلہ کا دامن داغدار نظر آتا تھا، چنانچہ اس خاندان کے مختلف افراد نے مختلف طریقون سے خود حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے اسکا اظہار کیا،

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیز نے تمام مروانی خاندان کو جمع کرکے کہا کہ "اے بنی مروان تم کو بہت سے حصے، بہت سی عزتین، اور بہت سی دولت ملی تھی، اور مین خیال کرتا ہون کہ تمام امت کا نصف یا ثلث مال تمھارے قبضہ مین آگیا تھا" سب نے یہ سنکر خاموشی اختیار کی حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ "جواب دو" سب نے یکزبان ہوکر کہا کہ "جب تک ہمارا سر ہمارے دھڑ سے الگ نہ ہوجائے ہم نہ اپنے آباؤ اجداد کی تکفیر کرسکتے، نہ اپنی اولاد کو محتاج بنا سکتے" ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیز

---

[1] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۴۵،

ہشام بن عبد الملک کے سامنے گذشتہ مظالم کا ذکر کر رہے تھے، ہشام بے اختیار بول اٹھا کہ "خدا کی قسم ہم نہ اپنے آباؤ اجداد پر عیب لگا سکتے، نہ اپنی قوم مین اپنی عزت کو برباد کر سکتے"،

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے بہت سی لونڈیان پیش کی جا رہی تہین، اتفاق سے عباس بن الولید بن عبد الملک بھی اس موقع پر موجود تھا اور جب کوئی دلفریب لونڈی سامنے سے گذرتی تھی تو کہتا تھا کہ "اے امیر المومنین اسکو خود لے لیجئے" جب اُس نے بار بار اس فقرے کا اعادہ کیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کیا تم مجھے زنا کی ترغیب دیتے ہو؟ عباس وہان سے اٹھا اور خاندان کے چند افراد سے کہا کہ "ایسے شخص کے دروازے پر کیون بیٹھتے ہو جو تمہارے آبا و اجداد کو زانی کہتا ہے"

اِن اسباب سے تمام مروانی خاندان نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے اس عادلانہ طرز عمل کو نہایت ناپسندیدگی کے ساتھ دیکھا، اور انکو مختلف طریقون سے اس سے روکنا چاہا، عمر بن الولید بن عبد الملک نے انکو ایک نہایت سخت خط لکھا جسکا خلاصہ یہ ہے،

تم نے گذشتہ خلفا پر عیب لگایا ہے، اور انکی اور انکی اولاد کی دشمنی سے انکے مخالف روش اختیار کی ہے، تم نے قریش کی دولت اور انکی میراث کو ظلم وعدوان سے بیت المال مین داخل کرکے قطع رحم کیا ہے، اے عبد العزیز کے بیٹے، خدا سے ڈرو اور اس کا خیال کرو کہ تم نے ظلم کیا ہی تم نے منبر پر بیٹھنے کے ساتھ ہی اپنے خاندان کو ظلم وجور کے لئے مخصوص کر لیا، اوس خدا کی قسم جس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت سی خصوصیات کے ساتھ مختص کیا تم اپنی اس حکومت مین جس کو تم مصیبت کہتے ہو خدا سے بہت دور ہو گئے، اپنی بعض خواہشون کو روکو اور یقین کرو کہ تم ایک جبار کے سامنے اور اُسکے قبضہ مین ہو اور اس حالت پر چھوڑے نہین جا سکتے،

حضرت عمر بن عبد العزیز اگرچہ سراپا حلم تھے تاہم اس معاملہ مین انھون نے کسی قسم کی نرمی اختیار نہین کی اور اُسکو نہایت سخت جواب لکھا جسکا ترجمہ یہ ہی،

مجھے تمہارا خط ملا، اور جیسا تم نے لکھا ہی مین ویسا ہی جواب دونگا، تمہاری ابتدائی حالت یہ ہی کہ تمھاری مان بنانہ سکون کی لونڈی ہے جو حمص کے بازارون میں ماری ماری پھرتی تھی اور شراب کی دوکانون مین جایا کرتی تھی اوسکو ذبیان بن ذبیان نے مسلمانون کے مال غنیمت سے خریدا اور تمھارے باپ کو ھدیتہً دیا، اوسی سے تم پیدا ہوئے، توکسقدر بری ہی مان، اور کسقدر برا ہی بچہ، اسکے بعد تم نشو ونما پاکر ایک معاند اور ظالم ہوے، تمہارا خیال ہے کہ مین ظالمون مین سے ہون، مین نے تم کو اور تمہارے خاندان کو خدا کے مال سے جسمین اہل قرنلی، مساکین، اور بیواؤنکا حق ہے محروم کردیا، لیکن مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کے عہد کو چھوڑ دینے والا وہ شخص ہے جس نے تمکو بچپن اور سفاہت کی حالت مین مسلمانونکی ایک چھاونی کا افسر مقرر کیا، اور تم اپنی رائے کے موافق اُنکے معاملات کا فیصلہ کرتے رہے، اس تقرر کا بجز محبت پدری کے اور کوئی مقصد نہ تھا، پس پھٹکار ہو تجھپر اور پھٹکار ہو تیرے باپ پر قیامت کے دن تمہارے کسقدر مدعی ہونگے اور تمہارا باپ اپنے مدعیون سے کیونکر نجات پائیگا،

مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کے عہد کا چھوڑنے والا وہ شخص ہی جس نے حجاج کو عرب کے خمس پر مقرر کیا جو حرام خون بہاتا تھا اور حرام مال لیتا تھا،

مجھ سے زیادہ ظالم، اور مجھسے زیادہ خدا کے عہد کا چھوڑنے والا وہ شخص ہی جسنے قرہ بن شریک جیسے اجھڈ بدو کو مصر کا عامل مقرر کیا جسنے راگ باجہ لہو ولعب اور شراب خواری کی اجازت دی، مجھ سے زیادہ ظالم اور خدا کے عہد کا چھوڑنے والا وہ شخص ہی جس نے عرب کے خمس مین عالیہ بربریہ کا حصہ مقرر کیا،

اگر مجھے فرصت ہوتی تو مین تجھکو اور تیرے خاندان کو روشن راستے پر لاتا، ہم نے مدتون حق کو چھوڑ دیا، اگر تم فروخت کئے جاؤ اور تمھاری قیمت یتیمون مسکینون اور بیواؤن پر تقسیم کی جائے

تو کافی نہ ہو گی کیونکہ تم مین سب کا حق ہے، ہم پر سلام ہو، خدا کا سلام ظالمون کو نہین پہونچتا،

ایک بار تمام خاندان نے انکی خدمت مین ہشام بن عبد الملک کو اپنا وکیل بنا کر روانہ کیا ہشام نے آکر کہا کہ "اے امیر المومنین مین آپ کی خدمت مین آپ کے تمام خاندان کی طرف سے قاصد بنکر آیا ہون اور انکے دل کی بات کہتا ہون، وہ لوگ کہتے ہین کہ آپ اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کیجیے، اور انکے قدیم حقوق کو قائم رہنے دیجیے" حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ "اگر تمھارے سامنے ایک معاملہ کے متعلق دو دستاویزین پیش کیے جائین، جنمین ایک معاویہ کا لکھا ہوا اور ایک عبد الملک کا تو تم دونون مین سے کس پر عمل کرو گے؟ ہشام نے کہا "جو مقدم ہو گا اسپر عمل کرینگے" اب حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا "تو مین کتاب اللہ کو سب سے مقدم پاتا ہون اور مین اسی پر ہر اس شخص کو اور ہر اس چیز کو جو میرے زیر حکومت ہی، یا میرے پہلے خلفاء کے زیر حکومت تھی چلانے کی کوشش کرونگا" اسپر سعید بن خالد بن عمرو بن عثمان نے کہا کہ "جو چیزین آپ کے زیر فرمان ہین ان پر حق و انصاف کے ساتھ حکومت کیجیے، لیکن گذشتہ خلفاء کی برائی اور بھلائی کو اپنے حال پر رہنے دیجیے، اور یہ آپ کے لئے کافی ہو گا"

حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ "اگر ایک شخص چند چھوٹے، بڑے بچے چھوڑ کر مرجائے اور بڑے لڑکے، چھوٹے بچون کی دولت خود صرف کر ڈالین اور چھوٹے بچے تمھارے سامنے انکے طرز عمل کی شکایت کرین، تو تم کیا کرو گے؟ خالد نے کہا "مین انکے تمام حقوق واپس دلاؤنگا" حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا "میرے نزدیک بہت سے خلفاء اور انکے اتباع نے لوگون پر زبردستی کی، اور جب مین خلیفہ ہوا تو ان لوگون نے مجھ سے دادرسی چاہی اور مین نے اسکے سوا کوئی تدبیر نہین دیکھی کہ قوی سے لیکر ضعیف کو واپس دلاؤن" خالد اس موثر تقریر کو سنکر بول اٹھا کہ خدا امیر المومنین کو توفیق دے،

ایک بار تمام خاندان کے لوگ انکے دروازے پر جمع ہوئے، اور انکے صاحبزادے عبد الملک سے کہا کہ "یا تو ہمین باریابی کی اجازت دلوا دو یا خود ہمارا پیغام امیر المومنین تک پہونچا دو" انھون نے

پیغام پہونچانے پر ہامی بھری، توسب نے کہا کہ اُن سے پہلے جو خلفار تھے وہ ہمکو عطیہ دیتے تھے اور ہمارے مراتب کا لحاظ رکھتے تھے، لیکن تمھارے باپ نے ہمکو بالکل محروم کردیا، اُنھون نے جاکر یہ پیغام سنایا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ "جاکر کہدو کہ میرا باپ کہتا ہی کہ اگر مین اپنے خدا کی نافرمانی کرون تو قیامت کے غذاب سے ڈرتا ہون"

اب سب نے آخری تدبیر یہ کی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی پھوپھی کو انکی خدمت مین بھیجا، وہ آئین تو کہا کہ "تمھارے قرابت دار شکایت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تمنے اُنسے غیر کی دی ہوئی روٹی چھین لی" حضرت عمر بن عبدالعزیز بولے کہ "مینے انکا کوئی حق نہین روکا" وہ بولین کہ "سب لوگ اسکے متعلق گفتگو کرتے ہین، اور مجھے خوف ہی کہ تمہارے خلاف بغاوت نہ کردین" حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ "اگر مین قیامت کے سوا کسی دن سے ڈرون تو خدا مجھے اُسکی برائیون سے نہ بچائے" اسکے بعد ایک اشرفی، گوشت کا ایک ٹکڑا، اور ایک انگیٹھی منگوائی اور اشرفی کو آگ مین ڈالدیا، جب وہ خوب سرخ ہوگئی تو اُسکو اٹھاکر گوشت کے ٹکڑے پر رکھدیا جس سے وہ بھن گیا، اب پھوپھی کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ اپنے بھتیجے کیلئے اس قسم کے عذاب سے پناہ نہین مانگتین؟

دوسری روایت مین ہے کہ اُنھون نے کہا کہ "اے پھوپھی! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو ایک نہر پر چھوڑدیا، پھر ایک شخص (ابوبکر) اس نہر کا مالک ہوا جسنے اُسمین کسی قسم کا تغیر نہین کیا پھر ایک دوسرا شخص (عمر) اُس نہر کا مالک ہوا اور اُسنے اُس سے ایک چھوٹی سی نہر نکالی اُسکے بعد اور لوگون نے اُس سے متعدد نہرین نکالین، یہان تک کہ اُسمین ایک قطرہ پانی نہ رہا اور وہ بالکل خشک ہوگئی خدا کی قسم اگر مین زندہ رہا تو تمام نہرون کو پاٹ کر پہلی نہر کو جاری کرونگا"

اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز پر ان شورشون اور ان سفارشون کا کوئی اثر نہین ہوا تاہم اُنھون نے مختلف اخلاقی طریقون سے اپنے خاندان کی ناراضی کو کم کیا، ایک بار سلیمان بن عبدالملک

کا صاحبزادہ انکی خدمت مین حاضر ہوا اور اپنی جاگیر کی واپسی کا مطالبہ کیا، اور آستین سے ایک تحریر نکالی جسکو حضرت عمر بن عبد العزیز نے پڑھکر کہا کہ یہ زمین کسکی تھی؟ اُسنے کہا حجاج کی" بولے "تو مسلمان اسکے سب سے زیادہ مستحق ہین، اُسنے کہا تو اے امیر المومنین آپ میری دستاویز کو واپس دیجیے" بولے کہ اگر تم خود اسکو نہ لائے ہوتے تو مین اسکو تم سے نہ مانگتا، لیکن اب جبکہ تم خود اسکو لائے تو مین تمکو اجازت نہ دونگا کہ بطریق باطل اسکے ذریعہ سے مطالبہ کرو" وہ یہ سنکر رو پڑا،

ایک دن چند مروانیون کو اپنے یہان روک رکھا اور باورچی سے کہدیا کہ کھانے مین جلدی نہ کرنا، دن چڑھگیا تو یہ لوگ بھوک سے بیتاب ہوگئے، اور باورچی سے کھانے کا تقاضا کیا اُسنے انکو ستو اور کھجورین کھلائین، جب وہ لوگ ان چیزون کو پیٹ بھر کے کھا چکے تو باورچی کھانا لایا، لیکن اُن لوگون نے کھانے سے انکار کیا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے بار بار اصرار کیا لیکن ان لوگون نے کہا کہ اب ہم کھا ہی نہین سکتے، اب حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا تو پھر آگ مین کیون گھستے ہو، یعنی جب اسقدر سادہ غذا انسان کے لئے کافی ہوسکتی ہے، تو وہ پیٹ بھرنے کیلئے ناجائز ذریعہ معاش کیون اختیار کرتا ہے، یہ کہکر خود روئے اور اُن لوگون کو بھی رُلایا[1]،

---

[1] یہ تمام واقعات سیرۃ عمر ابن عبد العزیز کے بیسوین باب مین مذکور ہین بعض واقعات طبقات ابن سعد مین بھی ہین،

غزوات وفتوحات

حضرت عمر بن عبد العزیز اگرچہ اسلام کی تاریخ مین بحیثیت ایک فاتح کے مشہور نہین ہین تاہم انکا عہد حکومت فوجی ہنگامہ آرائیون سے بالکل خالی نہین ہے، اُنکے زمانے مین جو لڑائیان پیش آئین، انکا سلسلہ اُنکی خلافت کے ساتھ ساتھ شروع ہوا اور اُنکی وفات تک قائم رہا، روم کو سلیمان بن عبد الملک کے زمانے مین جو فوج بھیجی گئی تھی وہ رسد کی کمی سے سخت مصیبت مین مبتلا تھی، حضرت عمر بن عبد العزیز نے خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اس فاقہ مست فوج کی طرف نہایت مستعدی کے ساتھ توجہ کی، پانچسو عمدہ گھوڑے اور کافی غلہ روانہ کیا اور تمام مسلمانون کو فوجی اعانت کی طرف توجہ دلائی اور مسلمہ بن عبد الملک کو تمام فوج کے ساتھ واپس بلا لیا[1]،

اسی سال ترکون نے آذربائجان پر حملہ کیا، اور بہت سے مسلمانون کو قتل اور بہت سے مسلمانونکو گرفتار کر لیا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس فتنہ کے انسداد کیلیے ابن حاتم بن النعمان الباہلی کو روانہ کیا، اُنھون نے جاکر اُنکی جماعت کے اکثر افراد کو تہ تیغ کر دیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین پچاس آدمیون کو قید کر کے روانہ کیا[2]،

مغربی مہم یعنی اندلس وغیرہ کی طرف اُنھون نے جو فوجین روانہ کین اُنکے لئے نہایت کثرت سے ساز و سامان مہیا کئے، چنانچہ ایک افسر فوج کو لکھا کہ "جب مغربی مہم پیش آئے تو کسی شخص کو وہان جانیکی اُسوقت تک اجازت نہ دو، جبتک وہ جماعت ساز و سامان اور پیادہ و سوار سپاہیون کی پشتپناہی

---

[1] طبری صفحہ ۱۳۴۶ و سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۵۶،

[2] طبری صفحہ ۱۳۶۴

سے قوت کا کافی سرمایہ فراہم نہ کرلے تاکہ صحیح وسلامت واپس آئین تو سب آئین، اور ہلاک ہون تو سب ہون[1]۔

ہندوستان مین خلفاء بنوامیہ کی فوجی ہنگامہ آرائی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور حکومت سے بہت پہلے شروع ہوگئی تھی، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی ان کے فتوحات کے حدود مین کسیقدر اضافہ کیا، چنانچہ عمرو بن مسلم الباہلی نے جو ہندوستان مین حضرت عمر بن عبدالعزیز کا عامل تھا ہندوستان کے بعض حصون پر فوج کشی کی اور فتوحات حاصل کین[2]،

یہ وہ لڑائیان ہین جو غیر قومون کے مقابل مین پیش آئین لیکن سنہ ۱۰۰ھ مین عراق مین فرقہ حروریہ نے خروج کیا چونکہ یہ مسلمانون کا مقابلہ مسلمانون کے ساتھ تھا اسلیے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خبر ہوئی تو اُنھون نے اپنے عامل عبدالحمید کو لکھا کہ "جب تک یہ لوگ خونریزی اور فتنہ فساد نہ کرین اُن سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے، ایک مستقل مزاج اور دور اندیش آدمی کے ساتھ فوج بھیجدی جائے اور میرا یہ حکم سنا دیا جائے"، عبدالحمید نے محمد بن جریر بن عبداللہ البجلی کو دوہزار سپاہیون کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا حکم سنا کر روانہ کردیا، اسکے ساتھ خود حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بسطام کو جو خوارج کا سردار تھا ایک خط لکھا جسمین اوسکو ان الفاظ مین دعوت اصلاح دی اور اُسکے خروج کا سبب پوچھا،

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے خدا اور خدا کے رسول کی حمایت مین خروج کیا ہے، لیکن تم کو اسکا مجھ سے زیادہ حق نہین ہے آؤ ہم تم باہم مناظرہ کرلین اگر ہم حق پر ہون تو تم تمام لوگون کی طرح حلقۂ اطاعت مین داخل ہوجاؤ اور اگر تم حق پر ہو تو ہم اپنے معاملہ پر غور کرینگے،

بسطام نے اس خط کے جواب مین لکھا کہ "آپ نے جو کچھ کیا اقتضائے انصاف یہی تھا، مین آپ کی خدمت مین دو شخص بھیجتا ہون جو آپ سے مناظرہ کرینگے"، چنانچہ یہ دونون شخص آئے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز، [2] فتوح البلدان صفحہ ۴۴۴،

سوال کیا کہ آپ نے اپنے بعد یزید کو کیون خلیفہ مقرر کیا؟ حضرت عمر بن عبد العزیز نے جواب دیا کہ "اُسکو دوسرے نے خلیفہ بنایا ہی" اُس نے کہا کہ اگر کسی دوسرے کا مال آپ کی ولایت مین آئے اور آپ اُسکو ایک غیر مستدین شخص کے حوالے کردین تو کیا آپ نے حق امانت ادا کیا؟ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُسکے جواب کیلئے تین دن کی مہلت مانگی اور وہ دونون اُنکے پاس سے چلے گئے۔[۱]

طبقات ابن سعد مین عون بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ "مجھکو حضرت عمر بن عبد العزیز نے خوارج کے مقابلہ مین بھیجا، مینے اُن سے پوچھا کہ عمر بن عبد العزیز پر تمھارا کیا اعتراض ہی؟ اُنھون نے جواب دیا کہ ہم کو اُن پر صرف یہ اعتراض ہے کہ وہ اپنے خاندان کے گذشتہ خلفار پر لعنت نہین بھیجتے اور یہ اُنکی کمزوری ہے"[۲]

سیرۃ عمر بن عبد العزیز مین اس مناظرے کی تفصیل اس طرح لکھی ہی کہ یحییٰ غسانی نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو اطلاع دی کہ موصل کے اطراف مین حروریہ فرقہ کے چند لوگ جمع ہوئے ہین، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُنکو لکھا کہ اُنمین سے چند مناظر ڈاک کی سواری پر بھیجدئے جائین، اُنھون نے اس قسم کے چند اشخاص بھیجے، اور اُن لوگون نے آکر کہا کہ جب تک آپ اپنے خاندان والون کی تکفیر نہ کرین، اُن پر لعنت نہ بھیجین اُنسے تبری نہ کرین ہم آپ کی اطاعت نہین کرسکتے" حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ "خدا نے مجھکو لعنت بھیجنے کے لئے نہین پیدا کیا ہے، البتہ اگر ہم اور تم دونون زندہ رہے تو مین تم کو اور اپنے خاندن کو، راہ راست پر لاونگا" لیکن جب اُنھون نے اسکو تسلیم نہین کیا، تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ تمھارے مذہب مین سچ کے سوا اور کسی چیز کی گنجائش نہین ہے، بتاؤ تم نے کب سے یہ مذہب اختیار کیا ہی؟، اُنھون نے سالون کی تعداد بتائی، بولے تو کیا تم نے فرعون پر لعنت بھیجی، اور اُس سے تبری کی؟ اُنھون نے کہا "نہین" حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا "تو تم نے اُسکو کیونکر چھوڑ دیا؟ میرے خاندان مین تو میرے پہلے ہر قسم کے لوگ تھے تو کیا اُن سے چشم پوشی کرنا میرے لئے جائز نہ تھا؟ اس بحث و مباحثہ کے بعد اُن کو ایک خط

---

[۱] طبری صفحہ ۱۳۴۴ و ۱۳۴۹۔ [۲] طبقات تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز۔

لکھا جسمین ان الفاظ مین دعوت اصلاح دی،

"خداوند تعالیٰ فرماتا ہی،

ادع الی سبیل ربک بالحکمة الموعظة الحسنة | اپنے خدا کے راستے کی طرف لوگونکو حکمت اور موعظت حسنہ

وجادلہم بالتی ھی احسن | کیساتھ دعوت دو اور اُنسے بہتر طریقہ سے مباحثہ کرو،

اور مین تمھین خدا کو یاد دلاتا ہون کہ تم اپنے اُن بزرگون کیسے کام کرو جو اپنے ملکون سے شیخیان مارتے ہوئے، اور لوگونکے سامنے اپنی نمایش کرتے ہوئے نکلے، وہ لوگ خدا کی راہ سے روکتے تھے، اور جو کچھ وہ لوگ کرتے تھے خدا اُن پر حاوی تھا، کیا تم میرے گناہ کی وجہ سے اپنے دین سے نکل رہے ہو، خونریزی کرتے ہو، اور محرمات کی ھتک کرتے ہو، اگر ابوبکر اور عمرؓ کے گناہ انکی رعایا کو اُنکے دین سے خروج کرنے پر آمادہ کرتے تو اُنکے بھی گناہ تھے، لیکن تمھارے آبا، واجداد انکی جماعت مین تھے اور وہ اس سے نہین نکلے، پھر تم جو چالیس پچاس آدمی ہو کیون سلمانون کے مقابل مین خروج کرتے ہو، مین قسم کھا کر کہتا ہون کہ اگر تم لوگ میری اولاد ہوتے اور مین جس امر حق کی طرف دعوت دیتا ہون اوس سے روگردانی کرتے تو مین، خالصتہً لوجہ اللہ تمھارا خون بہاتا یہ میری نصیحت ہی، اگر اسپر بھی تم نے ظلم کیا تو نصیحت کرنے والون پر ہمیشہ ظلم کیا گیا ہے،"

اسکے ساتھ اپنے عامل کو لکھا کہ اگر وہ کسی ذمی یا مسلمان سے تعرض کئے بغیر ممالک محروسہ مین پھرتے رہین تو انکو اختیار ہی کہ جہان چاہین جائین لیکن اگر اُنھون نے کسی ذمی یا مسلمان کی جان و مال سے تعرض کیا تو اُنکے معاملہ کا فیصلہ خدا سے چاہو[1] لیکن خوارج پر اس بحث و مباحثہ اور وعظ و پند کا کچھ اثر نہ ہوا اُنھون نے لوگون کے مال و دولت پر دست تطاول دراز کیا اور ڈاکے ڈالے، اب حضرت عمر بن عبد العزیز نے حسب ذیل پابندیون کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی،

---

[1] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۷۸،۷۷

۱۔ عورت، بچے، قیدی قتل نہ کئے جائین، اور زخمیون کا تعاقب نہ کیا جائے،[1]

۲۔ فتح کے بعد جو مال غنیمت ہاتھ آئے وہ اُنکے اہل وعیال کو واپس دیدیا جائے،

۳۔ قیدی اُسوقت تک مقید رکھے جائین جبتک وہ راہ راست پر نہ آجائین،

ان پابندیون کے ساتھ عبد الحمید نے اُن پر حملہ کیا، اور سوء اتفاق سے شکست کھائی، حضرت عمر بن عبد العزیز کو شکست کا حال معلوم ہوا تو مسلمہ بن عبد الملک کی سپہ سالاری مین اہل شام کی ایک فوج مرتب کر کے بھیجی، اور مسلمہ نے چندہی روز مین ان پر غلبہ حاصل کر لیا،[2]

حضرت عمر بن عبد العزیز کے کارنامہائے جنگ مین بحری لڑائیون کا مطلق پتہ نہین چلتا، بلکہ زرقانی مین ہو کہ حضرت عثمان رض کے زمانے سے بحری لڑائیون کا جو سلسلہ شروع ہو کر برابر قایم رہا، اُسکو حضرت عمر بن عبد العزیز نے بالکل روک دیا، لیکن علامہ ابن عبد البر نے اسکی یہ تاویل کی ہی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے بحری تجارت کی روک ٹوک کی تھی، جہاد اور حج کے لئے وہ اسکی ممانعت نہین کر سکتے تھے،[3] بہرحال حضرت عمر بن عبد العزیز کا بحری کارنامہ صرف یہ ہے کہ جب رومیون نے ۱۰۰ھ مین لاذقیہ کے ساحل پر حملہ کر کے شہر کو برباد کر دیا اور باشندون کو گرفتار کر کے لیگئے، تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے شہر کی آبادی اور ساحل کی قلعہ بندی کا حکم دیا اور قیدیون کی رہائی کے لئے فدیہ بھیجا، لیکن ۱۰۱ھ مین اُنکا انتقال ہو گیا، اور یزید بن عبد الملک نے اس کام کو پورا کیا، ایک روایت مین ہو کہ شہر کی تعمیر اور قلعہ بندی کا کام خود حضرت عمر بن عبد العزیز ہی کے عہد مین مکمل ہو گیا تھا۔[4]

---

[1] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۰۰، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز،

[3] زرقانی جلد ۱ صفحہ ۳۲۰، [4] فتوح البلدان صفحہ ۱۳۹۔

عمال کی معزولی

بنوامیہ کی جابرانہ حکومت کا اثر صرف اُنہی تک محدود نہ تھا، بلکہ اُنسے زیادہ اُنکے عمال رعایا کی، خون آشامی کے خوگر ہو گئے تھے، اسلئے جبتک اس قسم کے عمال کو عبرت انگیز طریقے سے معزول نہ کیا جاتا وہ نظام سلطنت قائم نہ ہو سکتا جسکا سنگ بنیاد حضرت عمر بن عبدالعزیز عدل و انصاف کی سطح پر رکھنا چاہتے تھے، اسلئے اُنھون نے اموال مغصوبہ کی واپسی کے بعد اس قسم کے اجزا کو اس عادلانہ نظام حکومت کی ترکیب سے الگ کرنا چاہا اور اس سلسلہ مین سب سے پہلے یزید بن مہلب کو معزول کیا، یزید بن مہلب کو حضرت عمر بن عبدالعزیز ابتدا ہی سے ناپسند فرماتے تھے اور یزید بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ریاکار خیال کرتا تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ مقرر ہوئے تو اُنھون نے سنہ ۹۹ھ مین اسکو لکھا کہ تم کسی کو اپنی گورنری پر مامور کرکے چلے آؤ، یزید اس حکم کے مطابق اپنے لڑکے مخلد کو اپنا قائم مقام کرکے مع کل، ساز و سامان کے[1] خراسان سے واسط آیا اور واسط سے کشتی مین سوار ہو کر بصرہ کی طرف روانہ ہوا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کے نام اُسکی گرفتاری کا فرمان پہلے ہی سے بھیجدیا تھا، چنانچہ عدی نے موسیٰ بن الوجیہ الحمیری کو اُسکی گرفتاری کے لئے روانہ کیا اور اُسنے نہر معقل مین بصرہ کے پل کے پاس اُسکو گرفتار کیا اور وہان سے عدی نے اُسکو پابزنجیر دارالخلافت کی طرف روانہ کیا، یزید حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے پیش کیا گیا تو اُنھون نے کہا کہ مجھے سلیمان بن عبدالملک کے نام سے تمھارا ایک خط ملا ہے جسمین تم نے لکھا ہے کہ ۲ کروڑ کی رقم جمع ہوئی ہے، اب وہ رقم کہان ہے؟ اُسنے پہلے تو انکار کیا

---

[1] یعقوبی مین ہے کہ وہ کل ساز و سامان لیکر اسلئے روانہ ہوا تھا کہ اسکو خراسان والون پر اطمینان نہ تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود اہل خراسان اُس سے برگشتہ تھے،

لیکن پھر کہا کہ مجھے اجازت دیجیے کہ مین لوگون سے لیکر یہ رقم واپس کر دون" حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ ایک بار تو لے چکے اب پھر دوبارہ انھین سے لینا چاہتے ہو؟ یہ یعقوبی کی روایت ہے[1] لیکن تاریخ طبری مین ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُس سے اس رقم کا مطالبہ کیا تو اُسنے کہا کہ سلیمان کے دربار مین مجھے جو درجہ حاصل تھا آپ کو معلوم ہے اپنے سلیمان کو اس رقم کی اطلاع اس غرض سے دی تھی کہ لوگونکو اُسکا حال معلوم ہو جائے، کیونکہ مجھے یقین تھا کہ سلیمان مجھ سے اُسکا مطالبہ نہ کریگا، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ "خدا سے ڈرو اور اپنی امانت ادا کرو یہ مسلمانون کے حقوق ہین اور مین اونکو واگذاشت نہین کر سکتا" یہ کہکر اُسکو قید خانے مین بھیجدیا[2] اور جراح بن عبد اللہ الحکمی کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا،

تاریخ یعقوبی مین ہے کہ جب جراح کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا تو یہ حکم دیا کہ مخلد کو پابند سلاسل (لیکن اسطرح کہ بیڑیان نماز کے ادا کرنے مین خلل انداز نہ ہون) کر کے دربار خلافت مین روانہ کرو، جراح نے اُسکو نہایت عزت کے ساتھ گرفتار کر کے روانہ کیا وہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین حاضر ہوا تو سر پر سفید ٹوپی تھی، اور دامن زمین یا گھٹنون سے اونچے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسکو دیکھکر فرمایا کہ ہم تک جو خبرین پہونچی ہین تمھاری وضع اُسکے خلاف نظر آتی ہے، مخلد نے کہا ہم تو خلفاد کے مقلد ہین اگر تمھارے دامن دراز ہونگے تو ہم بھی دامن ٹکائینگے، اگر تم دامن کو اونچا رکھوگے تو ہم بھی اسکو اونچا رکھینگے"[3]

لیکن تاریخ طبری مین ہے کہ جب جراح خراسان پہونچے تو مخلد وہان سے روانہ ہوا اور جس ضلع سے گذرا وہان کے لوگون کو نہایت فیاضی کے ساتھ روپیے دیے، حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین حاضر ہوا تو حمد و نعت کے بعد عرض کی کہ خدا نے آپ کو خلیفہ بنا کر تمام امت پر

---

[1] یعقوبی مطبوعہ یورپ صفحہ ۳۶۲ [2] طبری صفحہ ۱۳۵۰، [3] یعقوبی صفحہ ۳۶۲،

احسان کیا صرف ہم لوگ آپکی وجہ سے مبتلائے مصیبت ہوئے ہمکو آپ کی خلافت مین گرفتار مصائب نہ ہونا چاہیے، آپنے اس بڈھے (یزید) کو کیون قید کیا ہے؟ اس پر جو مطالبہ عائد ہوتا ہے مین ادا کرتا ہون آپ مجھ سے مصالحت کیجیے" حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ "جب تک تم کل مطالبہ ادا نہ کروگے صلح نہین ہوسکتی" اُس نے کہا "اگر آپ کے پاس شہادت ہو تو اُسکے مطابق عمل فرمائے اور اگر شہادت نہ ہو تو یزید کو سچا مانئے، ورنہ اس سے حلف لیجیے اگر وہ حلف لینے سے انکار کرے تو اُس سے صلح کیجیے" حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ "مین کل رقم لینے کے سوا کوئی صورت نہین پاتا" اِس گفتگو کے بعد مخلد واپس آیا اور چند ہی دنونکے بعد مر گیا، اب یزید نے اس رقم مین سے ایک حبہ کی ادا کرنے سے بھی انکار کیا، اسلیے حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُسکو اُون کا ایک جبہ پہنا کر اونٹ پر سوار کرایا، اور دھلک کی طرف جلاوطن کر دیا، یزید جب اس حالت مین لوگون کے سامنے سے گذرا تو بولا کیا میرا کوئی قبیلہ نہین ہے؟ مجھے کیون دھلک کی طرف جلاوطن کیا جاتا ہے؟ وہان تو فاسق، غارتگر، اور مشتبہ لوگ بھیجے جاتے ہین، سبحان اللہ کیا میرا کوئی قبیلہ نہین ہے؟ یزید کی قوم پر ان محرضانہ الفاظ کا اثر پڑا اور وہ نہایت برہم ہوئی، سلامہ بن نعیم الخولانی کو اسکا حال معلوم ہوا تو حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین حاضر ہو کر کہا کہ "یزید کی قوم سخت برہم ہے، اگر آپ نے یزید کو روانہ کیا تو وہ اُسکو راستے ہی مین چھین لے گی" اسلیے حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُسکو قید خانے مین، واپس بلا لیا[1]، اور وہ اُنکے مرض الموت کے زمانے تک قید رہا،

حضرت عمر بن عبد العزیز مرض الموت مین بیمار ہوئے تو مہلب کو ایک اور خواب پریشان نظر آیا، یزید نے آل ابی عقیل پر جو یزید بن عبد الملک کے رشتہ دار تھے مظالم کئے تھے جس کی پاداش مین یزید بن عبد الملک نے قسم کھائی تھی کہ اگر موقع ملا تو یزید کے چمڑے کو کاٹ کر

---

[1] طبری صفحہ ۱۳۵۱،

جوتے کا تلا بناؤن گا، اب یزید کو نظر آیا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعد وہی خلیفہ ہوگا، اور اوسکو اپنی قسم کے پورا کرنے مین کوئی رکاوٹ پیش نہ آئیگی اسلیئے اُسنے قیدخانہ سے بھاگنے کی تدبیر کی اور اپنے غلامون یا چچازاد بھائیون (موالی) کو کہلا بھیجا کہ اس مقصد کے لئے سواریان تیار کر رکھین، حضرت عمر بن عبد العزیز زیادہ بیمار ہوئے تو اُسنے اونٹ طلب کئے، اور قیدخانہ سے نکل بھاگا، اجتماع کیلئے ایک مقام پہلے سے متعین کر لیا گیا تھا یزید وہان پہونچا تو ان لوگون سے ملاقات نہین ہوئی اسلیئے اُسکے رفقا سخت پریشان ہوئے، یزید نے اُنکی پریشانی دیکھی تو کہا کیا مین پھر قیدخانے مین واپس جاؤن؟ خدا کی قسم مین ایسا نہین کرسکتا، چنانچہ وہان سے پھر اپنی بی بی کو ساتھ سوار کرکے روانہ ہوا، اور حضرت عمر بن عبد العزیز کو ایک خط لکھا کہ اگر آپ کی زندگی کا یقین ہوتا تو خدا کی قسم مین نہ بھاگتا، لیکن مجھے یزید بن عبد الملک پر اعتماد نہ تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے یہ خط پڑھا تو بولے کہ خدایا اگر یزید اس امت کے ساتھ برائی کرنا چاہتا ہے تو اسکو اُسکے شر سے بچا، اور اُسکے فریب کو اُسکی طرف لوٹا دے، یزید بن مہلب بھاگتا ہوا حدث زقاق مین پہونچا جہان ہذیل بن زفر قبیلہ قیس کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھا، ان لوگون نے یزید کا تعاقب کیا اور اُسکا کچھ اسباب لوٹ لیا اور چند غلام گرفتار کر لئے[1]،

یزید کے بعد جراح ایک سال پانچ ماہ تک خراسان کا گورنر رہا، لیکن اُسکے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُسکو بھی معزول کر دیا، جسکا سبب یہ ہوا کہ یزید بن مہلب نے اپنے زمانہ گورنری مین جہم بن زحر کو جرجان کا والی مقرر کیا تھا، لیکن جب یزید گرفتار ہوا تو عراق کے عامل نے جہم کی جگہ ایک دوسرے شخص کو وہان کا عامل مقرر کرکے بھیجا، جب وہ وہان پہونچا تو جہم نے اُسکو مع رفقاء کے قید کر دیا، اور خود پچاس آدمیون کے ساتھ خراسان کو روانہ ہوا،

[1] طبری صفحہ ۱۳۷۹ و ۱۳۶۰،

جراح سے ملاقات ہوئی تو اُسنے کہا اگر تو میرا چچازاد بھائی نہ ہوتا تو مین تیری اس حرکت کو گوارا نہ کرتا، جہم نے کہا اگر یہ قرابت نہ ہوتی تو مین تمھارے پاس نہ آتا، اب جراح نے اُسکو اس گناہ کے کفارے کے لئے ایک لڑائی مین بھیجدیا، جہان سے وہ کامیاب آیا، جراح نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو اس کامیابی کی اطلاع دی اور تین شخصون کا وفد بنا کر بھیجا، جن مین دو عرب اور ایک مولی تھا وفد دربار خلافت مین حاضر ہوا تو دونون عرب نے گفتگو کی اور مولی خاموش رہا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُس سے کہا کہ تم بھی تو وفد مین ہو آخر کیون نہین بولتے؟ اب اُسنے موقع پاکر کہا کہ "یا امیر المومنین ۲۰ ہزار موالی جہاد کرتے ہین اور اُنکو وظیفہ نہین ملتا، اور اسی قدر ذمی مسلمان ہوگئے ہین اور اب تک اُن سے خراج لیا جاتا ہے، ہمارا امیر ظالم اور متعصب ہے منبر پر کھڑے ہوکر کہتا ہے کہ مین مہربان ہوکر آیا تھا اور اب مین عصبی ہون، میری قوم کا ایک آدمی دوسری قوم کے سیکڑون آدمیون سے زیادہ مجھکو محبوب ہے، اُسکے ظلم کی انتہا یہ ہے کہ اُسکے کرتے کی آستین اُسکے نصف کرتے تک پہونچتی ہے وہ اب تک حجاج کی ایک تلوار ہے، اور ظلم وعدوان پر عمل کرتا ہے" حضرت عمر بن عبد العزیز نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ "وفد مین ایسے ہی شخص کو آنا چاہئے" اور جراح کو اُسی وقت لکھا کہ "جو لوگ قبلہ رخ نماز پڑھتے ہین اُن کا جزیہ معاف کردو"

اس حکم کا اعلان ہوا تو اس کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ لوگون نے جراح سے کہا کہ "لوگ صرف جزیہ کی ناگواری سے اسلام لارہے ہین ان کا ختنہ کرو تو انکی آزمایش ہوسکیگی" جراح نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو اسکی اطلاع دی تو اُنھون نے لکھا کہ "خدا نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو داعی بنا کر بھیجا تھا نہ کہ خاتن" اسکے بعد لوگون سے کہا کہ "ایک ایسے شخص کا نام بتاؤ جس سے مین خراسان کے حالات دریافت کرون" لوگون نے ابو مجلز کا نام بتایا، اب حضرت عمر بن عبد العزیز نے جراح کو لکھا کہ ابو مجلز کو ساتھ لیکر فوراً چلے آؤ، جراح عبد الرحمان بن نعیم غامدی کو صیغہ جنگ کا اور عبد اللہ بن حبیب کو،

صیغہ خراج کا افسر مقرر کرکے رمضان سنہ ۱۰۰ھ مین روانہ ہوا، دربار خلافت مین حاضر ہوا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے پوچھا کہ وہان سے کب روانہ ہوئے؟ بولا "رمضان مین" فرمایا کہ "جسنے تمکو ظالم کہا بالکل سچ کہا رمضان گذار کر کیون نہین آئے؟ جراح روانہ ہوا تھا تو بیت المال سے ۲۰ ہزار کی رقم بطور قرض کے لی تھی اسلئے اسنے حضرت عمر بن عبد العزیز سے درخواست کی کہ اُسکو ادا فرما دیجئے بولے "اگر رمضان کے بعد آتے تو مین ادا کر دیتا" آخرکار اُسکی قوم کے لوگون نے اپنے وظائف سے یہ رقم ادا کر دی،

اس شکایت کے علاوہ جراح کے ظلم وعدوان کے ثبوت مین حضرت عمر بن عبد العزیز کے نزدیک اور قرائن بھی جمع ہو گئے، جراح جب اول اول خراسان مین آیا تھا تو اُس نے حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین لکھا تھا کہ "یہان کچھ لوگ ہین جو فتنہ وفساد کر کے حقوق اللہ کو روکنا چاہتے ہین، اُنکو اس سے تلوار اور کوڑے کے سوا کوئی چیز روک نہین سکتی، لیکن آپ کی اجازت کے بغیر مین اسکی جرأت نہین کر سکتا" اسکے جواب مین حضرت عمر بن عبد العزیز نے لکھا کہ "تم اون سے زیادہ فتنہ وفساد پھیلانا چاہتے ہو، کسی مسلمان یا ذمی کو بغیر استحقاق کے ایک کوڑا بھی نہ مارو"

ان اسباب سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے جراح کو خراسان کی گورنری سے معزول کر دیا، اور عبد الرحمان بن نعیم کو صیغہ جنگ اور عبد الرحمان قشیری کو صیغہ خراج کا افسر مقرر کیا،[1]

---

[1] طبری از صفحہ ۱۳۵۳ تا صفحہ ۱۳۵۶،
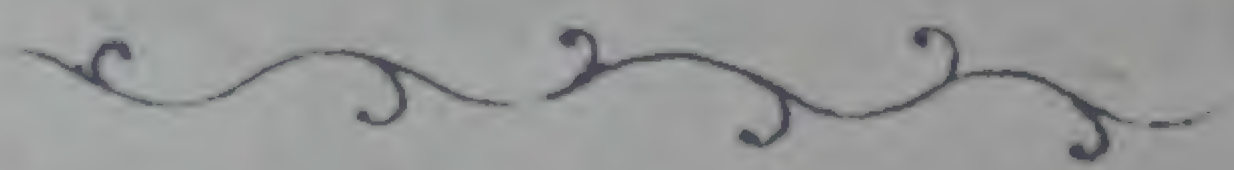
وفات

اُوپر گذر چکا ہے کہ بنو امیہ نے غاصبانہ طور پر مسلمانون کی جو جائدادین اپنے قبضہ مین کر لی تھین انکو حضرت عمر بن عبد العزیز نے سر یر آرائے خلافت ہونے کے ساتھ ہی نہایت سختی کے ساتھ واپس کر دیا، جس نے اُنکے تمام خاندان مین عام برہمی پھیلادی لیکن یہ ناراضی صرف زبان وقلم تک محدود نہین رہی بلکہ اُسنے ایک خطرناک سازش کی صورت اختیار کر لی اور حضرت عمر بن عبد العزیز کی وفات اسی سازش کا نتیجہ ہے،

ابتدائے مرض مین عام خیال تھا کہ اُن پر جادو کیا گیا ہی، لیکن خود حضرت عمر بن عبد العزیز کو اصلی راز معلوم ہو گیا تھا، چنانچہ اُنھون نے ایک بار مجاہد سے پوچھا کہ میری نسبت لوگون کا کیا خیال ہے؟ اُنھون نے جواب دیا کہ "لوگ آپکو مسحور سمجھتے ہین" بولے "مین مسحور نہین ہون، مجھے وہ وقت یاد ہے جسمین مجھے زہر دیا گیا ہے"، اسکے بعد ایک غلام کو بلاکر پوچھا کہ تم مجھے زہر دینے پر کیون آمادہ ہوئے؟ اُسنے کہا "مجھے ہزار دینار دیکر آزاد کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا"[1] حضرت عمر بن عبد العزیز نے وہ دینار منگوا کر بیت المال مین داخل کرادئے اور اُس سے کہدیا کہ "تم ایسی جگہ چلے جاؤ جہان تمکو کوئی دیکھ نہ سکے"[2] طبیب آیا تو اُسنے بھی یہی تجویز کی اور علاج کی طرف توجہ دلائی، لیکن اُنھون نے علاج کرنے سے انکار کیا[3]،

۲۰ دن تک بیمار رہے، اور ۲۵ ۔ رجب سنہ ۱۰۱ھ روز چہارشنبہ کو ۳۹ سال کی عمر مین[4] انتقال کیا اور دیر سمعان مین دفن کئے گئے،

---

[1] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۴، [2] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۷۰، [3] بعض روایتون مین تاریخ وفات ۲۰ ۔ رجب اور عمر ۴۰ سال بیان کی گئی ہی اور بعض روایتون مین تاریخ وفات ۲۴ ۔ رجب ہی۔

اُنکی وفات کے واقعات نہایت موثر ہین، اُنکی بی بی فاطمہ سے روایت ہی کہ ایک دن مینے اُن سے کہا کہ مین آپ کے یہان سے چلی جاؤن، آپ سوئے نہیین ہین شاید آپ کو نیند آجائے، یہ کہکر مین دوسرے کمرے مین چلی گئی، وہان مینے سنا کہ بار بار اس آیت کی تلاوت کر رہے ہین،

تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین، — یہ آخرت کا گھر ہم اُنلوگون کیلئے بناتے ہین جو زمین مین نہ تفوق چاہتے ہین نہ فساد کرتے ہین اور عاقبت صرف پرہیزگارون کے لئے ہے،

اسکے بعد گردن جھکالی اور دیر تک مجھے کسی قسم کی حرکت محسوس نہین ہوئی جو خادمہ تیمار داری کرتی تھی مینے اُس سے کہا کہ جاکر دیکھ تو سہی، اُسنے جاکر دیکھا تو زور سے چلائی، مینے جاکر دیکھا تو اُنکو مردہ پایا، رُخ قبلہ کی طرف تھا، ایک ہاتھ منہ پر اور دوسرا آنکھون پر رکھے ہوے تھے، دوسری روایت مین ہے کہ جب نزع کا وقت آیا تو اُنکے پاس صرف مسلمہ بن عبد الملک تھے، انھون نے کہا کہ "سب نکل جائین اور میرے پاس کوئی نہ رہنے پائے" مسلمہ نکل آئے، اور دروازے پر وہ اور اُنکی بی بی فاطمہ بیٹھی رہین، اِن لوگون کے کان مین یہ آواز آئی "کیا مبارک چہرے ہین، جو نہ آدمیون کے ہین نہ جنون کے" اسکے بعد مذکورہ بالا آیت پڑھکر خاموش ہورہے، مسلمہ نے فاطمہ سے کہا کہ انتقال ہوگیا، جاکر دیکھا تو واقعی انتقال ہوچکا تھا،

مرض الموت مین لوگون نے مشورہ دیا تھا کہ اگر آپ مدینہ مین جاکر وفات پاتے تو رسول اللہ صلعم، حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض کے ساتھ دفن ہوتے، اُس مدفن پاک مین ایک قبر کی جگہ اور ہے، بولے "خدا کی قسم آگ کے سوا اگر خداوند تعالی مجھے ہر قسم کے عذاب دے تو مین اُسکو خوشی برداشت کرونگا، لیکن یہ گوارا نہین ہے کہ خدا کو یہ معلوم ہو کہ مین اپنے آپ کو رسول اللہ کے پہلو مین دفن ہونے کے قابل سمجھتا ہون" اس بنا پر ایک عیسائی سے خود ہی اپنی قبر کی زمین

خریدنی چاہی عیسائی نے کہا یہ تو میرے لئے خیر و برکت کا سبب ہوگا، مین آپ کو یہ زمین یونہین دیتا ہون"
لیکن اُنھون نے اسکو گوارا نہین کیا، اور زمین کو بہ قیمت خریدا،
رجا ابن حیوۃ کو وصیت کی تھی کہ وہی غسل دین، وہی کفن پہنائین، اور وہی قبر مین اُتارین، لونڈی
کو وصیت کی تھی کہ حنوط مین مشک نہ ملائے، اور قبر کو اینٹ سے بنانے کی ممانعت کی تھی، کفن کیلئے
خود ہی پانچ کپڑے متعین کر دئے تھے، اور کہدیا تھا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اپنے خاندان کے مردونکو
اسی طرح کفناتے تھے، رسول اللہ صلعم کے چند بال اور چند ناخن منگوا کر کفن مین رکھنے کی ہدایت فرمائی
تھی[1]، یزید بن عبد الملک کے لئے ایک وصیت نامہ لکھا جسکے الفاظ یہ ہین،

مین تم کو یہ لکھتا ہون اور مین مرض سے لاغر ہو رہا ہون تمکو معلوم ہے کہ امور خلافت کے متعلق
مجھ سے سوال کیا جائیگا، اور خدا مجھ سے اسکا حساب لیگا، اور مین اُس سے اپنا کوئی کام
نہ چھپا سکون گا، خدا خود کہتا ہے،

فلنقص علیھم بعلم وما کنا غائبین ہم انکو علم سے قصّہ سناتے ہین، اور ہم غیر حاضر نہ تھے،

اگر خدا مجھ سے راضی ہو گیا تو مین کامیاب ہوا اور ایک طویل عذاب سے نجات پائی، اور
اگر مجھ سے ناراض ہوا تو افسوس ہے میرے انجام پر، مین اوس خدا سے جسکے سوا کوئی خدا
نہین دعا کرتا ہون کہ مجھے اپنی رحمت سے آگ سے نجات دے اور اپنی رضامندی سے جنت
عطا کرے، تمکو تقوی اختیار کرنا چاہئے، اور رعایا کا خیال رکھنا چاہئے کیونکہ میرے بعد تم صرف
تھوڑے دنون تک زندہ رہوگے،
تم کو اس سے بہت احتراز کرنا چاہئے کہ تم سے غفلت مین لغزش ہو اور تم اسکی کوئی
تلافی نہ کر سکو،

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ،

سلیمان بن عبد الملک خدا کا ایک بندہ تھا خدا نے اُسکو وفات دی اور اُسنے مجھکو خلیفہ بنایا اور میرے لئے خود بیعت لی، اور میرے بعد تمکو ولی عہد مقرر کیا، مین جس حالت مین تھا اگر وہ اسلئے ہوتی کہ مین بہت سی بی بیون کا انتخاب کرون اور مال و دولت جمع کرون تو خدا نے مجھکو اُس سے بہتر سامان دئے تھے، جو کسی بندہ کو دیسکتا تھا، لیکن مین سخت حساب اور نازک سوال سے ڈرتا ہون، بجز اُسکے جسپر خدا میری مدد کرے، [1]

اہل وعیال کی نسبت مسلمہ نے کہا کہ "اے امیر المومنین آپ نے اپنی اولاد کا مونہ ہمیشہ اس مال سے خشک رکھا اسلئے آپ اُنکو ایسی حالت مین چھوڑ جاتے ہین کہ اُنکے پاس کچھ نہین ہے کاش مجھے یا اپنے خاندان کے کسی اور شخص کو اُنکے متعلق کچھ وصیت کر جاتے" بولے مجھے ٹیک لگا کر بٹھاؤ" پھر فرمایا کہ تمھارا یہ کہنا کہ مینے اُنکے مونہ کو ہمیشہ اس مال سے خشک رکھا تو خدا کی قسم مینے اُنکا حق کبھی تلف نہین کیا، اور جس چیز مین اُنکا حق نہین تھا وہ اُنکو کبھی نہین دی، تمہارا یہ کہنا کہ مین تمھین یا خاندان کے کسی شخص کو اُنکے متعلق وصیت کر جاؤن تو اُنکے معاملہ مین میرا وصی اور میرا ولی صرف خدا ہے اور وہی صلحا کا ولی ہوتا ہی، میرے لڑکے اگر خدا سے ڈرینگے تو خدا اُنکے لئے کوئی صورت نکال دے گا، اور اگر وہ مبتلائے گناہ ہونگے تو مین اُنکو معصیت کے لئے طاقتور نہ بناونگا،" اسکے بعد لڑکون کو بلایا، اور باچشم تر اُنکو دیکھکر فرمایا "میری جان اُن نوجوانون پر قربان جنکو مینے محتاج و مفلس چھوڑا ہے لیکن خدا کا شکر ہی کہ مینے اُنکو اچھی حالت مین چھوڑا، لڑکو! تم کسی عرب یا کسی ذمی سے نہ ملوگے جسپر تمہارا حق نہ ہوگا، لڑکو تمھارے باپ کو دو باتون مین سے ایک کا اختیار تھا، ایک یہ کہ تم لوگ دولت مند ہوجاؤ اور وہ جہنم مین داخل ہو، یا تم لوگ محتاج رہو اور وہ جنت مین جائے، لیکن یہ بات کہ تم لوگ محتاج رہو اور وہ جنت مین جائے اُسکو زیادہ محبوب تھی بہ نسبت اسکے کہ تم لوگ

[1] وصیت نامہ کے الفاظ مختلف روایات مین مختلف ہین مینے سب کو جمع کر دیا ہی،

دولت مند ہوا اور وہ آگ مین جائے اُنھو خدا آمکو محفوظ رکھے،،

ایک روایت مین ہی کہ جب مسلمہ بن عبد الملک نے وصیت کی درخواست کی تو اُنھون نے کہا کہ مال کہان جسکے متعلق وصیت کرون؟ مسلمہ نے کہا کہ مین ایک لاکھ آپ کی خدمت مین بھیجتا ہون آپ اُسی کے متعلق وصیت کر دیجئے" بولے "اسکو جہان سے لائے ہو وہین واپس کر آؤ" اسپر مسلمہ رو پڑے،

لوگون کو اُنکی وفات کا حال معلوم ہوا تو عام وخاص، عالم وجاہل، مسلم وغیر مسلم سب نے عام طور پر ماتم کیا، امام حسن بصری کو اس واقعہ کی خبر پہونچی تو بولے " انا للہ وانا الیہ راجعون" اے ہر نیکی کے مالک" تمام فقہا، اُنکی بی بی فاطمہ کے پاس تعزیت کے لئے آئے اور کہا کہ "یہ مصیبت تمام امت کے لئے عام ہی"

عبد الملک بن عمیر نے اُنکی اخلاقی خوبیون کو گنا گنا کر کہا" اے امیر المومنین! خدا تم پر رحم کرے، تم نگاہون کو جھکائے رہتے تھے، پاکدامن تھے، حق کے ساتھ فیاض اور بخل کیساتھ بخیل تھے غصہ کے وقت غصہ ہوتے تھے، اور رضامندی کے وقت راضی ہوتے تھے، ظریف تھے، نہ کسی پر عیب لگاتے تھے، نہ کسی کی غیبت کرتے تھے،،

محمد بن سعید کا بیان ہے کہ مین شاہ روم کی خدمت مین حاضر ہوا تو اُسکو زمین پر نہایت رنج و غم کی حالت مین بیٹھا ہوا پایا مینے پوچھا کیا حال ہی؟ بولا جو کچھ ہوا تمکو اُسکی خبر نہین؟ مینے کہا کیا ہوا؟ بولا مرد صالح کا انتقال ہو گیا، مینے کہا وہ کون؟ بولا عمر بن عبد العزیز" پھر کہا "اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی مردون کو زندہ کر سکتا تو حضرت عمر بن عبد العزیز ہی کر سکتے تھے، مجھے اُس راہب کی حالت پر کوئی تعجب نہین جس نے اپنے دروازے کو بند کر کے دنیا کو چھوڑ دیا، اور عبادت مین مشغول ہو گیا، مجھے اُس شخص کی حالت پر تعجب ہے جسکے قدمون کے نیچے دنیا تھی اور اُسنے اُسکو پامال کر کے راہبانہ زندگی

اختیار کی، مجاہد کا بیان ہو کہ مین جا رہا تھا کہ ایک نبطی نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہان سے آرہے ہو، تم حضرت عمر بن عبد العزیز کی وفات کے وقت موجود تھے؟ مینے کہا "ہان" یہ سنکر وہ رو پڑا اور اُنکے لئے رحمت کی دعا مانگی، مینے کہا "تم اُنکے لئے کیون رحمت کی دعا مانگتے ہو؟ وہ تو تمھارے ہم مذہب نہ تھے" اُسنے کہا "مین اُن پر نہین روتا اُس نور پر روتا ہون جو زمین پر تھا اور اب بجھ گیا"،

ایک راہب کو خبر ملی تو اُسنے بھی یہی الفاظ کہے،

علما مدتون اُنکی قبر کی زیارت کرتے رہے، ایک بار مکحول مقام دابق مین اُترے اور ایک طرف دور نکل گئے، لوگون نے پوچھا کہان گئے تھے؟ بولے "پانچ میل کے فاصلہ پر عمر بن عبد العزیز کی قبر تھی مین وہین گیا تھا، خدا کی قسم اُنکے زمانہ مین اُن سے زیادہ کوئی خدا ترس نہ تھا، خدا کی قسم اُنکے زمانے مین اُنسے زیادہ کوئی زاہد نہ تھا"[1] علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین لکھا ہو کہ اب تک، اُن کی قبر زیارت گاہ خلایق ہے[2]،

شعرا کو اگرچہ اُنھون نے اپنی زندگی مین مدح سرائی کا موقع نہین دیا تاہم اُنکی وفات پر سب نے دل کھول کر مرثیے لکھے، جریر نے ان اشعار مین اپنے درد دل کا اظہار کیا،

ینعی النعاۃ امیر المومنین لنا	یا خیر من حج بیت اللہ واعتمرا

خبر مرگ پہونچانے والے ہمکو امیر المومنین کی موت کی خبر دیتے ہین، اے ان لوگون مین جنھون نے بیت اللہ کا حج اور عمرہ کیا سب سے بہتر

حملت امرا عظیما فاضطلعت بہ	وسرت فیہ بحکم اللہ یا عمرا

آپ پر ایک بڑا بوجھ لادا گیا، اور آپنے اوسکو بغل مین دبا لیا، اور اے عمر تم نے اُس مین خدا کے حکم کے موافق عمل کیا،

الشمس طالعۃ لیست بکاسفۃ	تبکے علیک نجوم اللیل والقمرا

سورج نکلا ہے، گہنایا نہین،	تم پر رات کے ستارے اور چاند رو رہے ہین

---

[1] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۰۹، [2] تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۱۰۸ تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز

فرزدق کے قطرہائے اشک یہ ہین،

کم من شرایعۃ حق قد شرعت لھم　　　　کانت امیتت واخری منک منتظر

کتنی مردہ شریعتون کو تم نے زندہ کیا، اور دوسری شریعتون کے زندہ کرنے کی تم سے توقع تھی،

یا لھف نفسی ولھف الاھفین معی　　　　علی العدول التی تغتالھا الحفر

میرے نفس کا پچھتاوا، اور میرے ساتھ تمام افسوس کرنے والون کا پچھتاوا اُس عادل پر جسکو قبر نے اُچک لیا،

محارب بن دثار نے اِن اشعار مین فغان سنجی کی،

لو اعظم الموت خلقا ان یواقعہ　　　　لعدلہ لم یصبک الموت یا عمر

اگر انصاف کی وجہ سے موت کسی کو نہ آسکتی　　　　تو اے عمر تمھین موت نہ آتی،

لو کنت املک والاقدار غالبۃ　　　　تاتی رواحا وتبیانا وتبتکر

اگر مجھے قدرت ہوتی، حالانکہ تقدیر غالب ہو جو شام و صبح اپنے کرشمے دکھایا کرتی ہے،

صرفت عن عمر الخیرات مصرعہ　　　　بدیر سمعان لکن یغلب القدر

تو مین عمر سے موت کو مقام دیر سمعان مین ٹالدیتا لیکن تقدیر غالب آتی ہے،

اسی طرح اور بھی متعدد شعرا نے مرثیے لکھے جنکو ہم طوالت کے خوف سے نظر انداز کرتے ہین،

حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنی اولاد کے لئے جو ترکہ چھوڑا اُسکے متعلق مختلف روایتین ہین، ایک روایت مین ہے کہ اُنھون نے اپنی اولاد سے کہا کہ تم خزانچی پر تہمت نہ لگانا مین صرف ۱۲ دینار چھوڑتا ہون جسمین دیر سمعان کے لوگون کے مکانات کا کرایہ ادا کرنا ہوگا، ایک مزروعہ اور قبر کی زمین کی قیمت دینا ہوگی ؛

ایک روایت مین ہے کہ کسی نے عبد العزیز بن عمر بن عبد العزیز سے پوچھا کہ اُنھون نے تمھارے لئے کسقدر ترکہ چھوڑا؟ وہ مسکرائے اور کہا کہ اُنکی وارو غہ نے مجھسے بیان کیا کہ نزع کیوقت

خود انھون نے پوچھا کہ تمھارے پاس کسقدر روپیہ ہے؟ اُس نے کہا "۴۰ دینار" اُس نے کہا کسقدر منافع کی جائداد چھوڑی؟ بولے "۶۰۰ سو دینار، ہم بارہ بھائی اور ۶ عورتین تھے جنکو ہم نے ۱۵ سہام پر تقسیم کرلیا"

ایک شخص نے عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجیے بولے "اُس چیز کی نصیحت کرون جو مینے دیکھی ہے یا اُس چیز کی جو مینے سُنی ہے؟ اُسنے کہا جو آپ نے دیکھی ہے" بولے "حضرت عمر بن عبدالعزیز نے گیارہ لڑکے چھوڑکر وفات کی اور اُنکا کل ترکہ ۱۷ دینار تھا جسمین ۵ دینار اُنکے کفن مین صرف ہوئے، دو دینار پر قبر کی زمین خریدی گئی اور بقیہ لڑکون پر تقسیم ہوا اور ہر لڑکے نے اُنیس اُنیس درہم پائے، ہشام بن عبدالملک بھی گیارہ ہی لڑکے چھوڑکر مرا اور جب ترکہ تقسیم ہوا تو سب نے دس دس لاکھ پایا لیکن مینے عمر بن عبدالعزیز کے ایک لڑکے کو دیکھا کہ ایک دن مین سو گھوڑے جہاد کے لئے دئے، اور ہشام کے ایک لڑکے کو دیکھا جسکو لوگ صدقہ دے رہے ہین" بہرحال اگر اور خلفائے بنوامیہ کے ساتھ اُنکا موازنہ کیا جائے تو انھون نے نام نیک کے سوا اور کچھ نہین چھوڑا

ازواج واولاد

حضرت عمر بن عبد العزیز کے چار بیبیان تھین، جنمین ایک ام ولد یعنی صاحب اولاد لونڈی تھی، بی بیون مین ایک کا نام لمیس بنت علی بن حارث، اور دوسری کا ام عثمان بنت شعیب بن زبان؛ اور تیسری کا فاطمہ بنت عبد الملک بن مروان تھا، اور ان مین ہر ایک سے اولاد پیدا ہوئی، لونڈی سے، لڑکے یعنی عبد الملک[1]، ولید[2]، عاصم[3]، یزید[4]، عبد اللہ[5]، عبد العزیز[6]، زبان، اور دو لڑکیاں یعنی امینہ اور ام عبد اللہ[9] پیدا ہوئین، ام عثمان سے صرف ایک لڑکا ابراہیم پیدا ہوا، عبد اللہ[11]، بکر[12] اور ام عمار[13] لمیس کے بطن سے تھے، اور بقیہ اولاد یعنی اسحٰق[14]، یعقوب[15]، موسیٰ[16] فاطمہ بنت عبد الملک کے بطن سے تھین، اسطرح اُنکی اولاد ذکور و اناث کی مجموعی تعداد ۱۶ تھی، جنکے حالات حسب ذیل ہین،

عبد الملک

عبد الملک نہایت متقشف اور زاہد تھے، ایک دن بی بی خوب بن سنور کر سامنے آئی، تو کہا کہ اب تکو عدت مین بیٹھنا چاہیے، بعض مشائخ اہل شام کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے بیٹے عبد الملک ہی کو دیکھکر عبادت گذاری اختیار کی، سیار بن الحکم کا بیان ہے، کہ عبد الملک حضرت عمر بن عبد العزیز سے بھی افضل تھے، میمون بن مہران فرماتے ہین کہ "مینے ایک گھر مین تین آدمیون سے بہتر نہین دیکھا، ایک عمر بن عبد العزیز دوسرے اُنکے بیٹے عبد الملک، اور تیسرے اُنکے مولیٰ مزاحم" اس بنا پر حضرت عمر بن عبد العزیز انکو نہایت محبوب رکھتے تھے، اور اُن پر نہایت اعتماد کرتے تھے، چنانچہ خلیفہ ہونے کے ساتھ اُنکو ایک خط مین لکھا، کہ اپنے بعد مین اپنی وصیت اور نصیحت کا سب سے زیادہ مستحق تکو سمجھتا ہون، اور تم بھی اُنکے محفوظ رکھنے کے سب سے زیادہ اہل ہو، خدا کے ہم پر بہت بڑا

احسان کیا ہے، اور جو نعمتیں رہ گئی ہیں وہ بھی عطا کرے گا تو خدا کا جو احسان تم پر اور تمھارے باپ پر ہے اُسکو یاد کرو اور اپنے باپ کو ہر اُس معاملہ مین جسپر وہ قادر ہے، اور جس سے تمھارے خیال مین وہ عاجز ہے، مدد دو"

عبد الملک نے اس نصیحت پر شدت کے ساتھ عمل کیا، اور حضرت عمر بن عبد العزیز کو خلافت کے اہم معاملات مین ہمیشہ مدد دی، حضرت عمر بن عبد العزیز اموال مغصوبہ کو بنو امیہ کے فتنہ و فساد کے خوف سے بتدریج و تمہل واپس کرنا چاہتے تھے، لیکن عبد الملک ہی کے مشورے سے اُنھون نے اس کام کو سب سے پہلے انجام دیا،

ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز کسی بات پر سخت برہم ہوئے، عبد الملک بھی اُس جگہ موجود تھے، جب اُنکا غصہ فرو ہوا تو بولے اے امیر المومنین! آپ اس درجہ پر پہونچکر اسقدر غصہ ہوتے ہین؟ حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا تو کیا تم غصہ نہین ہوتے؟ بولے "میری توند سے کیا فائدہ اگر مین غصہ کو ہضم نہ کر جاؤن" (اُنکا پیٹ بڑا تھا)

ایک دن حضرت عمر بن عبد العزیز دربار کر رہے تھے، دوپہر ہوئی تو تھک کر اُٹھ گئے اور آرام لینے لگے، عبد الملک حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ اندر کیون چلے آئے؟ فرمایا "تھوڑی دیر آرام کرنا چاہتا ہون، بولے "رعایا دروازے پر آپ کا انتظار کر رہی ہے اور آپ اُن سے چھپتے ہین کیا موت پر آپکو اعتماد ہے کہ وہ اس حالت مین نہ آجائیگی؟ حضرت عمر بن عبد العزیز اُسی وقت اُٹھے اور پھر دربار کرنا شروع کیا،

عبد الملک نے باپ کی زندگی ہی مین بعارضۂ طاعون انتقال کیا، بیماری کی حالت مین، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُنکے پاس جاکر حال پوچھا تو بولے "مین اپنے آپ کو حق پر پاتا ہون، لیکن خدا کی قسم آپ کی مرضی مجھے اپنی مرضی سے زیادہ محبوب ہے" موت کے بعد لاش کے پاس گئے اور

دیکھکر یہ شعر پڑہا،

لا یغرنک عشاء ساکن — قد یوا فی بالمنیات السحر

تکو بے خوف وخطر شام دھوکا نہ دے، — کیونکہ موت صبح کو بھی آتی ہے،

پھر فرمایا اُے بیٹے دنیا مین تم ویسے ہی تھے جیسا کہ خدا کہتا ہے،

المال و البنون زینة الحیاة الدنیا — مال و اولاد دنیوی زندگی کی زینت مین،

اور تم دنیا کی افضل ترین زینت تھے، اور مجھے توقع ہے کہ آج سے تم باقیات الصالحات مین داخل ہوگئے جسکا ثواب سب سے بڑھکر ہے“

کفن پہنایا جانے لگا تو چہرے کو دیکھکر فرمایا ”بیٹے خدا تم پر رحم کرے اور تمھاری مغفرت کرے“ دفن ہونے کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہوکر فرمایا ”اُے بیٹے خدا تجھ پر رحم کرے، بچپن مین تم خوشی کا باعث تھے، جوانی مین حق پدری ادا کرنے والے تھے“ اسکے بعد تمام لوگون کو مخاطب کرکے ایک تقریر کی اور سب کو نوحہ و بکا سے روکدیا،

لوگون نے عام طور پر حاضر ہوکر رسم تعزیت ادا کی، ایک بدو نے کھڑے ہوکر تعزیت مین یہ اشعار پڑہے،

تعز امیر المومنین فانہ — لما قد تری یغذی الولید و یولد

ھل ابنک الا من سلالة آدم — لکل علی حوض المنیة مورد

عبدالعزیز

یہ یزید بن عبدالملک اور مروان بن محمد کی جانب سے مکہ اور مدینہ کے گورنر تھے وہ رواۃ حدیث مین ہین، اور صحاح مین اُنکی روایتین مذکور ہین،

عبداللہ

یہ یزید بن ولید کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے، یہ جب وہان کے گورنر مقرر ہو کر آئے تو بصرہ والون نے ایک نہر کہدوانے کی درخواست کی، انھون نے یزید کو اسکی اطلاع دی، یزید نے لکھا کہ اگر عراق کا کل خراج صرف ہوجائے تب بھی نہر کہدواؤ، چنانچہ اُنھون نے ۳۰ لاکھ کے صرف سے ایک نہر کہدوائی جو اُنکے نام سے مشہور ہوئی[۱]،

بقیہ اولاد یعنی اسحٰق، یعقوب، بکر، موسیٰ، ولید، عاصم، یزید، زبان، امینہ، ام عمار اور ام عبد اللہ مین بعض نے بچپن ہی مین وفات کی، اور بقیہ نے کوئی خاص ناموری حاصل نہین کی،

حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا نہایت عمدہ انتظام کیا تھا، صالح بن کیسان جو علماء مدینہ مین بڑے پایہ کے محدث تھے، اُنکی نسبت تذکرۃ الحفاظ مین لکھا ہے کہ وہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی اولاد کے مودب یعنی اتالیق تھے[۲]، اِنکے علاوہ اُنکے مولیٰ سہل بھی اس خدمت پر مامور تھے اور حضرت عمر بن عبد العزیز اُنکو بھی تعلیم و تربیت پر خود متوجہ کرتے رہتے تھے، ایک بار اُن کو ایک خط مین لکھا کہ مینے اچھی طرح سمجھ بوجھ کر تمام موالی اور خواص مین سے تمکو اپنی اولاد کی تادیب کے لئے انتخاب کیا ہے، اُنکو خشونت سکھاؤ کہ یہ اُنکے قدم کو راسخ کریگی، اور ترک صحبت کی طرف توجہ دلاؤ کہ وہ غفلت پیدا کرتی ہے، اور کم ہنسنے دو کہ زیادہ ہنسنا دلکو مردہ کرتا ہے، تمہارے ادب سے پہلی بات جو وہ سیکھین وہ راگ باجے کی طرف سے نفرت ہو، کیونکہ مینے ثقات سے سنا ہے کہ راگ باجے کا سننا دل مین نفاق پیدا کرتا ہے جسطرح پانی گھاس کو اُگاتا ہے، ان مین ہر لڑکا قرآن مجید کا ایک ٹکڑا شروع کرے، اور نہایت احتیاط کے ساتھ اُسکی قرأت کرے، جب اس سے فارغ ہوجائے تو ہاتھ مین تیر و کمان لیکر برہنہ پا نکل جائے اور سات تیر چلائے، پھر قیلولہ کرنے کیلئے

---

[۱] فتوح البلدان ص ۳۶۰،

[۲] تذکرۃ الحفاظ تذکرہ صالح بن کیسان،

واپس آئے، کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اے بچو قیلولہ کرو اسلئے کہ شیطان قیلولہ نہین کرتا[۱]"

حلیہ

حضرت عمر بن عبد العزیز کا رنگ سفید، چہرہ پتلا اور آنکھین گہری تھین، بچپن مین گھوڑے نے پیشانی پر لات ماردی تھی جسکا نشان باقی تھا، اور اسلئے وہ اشج بنو امیہ کہلاتے تھے، اخیر عمر مین بال سفید ہونے لگے تھے، جسم لاغر تھا، اور یہ غالباً زہد و تقشف کا اثر تھا،

---

[۱] یہ تمام تفصیل سیرۃ عمر بن عبد العزیز کی اڑتیسوین باب مین ہے،

اخلاق وعادات

حسن خلق | نہایت خوش خلق اور نرم خو تھے، چند خاص لوگ تھے جن سے رات کو معاملات خلافت کے متعلق مشورہ لیا کرتے تھے، جب اُنکا جی چاہتا کہ یہ لوگ یہان سے اُٹھ جائین تو صرف اسقدر کہتے کہ اگر آپ لوگ چاہین،

ایک بار عبداللہ بن حسن اپنی ضرورتون کے لئے سلیمان بن عبدالملک کے پاس آئے، حضرت عمر بن عبدالعزیز کو واسطہ بنایا، اور اسلئے اکثر اُنکے یہان آنا جانا شروع کیا، ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اُنسے کہا کہ "آپ میرے یہان صرف اُسی وقت آئے جب آپ کو اندر آنے کی اجازت مل سکے، کیونکہ مجھے یہ گوارا نہین ہے کہ آپ میرے دروازے پر آئین اور آپ کو اذن نہ ملے"،

ایک دن وہ آئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ "تو ج مین ایک شخص مبتلائے طاعون ہو گیا ہے، آپ اپنے وطن کو تشریف لیجائین کیونکہ آپ مجھے بہت عزیز ہین"[1]

ایک بار چند آدمیون کے پاس غلطی سے بغیر سلام کئے ہوئے بیٹھ گئے، یاد آیا تو اُٹھکر سب کو سلام کر لیا تو بیٹھے،[2]

کسی کی دلشکنی گوارا نہ تھی، ایک بار گھوڑ دوڑ کرائی، تو جو لوگ پیچھے رہ گئے اُنکو بھی انعام سے کلیۃً محروم نہین کیا،[3]

شیرین کلامی | معمولی سے معمولی آدمی سے بھی نہایت لطف اور شیرین کلامی کے ساتھ گفتگو کرتے تھے،

---

[1] سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۶۳، [2] ؍؍ صفحہ ۴۶،

[3] ؍؍ صفحہ ۶۵،

ایک بار ایک اہل حاجت سے اِس طرح گفتگو کی کہ اُسکے دِل کو فریفتہ کرلیا،

اہل عرب اس قسم کے دلفریب کلام کو سحر حلال کہتے ہین، اسلئے حدیث شریف مین آیا ہی،

ان بعض البیان لسحر — بعض بیان جادو ہوتے ہین

زرقانی نے اس حدیث کی شرح مین حضرت عمر بن عبد العزیز کے اس واقعہ کو بھی نقل کیا ہے[1]،

تواضع ومساوات — خلافت سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیز ایک مغرور، اور جاہ پسند شخص تھے نہایت عمدہ کپڑے پہنتے تھے، نہایت عمدہ خوشبو لگاتے تھے، اور راہ مین اکڑتے ہوئے چلتے تھے، لیکن خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اُنکے اخلاق وعادات مین جو عظیم الشان انقلاب ہوا، اُس نے عجب و غرور کو تواضع وانکسار سے بدلدیا، جب وہ مدینہ کے گورنر تھے تو وضع قطع سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ گورنر ہین، لیکن خلیفہ ہونے کے بعد کسی نے یہ نہین جانا کہ وہ خلیفہ ہین،

خلیفہ ہونے کے بعد جب شاہانہ سواریان آئین تو اُنکو یہ کھکر واپس کر دیا کہ "میرا خچر میرے لئے کافی ہے" سوار ہو کر چلے تو کوتوال نے برچھا لیکر آگے آگے چلنا چاہا لیکن اُسکو یہ کھکر ہٹا دیا کہ "مین بھی عام مسلمانون کی طرح ایک مسلمان ہون"، قصر خلافت مین داخل ہوئے تو تمام پردون کو چاک چاک کرا دیا، اور خلفاء کیلئے جو فرش بچھایا جاتا تھا اُسکو فروخت کروا کے اُسکی قیمت بیت المال مین داخل کروا دی[2]،

خلفاء بنو امیہ کا دستور تھا کہ جب کسی جنازہ مین شریک ہوتے تھے تو سب سے الگ انکے بیٹھنے کے لئے ایک خاص چادر بچھائی جاتی تھی، ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز ایک جنازہ مین،

[1] زرقانی شرح موطا جلد ۴ صفحہ ۴۲۲،

[2] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۵۳-۵۴،

شریک ہوئے، اور حسب معمول اُنکے لئے بھی یہ چادر بچھائی گئی، لیکن وہ اُسکو پانون سے ہٹا کر زمین پر بیٹھ گئے اور کہا یہ کیا ہے؟[1] سرکاری بہرہ داروں کو تعظیم کے لئے اُٹھنے کی بالکل ممانعت کردی تھی اور اُنکے ساتھ برابر بیٹھتے تھے،[2]

اُنکو عجب، غرور اور فخاری سے اسقدر نفرت تھی کہ جب خطبہ دیتے، یا کوئی تحریر لکھتے، اور اُسکے متعلق دل مین غرور پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا، تو خطبہ مین چپ ہوجاتے اور تحریر کو پھاڑ ڈالتے، اور فرماتے کہ "خدایا مین اپنے نفس کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہون[3]" فرمایا کرتے تھے کہ "فخاری کے خوف سے مین زیادہ نہین بولتا[4]"

اگرچہ وہ خلیفہ اور امیر المومنین تھے مگر اپنے آپ کو ہمیشہ عمر ہی سمجھا کئے، ایک بار اُنکا ایک بھائی آیا اور کہا کہ "اگر آپ چاہین تو مین آپ کو عمر سمجھکر ایسی بات کہون جو آج آپ کو ناپسند اور کل پسندیدہ ہو اور نہ امیر المومنین سمجھکر ایسی گفتگو کرون جو آج آپ کو محبوب اور کل مبغوض ہو" بولے "مجھے عمر ہی سمجھکر وہ بات کہو جو آج مجھے ناپسند اور کل پسند ہو"

ایک بار رات کو رجاء بن حیوہ سے گفتگو فرما رہے تھے کہ دفعۃً چراغ جھلملانے لگا، پہلو ہی مین ایک ملازم سویا ہوا تھا رجاء نے کہا کہ اسکو جگا نہ دون؟ بولے "سونے دو" اُنھون نے کہا "مین خود اُٹھکر چراغ کو ٹھیک کردون" فرمایا "مہمان سے کام لینا مروت کے خلاف ہے" بالآخر چادر رکھکر خود ہی اُٹھے، برتن سے زیتون کا تیل لیا اور چراغ کو ٹھیک کرکے پلٹے تو کہا کہ "جب مین اُٹھا تھا تب بھی عمر بن عبد العزیز تھا اور جب پلٹا تب بھی عمر بن عبد العزیز ہون"

اُنھون نے باوجود خلیفہ ہونے کے کبھی اپنے آپ کو عام مسلمانون بلکہ لونڈی غلامون سے بھی بالاتر نہین سمجھا، ایک بار لونڈی اُنکو پنکھا جھل رہی تھی کہ اسی حالت مین اُسکی آنکھ لگ گئی،

[1] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۵۰، [2] " صفحہ ۸۶، [3] " " ۶۲، [4] تاریخ الخلفاء ص ۲۳۸،

اُنھون نے خود پنکھا لے لیا اور اُسکو جھلنے لگے وہ جاگی تو شور کیا، بولے تو بھی میری طرح ایک آدمی ہی، میری طرح تجھے بھی گرمی معلوم ہوئی اسلئے مینے چاہا کہ جسطرح تو نے مجھے پنکھا جھلا ہے مین بھی تجھے پنکھا جھل دون،،

جنازون مین عموماً شریک ہوتے اور عام مسلمانون کی طرح تابوت کو کاندھا دیتے ہوے چلتے، ایک بار بارش کے دن مین ایک جنازہ کی نماز پڑھائی، اتفاقاً ایک مسافر آگیا جس کے بدن پر چادر نہ تھی اُنھون نے اُسکو اپنے پہلو مین بلا لیا، اور اپنی چادر کا بچا ہوا حصّہ اُسکو اُڑھا دیا،

خاکساری کیوجہ سے مدّاحی کو سخت ناپسند کرتے تھے ایک بار کسی شخص نے اُنکے سامنے اُنکی تعریف کی، تو بولے ،،مجھے جو حال اپنے نفس کا معلوم ہی اگر تمکو معلوم ہوتا تو تم میرے چہرے کی طرف دیکھتے بھی نہین،،

اس تواضع و فروتنی کا یہ اثر تھا کہ جو لوگ اُنکو شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ دیکھنا چاہتے تھے وہ اُنکو پہچان ہی نہین سکتے تھے حکم بن عمر الرعینی کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز اس حلقہ سے اُٹھکر اُس حلقہ مین جا بیٹھتے تھے تو جو اجنبی لوگ آتے تھے وہ نا آشنایانہ پوچھتے تھے کہ امیر المومنین کس حلقہ مین ہین؟ وہ یہ سنکر اُٹھ جاتے، لیکن جب تک اُنگلی سے اشارہ نہ کیا جاتا کہ یہ امیر المومنین ہین وہ لوگ اُنکو پہچان نہ سکتے،

لیکن باوجود اس عجز و خاکساری کے خودداری کا سر رشتہ ہاتھ سے نہین چھوڑتے تھے، خلیفہ ہونے کے بعد اہل خاندان سے میل جول کم کر دیا تو اُن مین بعض لوگون نے کہا کہ ،،آپ مغرور ہو گئے،، بولے ،،مین پہلے ایک لونڈا تھا خاندان کے لوگ بلا اجازت میرے پاس آتے تھے، میرے فرش کو روندتے تھے، اور ایک ایسے شخص کے ساتھ جو حاکمانہ حیثیت نہ رکھتا ہو جو برتاؤ کیا جاسکتا ہے کرتے تھے، لیکن خلیفہ ہونے کے بعد مینے یہ فیصلہ کیا کہ یا تو مین قدیم حالت کو قائم

رکھنے کے ساتھ حق کی مخالفت پر انکو سزا دون، یا یہ کہ اُنسے اختلاط چھوڑ دون، تاکہ خود انکو اسکی جرات نہ ہونے پائے، مینے یہی آخری صورت اختیار کی ہے، ورنہ غرور تو صرف خدا کی چادر ہے، مین اُسکے متعلق اُس سے کیونکر جنگ کر سکتا ہون[1]"،

حلم | حضرت عمر بن عبد العزیز نے اگرچہ عنفوان شباب سے لیکر تا دم مرگ حاکمانہ حیثیت کے ساتھ زندگی بسر کی، تاہم وہ ہمیشہ حلیم، نرم خو، اور متحمل مزاج رہے، ایک بار ایک خارجی نے سلیمان بن عبد الملک کو بُرا بھلا کہا جسکی پاداش مین اُسنے اُسکو قتل کروا دیا، لیکن قتل سے پہلے جب حضرت عمر بن عبد العزیز سے مشورہ کیا تو انھون نے کہا کہ "آپ بھی اُسکو برا بھلا کہ لیجئے[2]"،

سلیمان بن عبد الملک کی زندگی مین تو یہ انکا مشورہ تھا، لیکن اُسکی وفات کے بعد جب خود خلیفہ ہوئے تو اس پر عمل کرنے کا وقت آیا، چنانچہ ایک بار اُنکے عامل عبد الحمید بن عبد الرحمان نے انکو لکھا کہ "میرے اجلاس مین ایک شخص اس جرم مین پیش کیا گیا ہے کہ وہ آپ کو گالیان دیتا ہے، مینے اُسکی گردن اُڑا دینی چاہی تھی، لیکن پھر اس خیال سے قید کر دیا کہ اس بارے مین آپ کی رائے لیلون" حضرت عمر بن عبد العزیز نے جواب مین لکھا کہ "اگر تم اُسکو قتل کر دیتے تو مین تم سے قصاص لیتا، رسول اللہ صلعم کے سوا کسی اور کے گالی دینے پر کوئی شخص قتل نہین کیا جا سکتا، اسلئے اگر تمھارا جی چاہے تو اُسکو گالی دے لو، ورنہ رہا کر دو[3]"،

ایک بار وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ اسی حالت مین ایک شخص نے کہا کہ "مین گواہی دیتا ہون کہ تم فاسق ہو" یہ سنکر صرف اسقدر بولے کہ "تم جھوٹے گواہ ہو مین تمھاری شہادت کو قبول نہین کرتا"

ایک بار کسی نے اُنکو کلمات ناملائم کہے، لوگ بولے کہ آپ کیون چپ ہین؟ فرمایا کہ تقوی نے

[1] یہ تمام واقعات سیرۃ عمر بن عبد العزیز از صفحہ ۲۰۱ تا صفحہ ۲۰۵ مین درج ہین،

[2] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۳۹، [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۷۲،

مونہ مین لگام لگا دی ہے،،

ایک بار کسی نے ایک آدمی کی نسبت اُن سے کہا کہ یہ آپ کو گالی دیتا ہے، اُنھون نے اُسکی طرف سے مونہ پھیر لیا، اُسنے پھر کہا، اب کی بھی روگردانی کی، اُسنے تیسری بار کہا تو بولے کہ عمر اُسکو اسطرح ڈھیل دے رہا ہے کہ اُسکو خبر تک نہین ہوتی،،

ایک بار وہ سوار جا رہے تھے کہ ایک پا پیادہ شخص سواری کی جھپٹ مین آگیا، اور اُسنے غصہ کی حالت مین کہا کہ "دیکھو تو دیکھتا نہین" جب سواریان نکل گئین تو اُسنے کہا کیا کوئی ہے جو مجھے اپنے پیچھے بٹھالے؟ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے غلام سے کہا کہ "اُسکو چشمہ تک لیتے چلو،،

ایک بار رات کو مسجد مین گئے، ایک شخص سو رہا تھا اندھیرے مین اُسکو اُنکے پاؤن کی ٹھوکر لگ گئی اُسنے جھلا کر کہا کیا تم پاگل ہو؟ بولے "نہین" ہیرا سی نے اس گستاخی پر اوسکو سزا دینی چاہی لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے روک دیا اور کہا کہ "اُسنے مجھ سے صرف یہ پوچھا تھا کہ تم پاگل ہو، مینے جواب دیدیا کہ نہین"

ایک بار اُنکو کسی شخص نے سخت بات کہی، بولے "تو چاہتا ہے کہ حکومت کے غرور مین مین بھی تیرے ساتھ وہی سلوک کرون جو تو کل (قیامت کے دن) میرے ساتھ کریگا" یہ کہکر اُسکو معاف کر دیا،

ایک بار وہ قیلولہ کرنے کیلئے اُٹھے، ایک آدمی ہاتھ مین کاغذ کا پلندہ لئے ہوئے بڑھا، اور پلندے کو اُنکی طرف پھینکدیا، اُنھون نے مڑکے دیکھا تو پلندہ مونہ پر جاکے گرا اور رخسارون پہ چوٹ لگی، اور گالون سے خون جاری ہوگیا، لیکن اُنھون نے نہایت خاموشی کے ساتھ اُسکی عرضی پڑھی اور اُسکی حاجت کو پورا کیا،

ایک بار ایک بچے نے اُنکے کسی لڑکے کو مارا، لوگ اسکو اُنکی بی بی فاطمہ کے پاس لیگئے،

حضرت عمر بن عبد العزیز دوسرے کمرے مین تھے شور سنا تو نکل آئے، فاطمہ دونون بچون کو اُنکے پاس لیگئین اور کہا کہ یہ میرا بچہ ہے اور یہ یتیم ہے، انھون نے پوچھا کہ اس یتیم بچے کو وظیفہ ملتا ہے! بولین نہین فرمایا کہ اُسکا نام وظیفہ خوار بچون مین لکھ لو، فاطمہ نے کہا کہ اگر میرے بچے کو دوبارہ نہ مارے تو اُسکے ساتھ خدا یہ سلوک کرے، بولے تم نے اُسکو گھبرا دیا،

ایک بار ایک شخص پر سخت برہم ہوئے اور اُسکو برہنہ کر کے کوڑے لگوانے چاہے لیکن جب کوڑا لگانے کا وقت آیا تو بولے کہ اسکو رہا کر دو اگر مین غصہ مین نہ ہوتا تو اسکو سزا دیتا، پھر یہ آیت پڑہی

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس[1]

صبر | ایک زمانے مین حضرت عمر بن عبد العزیز پر دفعۃً مصیبتون کا پہار ٹوٹ پڑا یعنی اُنکے سب سے زیادہ محبوب لڑکے عبد الملک، سب سے زیادہ عزیز بھائی سہل بن عبد العزیز، اور سب سے زیادہ وفادار خادم مزاحم نے چندہی دنون کے وقفہ مین انتقال کیا، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسحالت مین صرف یہی نہین کہ سررشتہ صبر و سکون کو ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا، بلکہ اس موقع پر وہ استقامت دکھائی کہ لوگون کو اُنکی ضبط و تحمل پر تعجب ہوا، وہ عبد الملک کو دفن کر رہے تھے کہ ایک شخص نے بائین ہاتھ کا اشارہ کر کے کہا کہ خدا امیر المومنین کو اس صبر پر اجر دے، بولے گفتگو مین بائین ہاتھ سے اشارہ نہ کرو، داہنے سے کرو، اُسنے کہا کہ مین نے آج سے زیادہ تعجب انگیز واقعہ ہی نہین دیکھا، ایک شخص اپنے محبوب ترین فرزند کو دفن کر رہا ہے پھر اُسکو دائین بائین ہاتھ کا بھی خیال ہے،

لوگ ان اعزہ کی وفات پر تعزیت مین کتنے ہی رقت خیز فقرے استعمال کرتے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز اُنکے جواب مین ہمیشہ صبر و شکر کا اظہار فرماتے، ایک بار ربیع بن سبرہ اُنکے پاس آئے اور کہا کہ خداوند تعالےٰ آپ کو اجر جزیل دے مجھے کوئی شخص نظر نہین آتا کہ چند روز کے وقفہ مین

---

[1] یہ تمام واقعات سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۶۷ تا صفحہ ۷۰ مین ہین

اتنی عظیم الشان مصیبتون مین مبتلا ہوا ہو، خدا کی قسم مینے آپ کے بیٹے کا سا بیٹا، آپ کے بھائی کا سا بھائی، اور آپ کے غلام کا سا غلام نہین دیکھا، یہ سنکر حضرت عمر بن عبد العزیز نے گردن جھکالی، ربیع کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اُسنے کہا تم نے امیر المومنین کو بے قرار کردیا، اب حضرت عمر بن عبد العزیز نے سر اُٹھایا اور کہا کہ ربیع تم نے کیا کہا؟ اُنھون نے دوبارہ انہی فقرون کا اعادہ کیا، بولے اُس ذات کی قسم جس نے انکی موت کا فیصلہ کیا، مین یہ نہین پسند کرتا کہ یہ واقعات نہ ہوتے، عبد الملک کی وفات کے بعد جو خطبہ دیا اُس مین کہا بچپن سے آجتک وہ میرے دل کی مسرت اور آنکھون کی ٹھنڈک تھے، لیکن آج سے زیادہ وہ میری آنکھون مین کبھی خنک نہین معلوم ہوئے، اُنکی وفات پر تمام ممالک محروسہ مین حکم بھیجدیا کہ ماتم و نوحہ نہ کیا جائے[۱]،

تورع و دیانت ایک خلیفہ کی حفاظت مین سب سے زیادہ اہم امانت جو آتی ہو وہ بیت المال یعنی خزانہ ہے، اسلئے اُسکی دیانت کا اصلی معیار اسی کو قرار دیا جاسکتا ہی، اور واقعات بتاتے ہین کہ، حضرت عمر بن عبد العزیز کی دیانت ہمیشہ اس معیار پر ٹھیک اُتری،

وہ رات کو خلافت کا کام بیت المال کی شمع سامنے رکھکر انجام دیتے تھے، لیکن جب اپنا کام کرنا ہوتا تو اس شمع کو اُٹھوا دیتے اور ذاتی چراغ منگوا کر کام کرتے،

فرات بن مسلم ہر جمعہ کو اُنکی خدمت مین سرکاری کاغذات پیش کیا کرتے تھے، ایک دن اُنھون نے کاغذات دکھائے تو اُنھون نے اُس مین سے بقدر ایک بالشت کے سادہ کاغذ لے لیا اور اپنے ذاتی کام مین لائے، چونکہ فرات کو اُنکی دیانت کا حال معلوم تھا، اسلئے اُنھون نے دل مین کہا کہ امیر المومنین سے بھول چوک ہوگئی، دوسرے دن اُنھون نے اُنکو مع کاغذات کے طلب کیا، وہ آئے تو اُنکو کسی دوسرے کام کے لئے بھیجدیا، واپس آئے تو بولے کہ ابتک تمہارے کاغذات کے

[۱] سیرت عمر بن عبد العزیز ص ۲۶۵ و ۲۶۴

دیکھنے کا موقع نہین ملا، اسوقت جاؤ پھر بلاؤنگا، اُنھون نے گھر جاکر کاغذات کھولے، توجتنا کاغذ
کل لیا تھا اُتنا اُس مین موجود پایا،

فقراء و مساکین کے لئے بیت المال کے مصارف سے جو مہمان خانہ قائم کیا تھا اُس سے
نہ خود فائدہ اٹھاتے تھے، نہ خاندان مین کسی شخص کو فائدہ اُٹھانے دیتے تھے، عام طور پر حکم دے
رکھا تھا کہ ہمارے غسل اور وضو کا پانی مہمان خانہ کے باورچی خانہ مین گرم نہ کیا جائے، ایک بار
اُنکی غفلت مین ملازم نے ایک ماہ تک وضو کا پانی مطبخ خام مین گرم کیا، اُنکو معلوم ہوا تو اتنی لکڑی
خرید کر باورچی خانہ مین داخل کر دی[۱]،

ایک بار سرکاری کوئلے سے گرم کیا ہوا پانی وضو کے لئے آیا تو وضو کرنے سے انکار کر دیا،

ایک بار غلام کو گوشت کا ایک ٹکڑا بھوننے کیلئے دیا وہ سرکاری باورچی خانہ سے بھون لایا
تو بولے کہ تمھین کھاؤ یہ تمہاری قسمت مین لکھا ہوا تھا میری قسمت مین نہ تھا[۲]،

ایک دن گھر مین آئے تو دیکھا کہ لونڈی ایک پیالے مین تھوڑا سا دودھ لئے ہوئے ہے، بولے
یہ کیا ہے؟ اُسنے کہا آپ کی زوجہ حمل سے ہین، اُنکو دودھ کی خواہش ہوئی اور حمل کی حالت مین اگر
عورت کے دل مین اس قسم کی خواہش پیدا ہو اور وہ پوری نہ کی جائے تو اس سے اسقاط حمل کا
اندیشہ ہو جاتا ہے، اسلئے مین یہ دودھ دار الضیافہ سے لائی ہون، اُنھون نے اسکا ہاتھ پکڑا اور،
کھینچتے ہوئے بی بی کے پاس لے گئے اور کہا کہ اگر حمل کو فقراء اور مساکین کے کھانے کے سوا کوئی چیز
قائم نہین رکھ سکتی تو خدا اسکو قائم نہ رکھے، اب بی بی نے لونڈی سے کہا کہ اسکو واپس کر آؤ
مین اُسے نہ کھاؤنگی،

یہ حالت دیکھکر لوگون نے کہا کہ اگر آپ خود مہمان خانہ کے کھانے سے احتراز کرینگے تو

---

[۱] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز، [۲] سیرۃ عمر بن عبد العزیز باب ،

اور لوگون کو بھی احتراز ہوگا، اب وہ باورچی خانہ مین معاوضہ داخل کرکے لوگون کے ساتھ شریک طعام ہونے لگے،

ایک بار اُنھون نے اپنے غلام مزاحم سے کہا کہ مجھے ایک رحل اور وہ ایک رحل لائے جسکو اُنھون نے بہت پسند کیا، اور بولے اسکو کہان سے لائے؟ اُنھون نے کہا کہ مین نے سرکاری ال خانے مین یہ لکڑی پائی، اور اُسی کی یہ رحل بنوائی، بولے جاؤ بازار مین اسکی قیمت لگوالاؤ، وہ گیا تو لوگون نے نصف دینار قیمت لگائی، اُس نے پلٹ کر خبر دی تو اُنھون نے کہا کہ تمھاری کیا رائے ہے؟ ہم بیت المال مین ایک دینار داخل کردین تو ذمہ داری سے سبکدوش ہوجا دینگے، اُسنے کہا قیمت تو نصف دینار لگائی گئی ہے، بولے بیت المال مین دو دینار داخل کردو،

ایک بار بیت المال سے مشک نکال کر اُن کے سامنے رکھا گیا، اُنھون نے اس خوف سے کہ خوشبو دماغ مین پہونچ جائے گی، ناک بند کرلی، اس پر اُن کے ایک ہمنشین نے کہا کہ اگر آپ خوشبو سونگھ لیتے تو آپ کا کیا بگڑتا، بولے مشک خوشبو کے سوا، اور کس فائدہ کے لیے خریدا جاتا ہے[1]،

ایک بار ایک شخص نے اُنکی خدمت مین کھجورین روانہ کین، آدمی کھجورین سامنے لایا تو پوچھا اُن کو کس چیز پر لائے ہو، اُس نے کہا کہ ڈاک کے گھوڑون پر، چونکہ ڈاک کا تعلق سرکاری چیزون سے تھا اس لئے حکم دیا کہ کھجورون کو بازار مین لیجاکر فروخت کرلاؤ، وہ بازار مین آیا تو ایک مروانی نے اوسکو خرید لیا اور پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت مین ہدیۃً بھیجا، جب کھجورین سامنے آئین تو بولے کہ یہ تو وہی کھجورین ہین، یہ کہکر کچھ سامنے کھانے کیلئے رکھ لین اور کچھ گھر مین بھیجدیا، لیکن بیت المال مین قیمت داخل کردی،

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز،

ایک بار اُنھون سے لبنان کے شہد کا شوق ظاہر کیا، ابن سعدی کرب وہان کے عامل تھے

انکی بی بی نے انکو کہلا بھیجا اور اونھون نے وہان سے بہت سا شہد بھیجدیا، شہد سامنے آیا تو بی بی کی طرف

خطاب کر کے کہا کہ غالباً تم نے معدی کرب کے ذریعہ سے اسکو منگوایا ہی، پھر اُسکو فروخت کروا کے،

بیت المال مین قیمت داخل کروادی اور معدی کرب کو لکھا کہ اگر تم نے دوبارہ ایسا کام کیا تو مین تمہارا

منہ بھی دیکھنا پسند نہ کرون گا،

ایک بار اور انکی بی بی نے ڈاک کے خچر پر اپنے غلام کو روانہ کیا اور وہ دو دینار کا شہد خرید لایا،

شہد حضرت عمر بن عبد العزیز کے سامنے آیا تو بی بی سے قسم لینا چاہی وہ شہد کا پیپا اٹھالائین انھون نے

زائد قیمت پر اسکو فروخت کروا ڈالا اور بی بی کو دو دینار واپس دیکر بقیہ قیمت بیت المال مین داخل کردی،

اور کہا کہ تم نے مسلمانون کے جانور کو عمر کے لئے تکلیف دی، دوسری روایت مین ہی کہ اُنھون نے کہا کہ اگر

مسلمانون کو میری قے سے فائدہ پہونچ سکتا تو مین قے کر دیتا،

ایک بار سرکاری سیب تقسیم فرما رہے تھے، اونکا ایک صغیر السن بچہ آیا اور ایک سیب اُٹھا کر

کھانے لگا، اُنھون نے سیب کو اُسکے ہاتھ سے نہایت سختی کے ساتھ چھین لیا، بچہ روتا ہوا مان کے

پاس آیا، اُس نے بازار سے سیب منگا کر اُسکو دیدیا، حضرت عمر بن عبد العزیز گھر مین آئے تو سیب کی

خوشبو سونگھ کر بولے کہ کہین سرکاری سیب تو گھر مین نہین آئے اُنکی بی بی نے واقعہ بیان کیا، بولے کہ مینے

سیب اپنے بچہ سے چھینا تو گویا اپنے دل سے چھینا لیکن مجھے یہ پسند نہ آیا کہ خدا کے سامنے مسلمانون کی

سیب کے لئے اپنے آپ کو برباد کر دون،

خناصرہ مین اگرچہ اگلے خلفا نے بہت سے مکانات بنوائے تھے لیکن چونکہ وہ بیت المال کی

آمدنی سے تعمیر ہوئے تھے، اسلئے جب وہان گئے تو ان مکانات مین اُترنا پسند نہین کیا اور میدان

لہ یہ تمام واقعات سیرت عمر بن عبد العزیز کے پچیسوین باب مین مذکور ہین،

مین قیام کیا[1]،

جرأت وآزادی

خلافت سے پہلے اگرچہ حضرت عمر بن عبد العزیز ہمیشہ خلفاء کے ماتحت اور زیر اثر رہے، تاہم اُنھون نے خلفاء کے سامنے ہر موقع پر اپنی آزادی کو قائم رکھا،

ولید بن عبد الملک نے اُن سے سلیمان عبد الملک کی بیعت فسخ کرانی چاہی، تو انھون نے صاف انکار کیا اور کہا کہ اے امیر المومنین ہم نے ہم ایک ساتھ تم دونون کی بیعت کی ہے، اسلئے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اُسکی بیعت فسخ کر دین، اور آپ کی قائم رکھین،

ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز اور سلیمان بن عبد الملک کے غلامون مین لڑائی ہوی حضرت عمر بن عبد العزیز سلیمان کے پاس گئے تو اُسنے کہا یہ کیا بات ہے کہ تمھارے غلامون نے ہمارے غلامون کو مارا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ مجھے آپکے کہنے سے پیشتر اس واقعہ کی خبر نہ تھی، سلیمان نے کہا کہ آپ جھوٹ کہتے ہین، بولے تم کہتے ہو کہ مین جھوٹ کہتا ہون، حالانکہ جب سے مجھے ہوش ہوا مین جھوٹ نہین بولا، خدا کی زمین وسیع ہے جو آپ کی صحبت سے بے نیاز کر سکتی ہے، یہ کہکر وہان سے اُٹھے اور مصر کا ارادہ کیا، بالآخر سلیمان نے خود اُنکو منا کر بلایا،

ایک بار سلیمان بن عبد الملک کے پاس اُسکا بیٹا ایوب جسکو اُسنے ولی عہد بنایا تھا بیٹھا ہوا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز آئے تو ایک آدمی نے بعض خلفاء کے بی بیون کی وراثت طلب کی، سلیمان نے کہا کہ عورتین جائداد نہین پاتین، حضرت عمر بن عبد العزیز نے سنا تو نہایت تعجب سے بولے، سبحان اللہ قرآن مجید کہان ہے؟ سلیمان نے غلام کو بلایا اور کہا کہ عبد الملک نے اسکے متعلق جو تحریر لکھی ہے وہ اُٹھا لاؤ، حضرت عمر بن عبد العزیز نے طنزاً کہا کہ گویا تم قرآن منگواتے ہو، ایوب نے یہ طعنہ سنا تو بولا کہ امیر المومنین کی خدمت مین اگر کوئی شخص اس قسم کی باتین کرے گا تو ممکن ہے کہ دم زدن مین

[1] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۶۸،

اسکی گردن اڑادی جائے، حضرت عمر بن عبدالعزیز بولے کہ اگر تم خلیفہ ہوگے تو رعایا کو اس سے بھی زیادہ صدمہ پہونچیگا، سلیمان نے یہ گفتگو سنی تو ایوب کو ڈانٹا کہ عمر سے اس قسم کی باتین کرتے ہو، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ ہمنے بھی تو کھری کھری سنائی،

اسی جرأت و آزادی کا یہ نتیجہ تھا کہ خلفاء کو ہر قسم کی اخلاقی نصیحتین کرتے تھے، اور انکی ناراضی کی انکو مطلق پروا نہین ہوتی تھی، چنانچہ انھون نے ایک بار عبدالملک بن مروان کو ایک خط مین لکھا کہ،

تو ایک چرواہا ہے، اور ہر چرواہے سے اسکے مویشیون کے متعلق سوال ہوگا، انس بن مالک نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ انھون نے یہ رسول اللہ صلعم سے سنا ہی، خدائے واحد تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا، اور خدا سے زیادہ صادق البیان کون ہوسکتا ہی،

ایک بار سلیمان بن عبدالملک حج کے لئے روانہ ہوا، حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی ساتھ تھے، مقام عسفان کے قریب پہونچکر اسنے اپنا لاؤ لشکر اور خیمہ و خرگاہ دیکھا تو عجب و غرور کے نشے مین حضرت عمر بن عبدالعزیز سے پوچھا کہ تمکو یہ چیزین کیسی نظر آتی ہین، بولے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا دنیا کو کھا رہی ہے، تم سے اسکا سوال اور مواخذہ کیا جائیگا، عرفات مین قیام کیا تو بادل آیا اور بجلی اس زور سے چمکنے لگی کہ سلیمان سہم کر اونٹ کے کجاوے پر سرنگون ہوگیا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ یہ بادل تو رحمت لیکر آیا ہے، اگر عذاب لیکر آیا ہوتا تو کیا حال ہوتا؟ اسکے بعد سلیمان نے مجمع کی طرف دیکھکر کہا کہ کتنے آدمی جمع ہین، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ یہ تمہارے فریق ہین،

ایک صحرا مین اسی قسم کا ایک اور واقعہ پیش آیا، تو سلیمان نے گھبراکر ایک لاکھ درہم حضرت عمر بن عبدالعزیز کو صدقہ کرنے کیلئے دیے کہ اسکی برکت سے رعد و برق کی یہ آفت ٹل جائے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اس سے بہتر ایک کام ہے، سلیمان نے کہا وہ کیا؟ بولے بعض لوگ جنکی جائداد مغصوبہ،

تمھارے پاس ہے اُنھون نے تمھارے ساتھ آنا چاہا لیکن اب تک نہ پہونچ سکے، سلیمان نے اُنکے تمام مال و جائداد واپس کر دیئے[۱]،

وقار | متانت اور سنجیدگی کیوجہ سے شور و غل کو نہایت ناپسند کرتے تھے، ایک بار ایک شخص نے اُن کے پاس بلند آواز سے گفتگو کی تو فرمایا کہ صرف یہ کافی ہے کہ انسان کی بات اُسکا ہمنشین سن لے، مذاق کو نہایت ناپسند کرتے تھے، ایک بار خاندان بنو امیّہ کے چند لوگ جمع ہوئے اور اُن کے سامنے ظرافت آمیز گفتگو شروع کی، بولے تم لوگ اسی لئے جمع ہوئے ہو صحبتون مین قران مجید کے متعلق گفتگو کرو ورنہ کم از کم شریفانہ باتین تو ضرور ہونی چاہئین[۲]،

جن اعضا کے نام لینے سے شرم آتی ہے اُنکا نام نہین لیتے تھے، ایک بار بغل مین پھوڑا نکلا لوگون نے پوچھا کہ کہان پھوڑا نکلا ہے چونکہ بغل کا نام لینا پسند نہین کرتے تھے، اسلئے کہا کہ میرے ہاتھ کے باطن مین[۳] اسی طرح ایک صحبت مین ایک شخص نے کسی سے کہا کہ تیری بغل کے نیچے، بولے اس سے بہتر طریقہ سے گفتگو کیون نہین کرتے لوگون نے کہا کہ وہ کیا، فرمایا ہاتھ کے نیچے کہنا زیادہ بہتر تھا[۴]،

رحمدلی | مزاج مین نہایت رحم تھا، ایک بار ایک بدو نے پر درد الفاظ مین اپنی حاجت کا اظہار کیا، رو پڑے، یہ رحم صرف انسانون تک محدود نہ تھا، بلکہ اُنکو جانورون تک کی تکلیف گوارا نہ تھی، اُنکے پاس ایک خچر تھا جسکو انکا غلام کرایہ پر چلاتا تھا، کرایہ کی آمدنی معمولاً روزانہ ایک درہم تھی، ایک دن غلام ڈیڑھ درہم لایا تو بولے کہ یہ اضافہ کیونکر ہوا؟ اُس نے کہا کہ آج بازار تیز تھا، بولے نہین تم نے جانور سے زیادہ کام لیا اسکو اب تین دن آرام لینے دو[۵]،

ڈاک کے جانورون کے متعلق حکم دیا تھا کہ ان کو کوڑے کی نوک مین چھبنے والا لوہا نہ لگایا جائے،

---

[۱] یہ تمام واقعات سیرۃ عمر بن عبد العزیز کے آٹھوین باب مین مذکور ہین،

[۲] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۶۳، [۳] ،، صفحہ ۶۴، [۴] ،، صفحہ ۱۴۲، [۵] ،، صفحہ ۱۷۹،

اور اُنکے مونہہ مین بھاری لگام نہ دی جائے[1]،

شرم وحیار

مزاج مین سخت شرم وحیار تھی، حمام مین جاتے تھے، تو بعض خدام اور بعض بچون کے سوا اندر کوئی نہین جاسکتا تھا[2]،

نصیحت پذیری

سلاطین کو خود بینی پند وموعظت کے قبول کرنے سے باز رکھتی ہے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک اثر پذیر دل پایا تھا اور اسکے ساتھ اونکو یقین تھا کہ خلافت کا بوجھ ایک ایسا بوجھ ہے جو اگر دیانت کیساتھ اُٹھایا جائے تو تنہا نہین اُٹھ سکتا، اسلئے وہ علمار سے نصیحت کے طالب ہوتے تھے، اور اُنکی نصیحتون سے شدت کے ساتھ متاثر ہوتے تھے، ایک بار امام حسن بصری کو لکھا کہ "مجھے اختصار کے ساتھ نصیحت کیجیے" چنانچہ انھون نے مختصر الفاظ مین چند نصیحتین لکھہ بھیجین،

ایک بار تمام فقہاء عراق کو اس غرض سے طلب فرمایا، سب لوگ آئے لیکن امام حسن بصری نے علالت کا عذر کیا اور ایک نصیحت آمیز خط بھیجا، حضرت عمر بن عبد العزیز کو وہ خط ملا تو آنکھون سے لگایا اور اُسکے مضمون سے اسقدر متاثر ہوئے کہ رو پڑے،

جب خلیفہ ہوئے تو حضرت سالم بن عبد اللہ اور محمد بن کعب اُنکے پاس گئے، وہ باری باری دونون سے نصیحت کے طالب ہوئے، اُنھون نے نصیحتین کین تو شدت تاثیر سے رو پڑے، بعض علمار خود جاتے اور اُن سے نصیحت کرنے کی درخواست کرتے وہ بخوشی اجازت دیتے اور وہ نصیحت کرتے، ایک بار ابن اہتم اُنکی خدمت مین گئے، اور کہا کہ "آپ کو سر در کردون" بولے نہین، کہا کہ نصیحت کردون، بولے ہان، چنانچہ اُنھون نے ایک عام خطبہ دیا جس مین خصوصیت کے ساتھ حضرت عمر بن عبد العزیز کی طرف خطاب کیا،

علمار نے اُنکو جو نصائح کئے ہین، اُن سب کو علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب کے ایک باب مین جمع کر دیا ہے، لیکن نہایت افسوس ہے کہ یہ مجموعہ پند وموعظت ایک ایسے شخص کے لئے موزون نہین ہے جو

---

[1] کتاب الخراج صفحہ ۱۱۵، [2] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۶۵،

دینداراہونے کے ساتھ دنیاَ دار بھی ہو ان نصیحتون مین اُس دنیا کا تو بہت کچھ ذکر آیا ہے لیکن اس عالم سے آنکھین بند کرلی ہین، حالانکہ ایک خلیفہ یا بادشاہ کی اصلی سعادت گاہ یہی دنیا ہی،

زہد وتقشف | خلافت کے سلسلے نے سلیمان بن عبدالملک تک پہونچکر قیصر وکسری کا قالب اختیار کرلیا تھا، خود حضرت عمر بن عبدالعزیز خلافت سے پہلے اسی ٹھاٹھ کیساتھ زندگی بسر کرتے تھے، چنانچہ علاّمہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ مین لکھتے ہین،

کان اذذاک لایذکر بکثیر عدل ولازھد	وہ اسوقت عدل وزہد مین کچھ ایسے مشہور نہ تھے،

مدینہ کے گورنر مقرر ہوکر روانہ ہوئے تو ۳۰ اونٹ ذاتی ساز وسامان سے لدے ہوے ساتھ ساتھ تھے،

رجاء بن حیوہ کا بیان ہے،

کان عمر بن عبدالعزیز من اعطر الناس والبس الناس واخیلهم فی مشیته	عمر بن عبدالعزیز سب سے زیادہ خوش پوشاک سب سے زیادہ خوشبو لگانے والے، اور سب سے زیادہ مغرورانہ انداز سے چلنے والے تھے،

اُنکی خوشبو مین یوریون لونگ ڈالی جاتی تھی، اور داڑھی پر نمک کی طرح عنبر چھڑکتے تھے[1]، ریاح بن عبیدہ کہتے ہین کہ گورنری مدینہ کے زمانے مین اُنھون نے مجھے ایک جبہ خریدنے کا حکم دیا، مین دس اشرفی پر خرید کر لایا تو اسکو چھوکر بولے کہ مجھے اس مین کرختگی محسوس ہوتی ہے[2]، خود حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنی عیش پرستی کا اعتراف ہے، چنانچہ فرماتے ہین،

ثم تاقت نفسی الی اللبس والعیش والطیب	پھر مجھے لباس خوشبو اور عیش پرستی کا شوق پیدا ہوا تو میری
فما علمت ان احدا من اهل بیتی ولا غیرهم	دانست مین نہ میرے خاندان مین اور نہ دوسرے خاندان مین
کان فی مثل ما کنت فیه[3]	کوئی شخص اُس طرح امیرانہ زندگی بسر کرتا تھا جس طرح کہ مین،

---

[1] سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۱۵۱ ، ۱۵۰، [2] رر صفحہ ۱۵۰، [3] رر صفحہ ۱۶۶،

روز نئے نئے کپڑے بدلتے تھے، انکا بیان ہے کہ جب میرے کپڑون کو لوگ دیکھ لیتے تھے تو مین سمجھتا تھا کہ یہ پرانا ہو گیا،[1]

اس متنعمانہ زندگی کا اثر اُنکے جسم سے علانیہ نظر آتا تھا، یونس بن ابی شبیب کا بیان ہے کہ مینے اُنکو زمانہ خلافت سے

پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوے دیکھا تو اُنکے پائجامے کا نیفہ اُنکی توند کے شکن مین غائب ہو گیا تھا، لیکن خلیفہ ہونے کے

ساتھ ہی اُنکی حالت مین دفعۃً انقلاب پیدا ہوا، پہلے وہ عمر بن عبد العزیز تھے، اب عمر بن الخطاب ہو گئے، حسن بصری ہو گئے،

امام زہری ہو گئے، چنانچہ علامہ ذہبی اُنکی قدیم حالت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہین،

ولکن تجدد له لما استخلف وقلبه الله فصار	لیکن جب خلیفہ ہوے تو خدا تعالیٰ نے اُنکو بالکل نئے قالب
بعد فی حسن السیرة والقیام بالقسط مع جده لامه	مین بدل دیا، اب وہ عدل و انصاف مین اپنے نانا عمر کے،
عمر و فی الزهد مع الحسن البصری و فی العلم مع الزهری	زہد مین حسن بصری کے، اور علم مین امام زہری کے مثل ہو گئے،

رجاء بن حیوۃ جنھون نے اُنکی قدیم حالت کو دیکھا تھا فرماتے ہین کہ خلیفہ ہونے کے بعد اُنکے کل لباس یعنی عمامہ، قمیص،

قبا، کرتہ، موزہ اور چادر کی قیمت لگائی گئی تو صرف ۱۲ درہم ٹھری،

ریاح بن عبیدہ جنھون نے دس اشرفی کا جبہ خرید کر اُنکے سامنے پیش کیا تھا، اور وہ اُنکو سخت معلوم ہوتا تھا،

انکا بیان ہے کہ خلافت کے بعد مین اُنکے لئے اُنکا ایک جبہ صرف ایک اشرفی پر خرید کر لایا تو اُنھون نے اُسکو دیکھکر

کہا کہ کسقدر نرم ہے،

اُنکا بیان تھا کہ میرا دل خوشبو اور لباس کا مشتاق ہوا تو مینے اِس معاملہ مین اپنے تمام خاندان پر تفوق حاصل کیا،

لیکن اُسکے بعد خود اُنکا بیان ہو کہ میرا دل آخرت کی طرف مائل ہوا اور اب مین آخرت کو دنیا کے مقابل مین برباد کرنا،

نہین چاہتا،

یونس بن شبیب جنھون نے اُنکے جسم کا وہ رنگ و روغن دیکھا تھا، کہ پیٹ مین بل پڑ گئے تھے، اُن کا بیان

ہے کہ خلافت کے بعد اگر مین گننا چاہتا تو بغیر چھوے ہوئے اُنکی پسلیون کو گن سکتا تھا،

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۴۶،

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز جسوقت بادشاہ نہ تھے، اُسوقت سب سے بڑے بادشاہ تھے،
اور جب تاج خلافت سر پر رکھا تو بالکل راہب ہوگئے، خدم و حشم، عطر و لباس، اور دوسرے سامان آرائش کو
۲۳ ہزار دینار پر فروخت کر کے خدا کی راہ مین دیدیا[۱]، چنانچہ جب اصطبل خانون کے داروغہ آئے، اور گھوڑون اور سائیسین
کا خرچ مانگا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُنکو مختلف صوبون مین بھیجدیا کہ فروخت کر کے اُنکی قیمت خدا کی راہ مین دیدیجائے
غلامون کے لیے تنخواہ وغیرہ کا سوال ہوا تو تمام صوبون کے اندھے، اپاہج اور یتیم جمع کرائے اور ان غلامون کو اُن پر تقسیم کر دیا[۲]
اور خود وہ ابراہیم ادہم بنگئے، جسکا اثر اُنکے تمام مظاہر زندگی سے نمایان ہوتا تھا،

لباس کپڑا نہایت سادہ اور معمولی درجہ کا پہنتے تھے اور اُن مین متعدد پیوند لگے رہتے تھے، ایک بار قمیص کے گریبان
مین آگے اور پیچھے دونون طرف پیوند لگے ہوئے تھے، نماز پڑھا کر بیٹھے تو ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین خدا نے آپکو
سب کچھ دیا ہے کاش آپ عمدہ کپڑے پہنتے، یہ سنکر تھوڑی دیر تک گردن جھکالی، پھر سر اُٹھا کر کہا، میانہ روی تمول کی
حالت مین اور عفو و درگذر قدرت کی حالت مین بہتر ہے[۳]

ایک شخص کا بیان ہے کہ مینے اُنکو ایک ایسی قمیص پہنے دیکھا جسکے پورے شانے پر پیوند لگا ہوا تھا[۴]،
اکثر اوقات جسم پر صرف ایک کپڑا رہتا تھا، اور اُسی کو بار بار دہو کر پہنتے تھے، میمون بن مہران کا بیان ہے کہ
اُنھون نے ایک چادر ۶ مہینے تک نہین بدلی وہی ہر جمعہ کو دھوئی جاتی تھی، اور اُسپر زعفران کا رنگ دیدیا جاتا تھا[۵]،
ایک روز جمعہ کے دن مسجد کے جانے مین دیر ہوئی، کسی نے تاخیر کی وجہ پوچھی تو بولے کہ غلام کپڑے دھونے کو
لے گیا ہے[۶]

مسلمہ کا بیان ہے کہ مین مرض الموت مین اُنکی عیادت کو گیا تو دیکھا کہ ایک میلی سی قمیص پہنے ہوئے ہین،
اُنھون نے اُنکی بی بی فاطمہ سے کہا کہ امیر المومنین کی قمیص دھو ڈالو، دوسرے روز گئے تو بدن پر پھر وہی قمیص

---

[۱] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۵۴، [۲] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۵۵،
[۳] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۴۶ [۴] ر صفحہ ۸۰، [۵] طبقات صفحہ ۲۹۶، [۶] ر صفحہ ۱۵۴

نظر آئی، بولے کہ مینے انکو قمیص اسلئے دہونے کو کہا کہ لوگ عیادت کو آتے ہین، بولین اسکے سوا اُنکے پاس کوئی، قمیص ہی نہین[۱]

غذا | غذا نہایت معمولی درجہ کی کھاتے تھے، ایک بار صبح کو گھر سے دیر مین نکلے اسلئے اہل صحبت کو خیال ہوا کہ کہین ناراض تو نہین ہین، اُنکو اُنکی اطلاع ہوئی تو بطور معذرت کے کہا کہ رات مینے مسور اور چنے کی دال کھالی، اسلئے نفخ ہوگیا، اہل مجلس مین ایک صاحب بولے کہ اے امیرالمومنین خداوند تعالیٰ تو اپنی کتاب مین کہتا ہے،

فکلوا من طیبات ما رزقناکم   ہم نے تمکو جو کچھ دیا ہے اُن مین سے بہتر چیزین کھاؤ،

بولے افسوس تم نے اسکے اُلٹے معنے لئے، اس سے مراد وہ مال ہے جو کسب حلال سے حاصل کیا جائے، لذیذ کھانا مراد نہین[۲]

محمد بن زبیر الحنظلی کا بیان ہے کہ مین ایک شب اُنکے پاس گیا تو دیکھا کہ روٹی کے ٹکڑے، زیتون کے تیل کے ساتھ کھارہے ہین[۳]

ایک دن اُنھون نے اندر گھر مین ایک شخص کو بلالیا وہ اندر پہنچا تو دیکھا کہ ایک دسترخوان پر ایک طشت رومال سے ڈھکی ہوئی رکھی ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز نماز پڑھ رہے ہین، نماز پڑھ چکے تو دسترخوان کو سامنے کھینچکر کہا کہ آؤ کھاؤ، کہان وہ مصر و مدینہ کی زندگی اور کہان یہ زندگی، یہ کہکر رو پڑے اور پھر کچھ نہ کھایا[۴]

ایک بار اُنکے خادم کو دال کھانے کے لئے ملی تو بولا کہ روز روز دال، اُنکی سیدہ نے کہا کہ تمھارے آقا امیرالمومنین کی بھی یہی غذا ہے[۵] لیکن یہ معمولی غذا بھی تا زمانہ خلافت کبھی پیٹ بھر کر نہین کھائی[۶]

مکان | قصر و محل لازمہ امارت ہین لیکن اُنھون نے عمر بھر ذاتی حیثیت سے کوئی عمارت تعمیر نہین کی فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلعم کی سنت یہی ہے، آپ دنیا سے رخصت ہوئے اور اینٹ کو اینٹ پر، اور شہتیر کو شہتیر پر نہین رکھا[۷]

---

[۱] طبقات صفحہ ۲۵۳، [۲] طبقات بن سعد صفحہ ۲۰۲، [۳] ″ صفحہ ۲۰۴، [۴] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۱۵۱، [۵] ″ صفحہ ۱۵۲، [۶] طبقات بن سعد صفحہ ۲۵۴، [۷] ″ صفحہ ۱۵۱

یہانتک کہ گھر مین ایک بالاخانہ تھا جسکے زینے کی ایک اینٹ ہلتی تھی، جس سے اُترتے چڑھتے ہر وقت گرنے کا خوف معلوم ہوتا تھا، ایک دن اُنکے غلام نے اُسکو مٹی سے جوڑ دیا وہ چڑھے تو اُسکی حرکت محسوس نہین ہوئی، غلام سے پوچھا تو اُسنے واقعہ بیان کیا، بولے مٹی کو اُکھیڑ ڈالو مینے خدا سے عہد کرلیا تھا کہ اگر خلیفہ ہونگا تو ایک اینٹ بھی دوسری اینٹ پر نہ رکھونگا،[1]

اہل وعیال | بی بی سے بالکل علیحدگی اختیار کرلی تھی، اُنکی بی بی فاطمہ کا بیان ہی کہ خلیفہ ہونے کے بعد اُنکو کبھی غسل جنابت کی ضرورت نہین ہوئی، مینے ایک بار کسی فقیہ کے یہان کہلا بھیجا کہ امیر المومنین جو کررہے ہین یہ جائز نہین ہی، وہ بی بی سے بالکل تعلق نہین رکھتے، اُنھون نے اُنسے ذکر کیا تو بولے کہ جسکی گردن پر تمام امت محمدیہ کا بوجھ ہو، اور قیامت کے دن اُسکا مواخذہ کیا جائے وہ کیونکر ان تعلقات کو قائم رکھ سکتا ہے، اس بے تعلقی کیوجہ سے بی بی بالکل بیوہ عورتون کی طرح زندگی بسر کرتی تھین، ایک بار ایک دولت مند گھرانے کی بی بی نے یہ حال دیکھا تو اُنھون نے اُنکو جواب دیا کہ عمر کو یہی پسند ہی،[2]

لونڈیان جو تھین، اُنکو اختیار دیدیا تھا کہ جسکا جی چاہے آزاد ہو جائے اور جو رہنا چاہین وہ رہین لیکن اُنکو اُنسے کوئی فائدہ نہین پہونچ سکتا،[3]

روزانہ خرچ کل دو درہم تھا،[4] جسکا بار کبھی بیت المال پر نہین ڈالا، ذاتی آمدنی جو کچھ تھی وہ بھی خلافت کے بعد کم ہوگئی، کیونکہ اموال مغصوبہ کی واپسی کے سلسلے مین اُنھون نے سب سے پہلے خود اپنی جائداد ین واپس کین، جسوقت خلیفہ ہوئے تھے اُنکی جائداد کا منافع پچاس ہزار دینار تھا لیکن وفات کے وقت گھٹ کر دو سو دینار رہ گیا،[5] ایسی حالت مین اہل وعیال نہایت عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، ایک بار عبد اللہ بن زکریا اُنکے یہان گئے اور اُنکے،

---

[1] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۵۱، [2] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۵۲، [3] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۹۳،

[4] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳۰، [5] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۰۲، ایک روایت مین ۴۰ ہزار دینار اور چار سو دینار بھی ہے،

اہل وعیال کی تنگدستی کو دیکھکر اُنکا دل بھر آیا، بولے کہ یا امیر المومنین آپ اپنے عمال کو سو سو دینار، دو دو سو دینار بلکہ اس سے بھی زیادہ مشاہرہ دیتے ہیں، بولے اگر وہ قرآن وحدیث کے مطابق عمل کریں تو یہ بہت کم ہے، میں اُنکو معاش کے جھگڑوں سے بالکل نجات دلانا چاہتا ہوں، اُنھوں نے کہا کہ جب یہ جائز ہے اور جبکہ آپ خود اُن سے زیادہ کام کرتے ہیں تو آپ بھی مشاہرہ لیجئے اور اپنے اہل وعیال کو فارغ البال کیجئے، کیونکہ وہ بہت محتاج ہیں، بولے کہ تم نے یہ ہماری ہمدردی اور بھلائی کی نیت سے کہا ہے، پھر بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ پر رکھکر بولے لیکن یہ گوشت کل کا کل خدا کے مال سے پیدا ہوا ہے اور اب میں خدا کے مال سے اُس میں کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہتا،

ایک بار گھر میں ضروریات معاش کے لئے کچھ نہ تھا اُنکے غلام مزاحم سخت پریشان ہوئے کہ کیا انتظام کیا جائے، مجبوراً ایک شخص سے پانچ دینار قرض لئے، میں کی جائداد کا منافع آیا تو وہ نہایت خوش ہوکر اُنکے پاس گئے کہ ابھی قرض ادا کرتا ہوں یہ کہکر گھر میں گئے تو سر پر ہاتھ رکھکر نکلے، اور کہا کہ خدا امیر المومنین کو اجر دے، خدا امیر المومنین کو اجر دے، اس رقم کو بھی جو اُنکی ذاتی رقم تھی بیت المال میں داخل کر دیا[1]

ایک بار گھر میں گئے اور بی بی سے کہا کہ ایک درہم ہے میں انگور خریدنا چاہتا ہوں؟ بولیں نہیں، فرمایا ایک پیسہ ہوگا؟ اُنھوں نے غصے کے لہجے میں جواب دیا کہ تم امیر المومنین ہوکر ایک درہم بلکہ ایک پیسے کی بھی مقدرت نہیں رکھتے؟ بولے جہنم کی ہتکڑیوں سے یہ زیادہ آسان ہے[2]

بچوں سے اگرچہ نہایت محبت رکھتے تھے، لیکن اس محبت کا اظہار کبھی دنیوی زیب وزینت کی صورت میں نہیں ہوتا تھا، ایک بار اُنھوں نے اپنی لڑکی آمنہ کو نہایت پیار سے پاس بلایا، لیکن وہ کچھ نہ بولی، اب ایک آدمی کو بھیجکر بلوایا، اور نہ آنے کی وجہ پوچھی، اُسنے کہا میرے پاس کپڑا نہ تھا، مزاحم کو حکم دیا کہ فرش کو پھاڑ کر اُسکے لئے ایک قمیص تیار کروا دو حسن اتفاق سے لڑکی کی پھوپھی ام البنین نہایت دولتمند تھیں، ایک آدمی اُنکے پاس گیا، اور واقعہ بیان کیا اونھوں نے ایک تھان کپڑا بھیجدیا اور کہا کہ عمر سے کچھ نہ مانگو[3]

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۶۴، [2] ؍؍ صفحہ ۱۵۴، [3] ؍؍ صفحہ ۲۷۵،

ایک بار اُنکے صاحبزادے عبداللہ آئے اور کپڑے مانگے، اُنھون نے انکو خیار بن رباح البصری کے پاس بھیجدیا کہ ہمارے کپڑے وہان رکھے ہوئے ہین، وہ گئے تو خیار نے گاڑھے کپڑے نکال کر سامنے رکھدیے، اور کہا کہ جسقدر ضرورت ہو لیلو، اُنھون نے کہا کہ یہ میری اور میرے خاندان کی پوشش نہین ہے، اُنھون نے کہا کہ امیرالمومنین کے یہی کپڑے ہین، جو میرے پاس ہین، عبداللہ پلٹے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے واقعہ بیان کیا تو بولے کہ ہمارے پاس تو یہی کپڑے ہین، اب اُنھون نے مایوس ہوکر پلٹنا چاہا تو بولے کہ اگر لینا چاہو تو مین تمھارے وظیفہ مین سو دینار پیشگی دلوا سکتا ہون وہ راضی ہوگئے تو اُنھون نے سو اشرفیان دلوا دین لیکن جب وظیفہ تقسیم ہوا تو اُسکو مجرا لیلیا،[1]

اُنکی اولاد مین اگر کوئی کسی بیش قیمت چیز کا استعمال کرتا تو اُسکو بھی منع کرتے، ایک بار انکے کسی صاحبزادے نے انگوٹھی بنوائی اور اسکے لئے ہزار درہم کا نگینہ خریدا، حضرت عمر بن عبدالعزیز کو معلوم ہوا تو لکھا کہ اس انگوٹھی کو فروخت کرڈالو، اور اس رقم سے ہزار بھوکون کا پیٹ بھرو اور ایک لوہے کی انگوٹھی خرید کر اُس پر یہ عبارت کندہ کرالو، خدا اُس شخص پر رحم کرے جس نے اپنی قدر پہچانی[2]

تقوی وتورع | بعض چیزین ایسی ہوتی ہین جو بظاہر جائز معلوم ہوتی ہین، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ بھی شبہ سے خالی نہین ہوتین، تقوی و تورع کا تعلق انہی چیزون سے ہے، اور بہت کم لوگ ان سے اجتناب کرتے ہین، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز مین یہ وصف بدرجہ اتم موجود تھا، اگر کبھی ذمیون کے یہان مہمان ہوتے اور وہ لوگ دودھ، دہی، اور ترکاری وغیرہ لاتے تو ان سے زیادہ معاوضہ دیکر ان چیزون کو استعمال مین لاتے، اور اگر وہ معاوضہ لینے سے انکار کرتے تو ان چیزون کو نہ کہاتے، لیکن اگر کوئی مسلمان کوئی چیز ہدیۃً دیتا تو اسکو سرے سے قبول ہی نہین کرتے[3]، ایک بار اُنھون نے سیب کی خواہش ظاہر کی، اُنکے خاندان کا ایک شخص اُٹھا اور اُنکی خدمت مین ایک سیب ہدیۃً بھیجدیا، آدمی سیب لیکر آیا تو اُسکو قبول تو نہین کیا لیکن اخلاقاً فرمایا کہ جاکر کہدو کہ آپ کا ہدیہ پسند خاطر ہوا، اُسنے کہا کہ یہ تو گھر کی چیز ہے، آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلعم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے، بولے کہ رسول اللہ کے لئے ہدیہ بے شبہ ہدیہ تھا لیکن وہ ہمارے

۱؎ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۲۰۴، ۲؎ ایضاً صفحہ ۲۷۵، ۳؎ ایضاً صفحہ ۱۶۲،

سے لئے رشوت ہی،[۱]

ایک بار ایک شخص نے کہا کہ مین ہر سال آپ کی خدمت مین مربہ زنجبیل روانہ کیا کرتا تھا، اس سال بھی لایا ہون، بولے مجھے تمھارے مربے کی ضرورت نہین جب کسی چیز مین شبہہ واقع ہو تو اُسکو چھوڑ دو،[۲]

توکل | حضرت عمر بن عبد العزیز کو توکل علی اللہ نے تمام خطرات سے بے پروا کر دیا تھا، ایک بار اُنسے بہت سے لوگون نے کہا کہ آپ کھانا دیکھ بھال کے کھائین، نماز پڑھین تو ساتھ ساتھ پہرہ دار رکھین کہ کوئی شخص حملہ نہ کر بیٹھے، طاعون مین جیسا کہ تمام خلفاء کا طریقہ تھا باہر نکل جائین، بولے کہ آخر وہ لوگ کیا ہوے؟ جب اُن لوگون نے سخت اصرار کیا تو فرمایا کہ خداوندا اگر تیرے علم مین، روز قیامت کے سوا اور کسی دن سے ڈرون تو میرے خوف کو اطمینان نہ دے،[۳]

چونکہ خوارج کے ناگہانی حملون سے تمام خلفاء کی زندگی غیر مامون ہوگئی تھی اسلئے خلفاء کی حفاظت کے لئے بہ کثرت پہرہ دار رہتے تھے جسکی ابتدا حضرت امیر معاویہؓ نے کی تھی، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اگرچہ کلیۃً ان پہرہ دارون کو معزول نہین کیا تاہم ان سے صاف صاف کہدیا کہ مین تم سے بالکل بے نیاز ہون، تقدیر الٰہی میری حفاظت کے لئے کافی ہے، تم مین جسکا جی چاہے رہے، جسکا جی چاہے چلا جائے،[۴]

پاس خاندان | حضرت عمر بن عبد العزیز اگرچہ مذہبی حیثیت سے اپنے خاندان کے آئین جہانبانی کو ناپسند کرتے تھے، تاہم اُنکو اپنے خاندان کی عزت و حرمت کا کچھ کم پاس نہ تھا،

ایک بار خوارج نے اُن سے اثنائے مناظرہ مین کہا کہ جب تک آپ اپنے خاندان سے تبری اور اُن پر لعنت ملامت نہ کرینگے ہم آپ کی اطاعت قبول نہ کرینگے، بولے کیا تم نے فرعون پر لعنت کی ہے؟ اُن سبنے کہا نہین، بولے جب تم نے فرعون سے درگذر کی تو مین اپنے خاندان سے کیون نہ چشم پوشی کرون، درآنحالیکہ اُن مین بُرے، بھلے اور نیک و بد ہر قسم کے لوگ تھے،[۵]

---

[۱] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۷۰، [۲] ″ صفحہ ۱۷۶، [۳] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۹۴،

[۴] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۹۸، [۵] ″ صفحہ ۷۷،

ایک بار کسی نے حضرت امیر معاویہؓ کو برا بھلا کہا، تو اُنھون نے اُسکو تین کوڑے مارے، اور تمام زمانہ خلافت مین صرف یہی تین کوڑے تھے جو اُنھون نے اپنے ہاتھ سے مارے[1]،

اعزہ سے محبت | حضرت عمر بن عبد العزیز اعزہ و اقارب سے نہایت محبت رکھتے تھے، اُنکے چچا عبد اللہ بن مروان کا انتقال ہوا تو اگرچہ اُس زمانہ مین وہ امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے، تاہم تمام سامان عیش کو تہ کر کے رکھدیا، اور دو ڈہائی مہینے تک صرف کمل پہنے رہے، قاسم بن محمد نے سمجھایا تو پھر اپنی اصلی حالت پر آگئے[2]،

بیٹون مین عبد الملک سے بہت زیادہ محبت تھی، ایک بار میمون بن مہران سے کہا کہ میرا بیٹا عبد الملک میری آنکھون مین کھب گیا، کہین میرے جذبات عقل پر تو غالب نہین آگئے، مین چاہتا ہون کہ آپ اگر اُسکے علم و فضل کا امتحان لین[3]

دشمنون کے ساتھ رفق و ملاطفت | دشمنون کے ساتھ نرمی کرنا صرف اُن لوگون کا کام ہے جو نہایت درجہ کے شریف ہون، اور حضرت عمر بن عبد العزیز اسی قسم کے لوگون مین تھے، اسلام مین خوارج کا فرقہ ہمیشہ سے خلفاء کا دشمن رہا ہے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے ہمیشہ اِس فرقے کے ساتھ رفق و ملاطفت کا برتاو کیا، ایک بار کسی خارجی نے سلیمان ابن عبد الملک کو فاسق اور فاسق زادہ کہا، اُسنے حضرت عمر بن عبد العزیز سے رائے طلب کی تو بولے کہ جسطرح اُسنے آپ کو برا بھلا کہا ہے آپ بھی کہہ لیجئے[4]،

ایک بار چند خارجی اُنکی خدمت مین آئے، اور مناظرہ کرنا شروع کیا، حضرت عمر بن عبد العزیز کے بعض ہمنشینون نے کہا کہ ذرا بگڑ کر اُن کو مرعوب کیجئے، لیکن وہ اُن کے ساتھ نہایت نرم خوئی کے ساتھ گفتگو کرتے رہے، یہان تک کہ وہ سب ایک خاص شرط پر راضی ہو کر چلے گئے، اب حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے ہمنشین کے زانو پر ہاتھ مار کر کہا کہ جب تک دوا سے صحت ممکن ہو کسی کو داغنا نہین چاہئے[5]

خارجیون کے ساتھ معرکہ کارزار پیش آیا تو بہ ہزار دقت ان شرائط کیساتھ جنگ کی اجازت دی کہ عورت، بچے، قیدی قتل نہ کئے جائین، زخمیون کا تعاقب نہ کیا جائے، جو مال غنیمت ہاتھ آئے، وہ انہی کے اہل و عیال کو واپس دیدیا جائے، قیدی اُس وقت تک قید رکھے جائین، جب تک کہ راہ راست پر آجائین،

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز، [2] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۵۸، [3] ،، صفحہ ۶۳، [4] صفحہ ۹۳، [5] ،، صفحہ ۶۷

اُنکے نزدیک حجاج اسقدر مبغوض شخص تھا کہ اُسکے تمام خاندان کو جلاوطن کر دیا تھا اور تمام عمال کو ہدایت کی تھی کہ اُسکی روش نہ اختیار کرین لیکن بااینہمہ جب اُنکے سامنے ریاح بن عبیدہ نے حجاج کو گالی دی تو روکا اور بولے اے ریاح جب مظلوم ظالم کو خوب بُرا کہہ کر اپنا بدلہ لے لیتا ہے تو ظالم کو اُسپر فضیلت حاصل ہو جاتی ہے[1]

اُنکے تمام دشمنون کو اُنکی اس رفق و ملاطفت کا اسقدر یقین تھا، کہ جراح نے جب مخلد بن یزید المہلب کو انکے حکم سے گرفتار کیا، تو اُسکے ساتھ قید کی حالت مین اسقدر نرمی کی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُنکو لکھا کہ تم آل مہلب کی ماں ہو جو اسکے لئے بستر بچھاتی ہے، اور اسپر اُسکو سلاتی ہے، لیکن بااینہمہ اُسنے خود حضرت عمر بن عبد العزیز کی دربار کی حاضری کو اس عیش و آرام پر ترجیح دی، اور اُسکا یہ خیال صحیح نکلا چنانچہ جب وہ اُنکی خدمت مین حاضر ہوا تو اُنھون نے اسکو بالکل رہا کر دیا[2]،

اہل حاجت کی امداد | جو لوگ محتاج اعانت ہوتے تھے حضرت عمر بن عبد العزیز ہر ممکن طریقہ سے اُنکی امداد کرتے تھے، ایک بار عبد اللہ بن حسن اپنی ضروریات کے لئے سلیمان بن عبد الملک کی خدمت مین آئے اور حضرت عمر بن عبد العزیز کو واسطہ بنایا، اُنھون نے اُنکو ہر قسم کی مدد دی[3]،

مدینہ کی گورنری کے زمانے مین جب کسی کے ساتھ سلوک کرنا چاہتے تھے، تو خود اہل حاجت کو تلاش کرتے تھے[4]،

ایک بار کچھ مال آیا تو اُس مین سے ایک پیرانہ سال اندھے کے لئے ایک رقم نکلوائی کہ اُس سے وہ ایک ملازم رکھ لے جو اُسکو راستہ بتاتا ہوا لے چلے[5]،

خلافت کے بعد اپنے تمام مال و اسباب کو علیحدہ کیا تو جتنے غلام تھے سب اندھے اپاہج اور یتیم بچون پر تقسیم کر دئے کہ ان لوگون کی خدمت کرین[6]

ایک بار اُنکے کسی صاحبزادے نے انگوٹھی بنوائی اور اُس مین ہزار درہم کا نگینہ جڑوایا حضرت عمر بن

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۹۰، [2] صفحہ ۹۶، [3] صفحہ ۱۲، [4] صفحہ ۱۰۳، [5] صفحہ ۱۱۱، [6] صفحہ ۱۵۵،

عبد العزیز کو خبر ہوئی تو لکھا کہ اس انگوٹھی کو فروخت کر ڈالو اور یہ رقم بھوکون پر صرف کرو[۱]،

ایک بار انکی خدمت مین ایک چور پیش کیا گیا، تو اُسنے اپنی احتیاج کا عذر کیا، اُنھون نے اُسکا عذر قبول کیا اور اُسکو دس درہم دلوائے[۲]،

ایک بار ایک بدو آیا اور اپنی حاجت کو نہایت پر درد الفاظ مین پیش کیا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے گردن جھکالی اور آنکھون سے مسلسل آنسو جاری ہوگئے، سر اُٹھا کر پوچھا کہ تم سب کتنے آدمی ہو؟ اُسنے کہا ایک مین، اور نو بیٹیان، اُنھون نے بیت المال سے سب کے وظائف مقرر کر دئے، اور سو درہم ذاتی طور پر اپنی جیب سے دئیے[۳]،

عیادت و تعزیت

اگرچہ امرا، و سلاطین بہت کم گھر سے باہر قدم نکالتے ہین لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز دوست و احباب کی عیادت و تعزیت کو بے تکلف جاتے تھے، اور انکو تسلی دیتے تھے، ایک بار ابو قلابہ شام مین بیمار ہوئے تو حضرت عمر بن عبد العزیز انکی عیادت کو تشریف لے گئے، اور کہا کہ ابو قلابہ چاق و چست ہوجاؤ اور ہم پر منافقین کو ہنسنے کا موقع نہ دو،

ایک بار ایک شخص کا لڑکا مر گیا، حضرت عمر بن عبد العزیز اسکے باپ کے پاس تعزیت کو گئے، وہ نہایت صابر و شاکر آدمی تھا، لوگون نے کہا رضا و تسلیم اسکا نام ہے، بولے رضا نہین صبر[۴]،

عمر بن عبد اللہ بن عتبہ کے باپ نے انتقال کیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُنکے پاس ایک تعزیت نامہ بھیجا، جس مین لکھا کہ ہم آخرت کے رہنے والے ہین، دنیا مین اگر قیام کر لیا ہے، مردے اور مردون کے بیٹے ہین، تو کس قدر تعجب ہے اس مردے پر جو مردے کو خط لکھتا ہے اور مردے کی جانب سے تعزیت دیتا ہے[۵]،

ہر دلعزیزی

حدیث شریف مین آیا ہے،

اذا احب اللہ العبد قال لجبرئیل — خدا جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل سے

---

[۱] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۷۵، [۲] صفحہ ۷۹، [۳] ,, صفحہ ۷۴، [۴] ,, صفحہ ۱۰۶، [۵] ,, صفحہ ۱۲۴،

وقد احببت فلانا فاحبه فیحبه جبریل ثم ینادی فی اهل السماء ان الله قد احب فلانا فاحبوه فیحبه اهل السماء ثم یضع له القبول فی الارض،

کہتا ہے کہ مین فلان سے محبت کرتا ہون تم بھی اُس سے محبت کرو، اسلیے جبرئیل اُس سے محبت کرتے ہین، پھر آسمان کے رہنے والون مین منادی کرتے ہین کہ خدا فلان سے محبت رکھتا ہے تم لوگ بھی اُس سے محبت کرو، اسلیے آسمان والے اُس سے محبت کرنے لگتے ہین، اسکے بعد اللہ تعالیٰ اُسکو دنیا مین مقبول عام بنا دیتا ہے،

مقبولیت، شہرت، اور ہر دلعزیزی کا یہ سب سے بڑا درجہ ہے، اور ان محاسن اخلاق کی بدولت حضرت عمر بن عبد العزیز کو یہ درجہ حاصل تھا، چنانچہ وہ ایک بار موسم حج مین عرفہ سے گذرے تو دفعۃً تمام لوگون کی نگاہین اُٹھ گئین، سہیل ابن ابی صالح جو متذکرہ بالا حدیث کے راوی ہین، وہ بھی اس مجمع مین موجود تھے، اُنھون نے یہ حالت دیکھی تو اپنے باپ سے کہا کہ میرے خیال مین خدا عمر کو محبوب رکھتا ہے، اُنھون نے اسکی وجہ پوچھی تو بولے کہ لوگون کے دلون مین اُنکی جگہ ہے، اسکے بعد یہ حدیث بیان کی،[1]

صرف مسلمانون کی خصوصیت نہین بلکہ ان کے عدل و انصاف نے اُنکو غیر قومون کی نگاہ مین بھی محبوب بنا دیا تھا، ایک بار اُنکے صاحبزادے عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز کا گذر جزیرہ سے ہوا تو ایک راہب جو کبھی اپنے صومعہ سے باہر نہین نکلتا تھا نکلا، اور پوچھا کہ تمھین معلوم ہے کہ مین کس غرض سے اپنے گوشۂ تنہائی سے باہر آیا ہون، اُنھون نے کہا نہین، اُسنے کہا صرف تمہارے باپ کے حق کی بنا پر کیونکہ ہم اُنکو ائمۂ عدل مین پاتے ہین،[2]

---

[1] زرقانی شرح موطا جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۶،   [2] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۲۳،

علماء کی قدردانی

حضرت عمر بن عبد العزیز کو اگرچہ خلافت کے تعلق سے ہر قسم کے لوگونسے میل جول رکھنا پڑتا تھا، تاہم انکا اصلی میلان اہل علم کی طرف تھا، اسلئے مختلف طریقون سے انکی قدردانی کرتے تھے، عدی بن ارطاۃ نے جب تمام مسائل شرعیہ مین اُن سے مشورہ لینا شروع کیا تو ہدایت کی کہ حسن بصری سے مشورہ لینا، کافی ہے، خود کوئی فیصلہ کرتے تھے تو لازمی طور پر سعید بن مسیب سے مشورہ لے لیتے تھے، ایک بار ایک آدمی کو انکے پاس کسی مسئلہ کے دریافت کرنے کیلئے بھیجا، وہ خود انکو بلا لایا، بولے کہ قاصد نے غلطی سے آپ کو تکلیف دی، ہم نے صرف یہ کہا تھا کہ آپ سے مسئلہ پوچھ کے چلا آئے[1]،

ہمیشہ علماء کا ذکر خیر کرتے تھے، بسر بن سعید کا انتقال ہوا تو انھون نے کفن کا سامان بھی نہ چھوڑا اور عبد اللہ بن عبد الملک کا انتقال ہوا، تو اُسنے لاکھون روپے چھوڑے، حضرت عمر بن عبد العزیز کو دونون کی موت کا حال معلوم ہوا تو بولے کہ اگر دونون کا ایک ہی انجام ہوتا تو مین عبد اللہ بن عبد الملک ہی کی زندگی کو ترجیح دیتا، اسپر مسلمہ بن عبد الملک نے کہا کہ بسر بن سعید کی سی زندگی اختیار کرنا آپ کے خاندان مین خودکشی کرنا ہے، بولے جو کچھ ہو لیکن یہ نہین ہو سکتا کہ ہم اہل فضل کے فضل کا تذکرہ چھوڑ دین[2]،

اکثر علماء سے اُنکے دوستانہ تعلقات تھے، اور جب ان مین کوئی آتا تو اُس سے نہایت گرمجوشی سے ملتے، اور اُنسے صحبت خاص رکھتے، ایک بار ایک عالم جو اُنکے دوست تھے آئے تو اُنکو اپنے پاس بٹھایا، اور خلوت مین لیجا کر دیر تک گفتگو کرتے رہے[3]،

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۹۰ و تذکرہ سعید بن المسیب　[2] طبقات جلد ۵ صفحہ ۲۰۸،

[3] طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۲۲۵،

شاعری وخطابت

حضرت عمر بن عبد العزیز کو اگرچہ شعر و سخن کا ذوق نہ تھا، تاہم کبھی کبھی اخلاقی اشعار خود کہتے تھے، اور کبھی کبھی دوسرون کی زبان سے سنتے تھے، چنانچہ محدث ابن جوزی نے ایک خاص باب مین اس قسم کے اشعار کو جمع کردیا ہے

ایک لحن خاص کے موجد بھی تھے، جو مدینہ مین رائج ومقبول تھا[1]،

حضرت عمر بن عبد العزیز کے خطبات و مواعظ بکثرت ہین، جنکو محدث ابن جوزی نے ایک مستقل باب مین جمع کردیا ہے، منبر پر وہ بالکل ابراہیم ادہم اور حضرت بایزید بسطامی کے قالب مین نمایان ہوتے ہین، اور جو کچھ کہتے ہین انھین کی زبان سے کہتے ہین، یہی وجہ ہے کہ اُنھون نے جب پہلا خطبہ دیا تو تمام خطبا و شعرا دفعۃً اُن سے الگ ہوگئے، اور فقہا و زہاد نے کہا کہ جب تک انکے قول و فعل مین تخالف نہ ہو ہم ان کو چھوڑ نہین سکتے[2]،

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۳۰، [2] ایضاً صفحہ ۱۹۶،
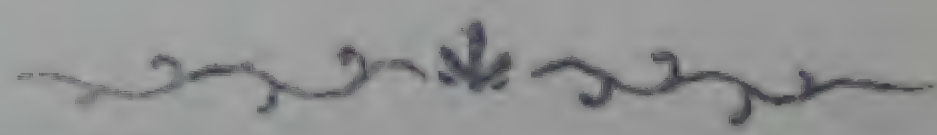
ارباب صحبت

خلافت سے پہلے اگرچہ حضرت عمر بن عبد العزیز رنگین مزاج لوگوں سے صحبت رکھتے تھے لیکن خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اُنھون نے تمام سامان عیش وطرب کے ساتھ اس قسم کے احباب سے بھی قطع تعلق کر لیا، چنانچہ خلافت کے بعد جب لوگ اُنکی خدمت مین آئے تو اُنھون نے صرف نیک اور پرہیزگار لوگون کو باریابی کا موقع دیا، اور ایک قدیم دوست کو اس شرف سے محروم رکھا، بعض لوگون نے اُنسے اس معاملہ مین گفتگو کی، تو بولے جسطرح ہم نے رنگین کپڑے چھوڑ دیے، اُسی طرح رنگین مزاج دوستون سے بھی علحدگی اختیار کر لی[1]

حضرت عمر بن عبد العزیز سے پہلے خلفاء کی بزم طرب مین سب سے زیادہ ہجوم شعراء کا ہوتا تھا اس بنا پر جب حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو حجاز وعراق کے تمام شعراء نے اُنکے دربار کا رخ کیا، اور تمام بڑے بڑے شعراء مثلاً نصیب، جریر، فرزدق، احوص، اور اخطل وغیرہ آئے، اور مہینون قیام کیا لیکن یہان مجلس ہی کا رنگ بدلا ہوا تھا، شعراء کی کوئی قدردانی نہین کی جاتی تھی، قراء وفقہاء اطراف سے بلائے جاتے تھے، اور انکو خواص مین داخل کیا جاتا تھا، مجبوراً بعض شعراء نے ایک فقیہ سے اعانت طلب کی اور اپنی کسادبازاری کا اظہار ان اشعار مین کیا،

یا ایھا القاری المرخی عمامته	ھذا زمانک انی قد مضی زمنی
اے وہ قاری جسکا عمامہ لٹک رہا ہے	یہ تیرا زمانہ ہے، میرا زمانہ گزر گیا،
ابلغ خلیفتنا ان کنت لاقیه	انی لدی الباب کالمصفود فی قرن
اگر ہمارے خلیفہ سے ملو تو اسکو یہ پیغام پہنچا دو،	مین دروازے پر بیڑیون مین جکڑا ہوا ہون

بہر حال حضرت عمر بن عبد العزیز نے خلفار کی مجالس کا رنگ بالکل بدل دیا، اور اپنی صحبت کے لئے صرف علمار و فقہار کو انتخاب کیا، جن مین میمون بن مہران، رجار بن حیوہ، ریاح بن عبیدہ کا شمار خواص مین تھا، اور اُنکے علاوہ اور علمار بھی تھے، لیکن اُنکا درجہ اُنسے کم تھا[1]،

حضرت عمر بن عبد العزیز کے نزدیک ارباب صحبت مین خصوصیت کے ساتھ جن اوصاف کا ہونا ضروری تھا اُنکی تصریح اُنھون نے خود ہی کر دی تھی یعنی یہ کہ،

(۱) اگر مین انصاف کی راہ نہ پاؤن تو وہ میری رہنمائی کرے،

(۲) نیکی کے کامون مین میرا مددگار رہو،

(۳) جو لوگ مجھ تک اپنی حاجت نہین پہونچا سکتے، وہ مجھ تک اُنکی حاجت پہونچائے،

(۴) میرے پاس کسی کی غیبت نہ کرے،

(۵) میری اور لوگون کی جو امانت رکھے اُسکو ادا کرے[2]،

عام معمول تھا کہ ابتدائے شب مین خلافت کا کام انجام دیتے، آدھی رات ہوتی تو احباب کے ساتھ شریک صحبت ہوتے، اور اخیر شب مین عبادت کرتے، ایک بار میمون بن مہران نے کہا کہ آپ اس مصروفیت کے ساتھ کیونکر زندہ رہ سکتے ہین؟ بولے کہ باہمی صحبت سے عقل بارآور ہوتی ہے[3]، ان احباب کی صحبت مین امور خلافت کے متعلق مشورہ لیا جاتا[4]، اور زہد و رقاق کی باتین ہوتین، میمون بن مہران کا بیان ہے کہ مین ایک رات اُنکی صحبت مین تھا تو اُنھون نے ایک، موثر وعظ کہا[5]،

---

[1] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۹۲، [2] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۴۴، [3] ر صفحہ ۴۰ ۲،

[4] طبقات ابن سعد صفحہ ۱ ۸ [5] ر صفحہ ۴۷ ۲،

اعمال وعبادات

عبادت شبانہ | حضرت عمر بن عبد العزیز کی زاہدانہ زندگی کا سب سے زیادہ پر اثر منظر صرف راتون کو نظر آسکتا تھا جو اُنکی عبادت گذاری کا اصلی وقت تھا، اِس مقصد کے لئے گھر کے اندر ایک حجرہ مخصوص کرلیا تھا جس مین کمل کے سلے ہوئے کپڑے رکھے رہتے تھے، جب رات کا پچھلا پہر ہوتا تو دن کے کپڑے اُتار ڈالتے، اور اِن کپڑون کو پہنکر مناجات، اور گریہ وبکا مین مصروف ہوجاتے، اور صبح تک مصروف رہتے، صبح ہوتی تو پھر ان کپڑون کو تہ کرکے صندوق مین رکھدیتے،

مرنے سے پہلے اس صندوق کو ایک غلام کے پاس امانتہً رکھدیا تھا، اور ایک روایت مین ہی کہ اُسکو دریا مین بہا دینے کی وصیت کی تھی، چنانچہ اہل خاندان کو اس صندوق کا حال معلوم ہوا تو غلام سے طلب کیا، اُسنے کہا اس مین مال و دولت نہین ہے لیکن اُنکی حرص وطمع نے اسکا اعتبار نہین کیا اور صندوق کو اُٹھا کر یزید بن عبد الملک کی خدمت مین لے گئے، اُسنے تمام خاندان کے سامنے کھولا تو کمل کے چند کپڑے نکلے جنکو وہ رات کو پہنا کرتے تھے،[1]

عام معمول یہ تھا کہ شام ہونے کے بعد آدہی رات تک امور خلافت انجام دیتے، آدہی رات کے بعد علماء کے ساتھ صحبت رکھتے، اور رات کا پچھلا پہر عبادت گذاری مین گذارتے، نماز فجر پڑھنے کے بعد پھر اسی حجرے مین چلے جاتے، اور اسوقت اُس مین کوئی دوسرا نہین جا سکتا تھا،[2]

نماز | نماز پنجگانہ نہایت مستعدی کے ساتھ ادا فرماتے تھے، گھر مین مغرب کی طرف ایک جھروکہ بنا رکھا تھا اگر موذن اذان دینے مین دیر کرتا تو آدمی بھیجکر کہلوا دیتے کہ وقت آگیا،[3]

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۲۴۰، [2] ” صفحہ ۲۱۶، [3] ” صفحہ ۱۷۹،

موذن اذان دیتا تو کوشش کرتے کہ اذان کی آواز کے ساتھ ہی مسجد مین داخل ہوجائین، اس غرض سے ۱۳ موذن ملازم رکھے تھے، کہ گھر سے نکلنے تک اذانون کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے، لیکن کبھی ایسا نہین ہوا کہ تمام موذنین کو اذان کہنے کی ضرورت واقع ہوئی ہو، اکثر پہلی ہی اذان مین گھر سے برآمد ہوجاتے، ورنہ دوسری یا تیسری اذان مین تو ضرور ہی داخل مسجد ہوجاتے، اذان دینے کے بعد موذن آتا اور کہتا کہ "السلام علیک امیر المومنین ورحمتہ اللہ" یہ فقرے ادا بھی نہ کر چکتا تھا کہ وہ نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے[1]،

جمعہ کے دن کا نہایت احترام کرتے تھے، اور عید اور جمعہ مین پیدل جاتے تھے[2] ادائے نماز مین بالکل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سنن وآداب کا اتباع کرتے تھے، حضرت انس بن مالک رض کا قول ہے کہ مینے اُنسے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلعم کے مشابہ نماز پڑھتے نہین دیکھا[3]،

زکوۃ | ہمیشہ اپنے مال کی زکوۃ ادا فرماتے تھے، مجاہد کا بیان ہے کہ ایک بار اُنھون نے مجھے سودرہم دئے اور کہا کہ یہ میرے مال کا صدقہ ہے[4]، ہمیشہ دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ رکھتے[5]،

تلاوت | روزانہ علی الصباح قران مجید کی تلاوت کرتے[6] اور رات کے وقت جب سوتے تو نہایت دردناک لہجے مین قران مجید کی یہ آیتین پڑھتے،

ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض الخ	تمہارا پروردگار وہ خدا ہے جسنے آسمان اور زمین کو پیدا کیا،
افامن اھل القری ان یاتیھم باسنا بیاتا وھم نائمون[7]۔	کیا گانون والے اس سے بیڈر ہوگئے کہ ہمارا عذاب آجائے اور وہ لوگ سوتے ہوئے ہون،

[1] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۶۴ و ۲۶۵، [2] " صفحہ ۲۶۷، [3] سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۲۶، [4] " صفحہ ۲۸۱، [5] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۶۵، [6] سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۱۸۰، [7] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۸۰،

بعض اوقات ایک ہی سورہ کو بار بار رات رات بھر پڑھا کرتے تھے، چنانچہ ایک رات سورہ انفال شروع کی تو صبح تک پڑھتے رہتے، اگر کوئی خوف کی آیت آتی، تو تضرع وابتہال کرتے، اگر رحمت کی آیت آتی تو دعا کرتے،

قرآن مجید کو سنکر اُن پر محویت کا عالم طاری ہوجاتا تھا، ایک بار کسی شخص نے اُنکے سامنے قرآن مجید کی ایک سورہ پڑھی، حاضرین مین سے ایک صاحب بول اُٹھے، کہ اُسنے پڑھنے مین غلطی کی ہے حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ قرآن مجید کے سننے کے بعد اُنکو غلطی نکالنے کا ہوش تھا[1]۔

جب اُن آیتون کو پڑھتے جنمین اہوال قیامت کا ذکر ہوتا تو بے ساختہ رو پڑتے بیہوش ہوجاتے اور صبح تک اُن پر ازخودرفتگی کی کیفیت طاری رہتی،

مناجات ودعا — ہمیشہ مناجات ودعا مین مصروف رہتے، چنانچہ علامہ ابن جوزی نے ان دعاؤن کو اپنی کتاب مین نقل کردیا ہے،

گریہ وبکا — طبیعت نہایت اثر پذیر پائی تھی، اسلئے اکثر اُن پر گریہ طاری ہوجایا کرتا تھا، ایک بار خطبہ دینا چاہتے تھے کہ حمد ونعت کے بعد گلوگرفتہ ہوگئے[2]، اگر کوئی شخص اُنکو موثر نصیحت کرتا، یا قرآن مجید کی کوئی پر اثر آیت سنتے تو دفعتہً رو پڑتے، چنانچہ خوف قیامت اور نصیحت پذیری کے عنوان مین اس قسم کے واقعات گذر چکے ہین، اُنکی بی بی کا بیان ہے کہ جب گھر مین آتے تھے تو اپنی مسجد مین جاکر متصل روتے رہتے، یہانتک کہ آنکھ لگ جاتی، جب جاگتے تو پھر اسی شغلہ مین مصروف ہوجاتے یہانتک کہ اسی مین رات بسر ہوجاتی[3]،

خشیت الہی — دنیا مین اور بھی بہت سے فقراء وصوفیہ گذرے ہین جنکا دل خشیت الہی سے ہمیشہ لرزتا رہتا تھا، لیکن اس باب مین حضرت عمر بن عبد العزیز کو جس چیز نے ان لوگونسے ممتاز کردیا ہے وہ

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۹۲، [2] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۹۴، [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۵،

یہ ہے کہ جو چیز انسان کے دل کو سخت کر دیتی ہے، اُسی نے اُنکے دلکو گداز کر دیا تھا، جاہ و دولت انسان کو خدا سے بالکل غافل کر دیتے ہین، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کے دل کو انھی نے خوف خدا کا آشیانہ بنا دیا تھا، چنانچہ ایک بار اُنھون نے خود اپنے ایک فوجی افسر کو لکھا کہ،

خدا کی عظمت اور خشیت کا سب سے زیادہ مستحق بندہ وہ ہے جو اُس مصیبت مین مبتلا ہو جس مین کہ مین ہون، خدا کے نزدیک مجھ سے زیادہ سخت حساب دینے والا، اور مجھسے زیادہ ذلیل (اگر وہ خدا کی نافرمانی کرے) کوئی نہین ہے، مین اس حالت مین سخت دل گرفتہ ہون، اور مجھے خوف ہی کہ یہ میری ہلاکت کا سبب نہ بن جائے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم جہاد کے لئے روانہ ہونا چاہتے ہو، تو اے برادر من میری خواہش یہ ہے کہ جب تم صف جنگ مین کھڑے ہو تو خدا سے دعا کرو کہ وہ مجھے شہادت عطا فرمائے کیونکہ میری حالت نہایت سخت اور میرا خطرہ نہایت عظیم الشان ہے[1]،

عام معمول یہ تھا کہ نماز عشاء کے بعد اپنی مسجد مین بیٹھ کر دعائین کرتے، اور روتے جاتے، یہانتک کہ آنکھ لگ جاتی، پھر آنکھ کھلتی تو یہی مشغلہ جاری ہو جاتا یہان تک کہ دوبارہ سو جاتے، غرض تمام رات اسی طرح گذر جاتی[2]، ایک دن اُنکی بی بی نے اسکی وجہ پوچھی تو بولے کہ مینے غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ مین اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ و سفید کی قسمت کا مالک ہون، پھر مینے بیکس غریب، محتاج، فقیر، اور گم شدہ قیدی اور انہی کی طرح اور لوگون کو یاد کیا، تو مجھے یقین ہوگیا کہ خدا اِن کے بارے مین مجھ سے سوال کرے گا، اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق مجھ پر دعویٰ کرینگے، اسلئے اس تصور سے مجھے جان کا خوف پیدا ہو گیا، میرے آنسو جاری ہو گئے، میرا دل خوف زدہ ہو گیا، اور مین جس قدر اس کو یاد کرتا ہون میرا خوف بڑہتا جاتا ہے[3]،

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۹۲، [2] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۸۸، [3] صفحہ ۱۸۹

خوف موت | امرا، وسلاطین کے یہان راتون کو بزم عیش وطرب منعقد ہوتی ہے، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے یہان رات کو فقہا، جمع ہو کر موت اور قیامت کا ذکر کرتے تھے، اور اس طرح روتے تھے کہ گویا اُنکے سامنے جنازہ رکھا ہوا ہے[1]، وہ موت کے خوف سے رات رات بھر جاگا کرتے تھے، اور اُسپر غور وفکر کرتے رہتے تھے، ایک بار اُنھون نے اپنے ایک ہمنشین سے کہا کہ مین غور وفکر مین رات بھر جاگتا رہا، اُس نے کہا کس چیز کے متعلق غور وفکر کرتے تھے؟ بولے قبر اور اہل قبر کے متعلق، تم اگر مردے کو تین دن کے بعد قبر مین دیکھو تو باوجود اُسکی موانست کے تم اُسکے پاس جانے سے وحشت زدہ ہوگے، اور ایک ایسا گھر دیکھوگے جس مین کیڑے رینگ رہے ہونگے، پیپ بہ رہی ہوگی، اور کیڑے اُس مین تیر رہے ہونگے، یہ کہنے کے بعد ہچکیان بندھ گئین اور بیہوش ہو کر گر پڑے، ہوش مین آنے کے بعد بھی، یہ حالت عود کرتی رہی[2]،

سیاسی کام عموماً مصلحت اور ضرورت کے اقتضاء سے انجام دئے جاتے ہین، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نظام سلطنت کی بنیاد صرف خوف موت پر قائم تھی، وہ جو کچھ کرتے تھے، خدا کے ڈر، قیامت کے مواخذہ، اور موت کے خوف سے کرتے تھے، ریاح بن زید کا بیان ہے کہ اُنھون نے ایک بار عروہ کو لکھا کہ تم مجھ سے بار بار خط وکتابت کرتے ہو، اب مین جو احکام لکھ بھیجون اُسکو فوراً نافذ کردو کیونکہ موت کا وقت ہم لوگونکو معلوم نہین[3]،

خوف قیامت | روز قیامت سے نہایت خائف رہتے تھے، یزید بن حوشب کا قول ہے کہ،

مینے حسن بصری اور عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ کسی شخص کو قیامت سے ڈرنے والا نہین دیکھا، گویا دوزخ صرف انھین دونون کے لئے پیدا کیگئی تھی[4]،

---

[1] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳۹، [2] سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۱۸۷، [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۲۹۴، [4] سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۱۹۱،

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تمام واقعات زندگی اسکی تائید کرتے ہین،

ایک دن اپنی بی بی فاطمہ کے پاس آئے، اور کہا کہ دابق مین ہمارا زمانہ اس زمانہ سے زیادہ خوشگوار تھا، یہ کہکر اُنکو اُس زمانے کے عیش و آرام کی یاد دلائی، فاطمہ نے کہا خدا کی قسم آج آپ اُس زمانے سے زیادہ اہل مقدرت اور صاحب اختیار ہین، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ سنا تو غمناک لہجے مین یہ کہتے ہوئے اُٹھ گئے کہ اے فاطمہ اگر مین اپنے پروردگار کی نافرمانی کرون تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہون، فاطمہ اس پر درد فقرے کو سنکر رو پڑین، اور کہا کہ خدا وندا ان کو دوزخ سے نجات دے،

ایک بار سفر مین تھے، چونکہ اسباب سے آگے نکل جا چکے تھے، اسلئے راہ مین گھوڑے سے اتر گئے، اور دیکھا کہ جو لوگ اسباب پہلے بھیج چکے ہین، اُنکے پاس سامان آرہا ہے یہ دیکھکر رو پڑے، سلیمان بن عبدالملک نے رونے کی وجہ پوچھی تو بولے اسی طرح قیامت کے دن جو شخص زاد راہ پہلے بھیج چکا ہوگا وہ اُسکو مل جائے گا، اور جسنے نہ بھیجا ہوگا اُسکو کچھ نہ ملے گا،[۲]

اُنھون نے بنو امیہ کی جائدادین ضبط کر لین تو انکی پھوپھی نے کہا کہ کہین ایسا نہ ہو کہ وہ سب بغاوت کر دین، ایک بادشاہ کے لئے بغاوت سب سے زیادہ خطرناک چیز ہے، لیکن اُنھون نے کہا کہ اگر قیامت کے سوا مین اور کسی دن سے ڈرون تو خدا مجھے اس دن سے نہ بچائے، اسکے بعد آگ پر ایک اشرفی گرم کروائی، جب وہ سرخ ہوگئی تو اُسکو گوشت کے ایک ٹکڑے پر رکھا وہ بھن گیا، تو بولے، پھوپھی جان اپنے بھتیجے کے لئے اس سے ڈرو،[۳]

قرآن مجید کی جن آیتون مین قیامت اور احوال قیامت کا ذکر ہوتا اُنکا اثر اُن پر شدت کے ساتھ پڑتا تھا، ایک بار انکی بی بی فاطمہ شدت کے ساتھ رونے لگین، بھائیون نے وجہ

[۱] سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۱۹۳، [۲] ،، صفحہ ۲۰۰، [۳] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۷۵،

پوچھی تو بولین کہ ایک رات مینے ایک عجیب منظر دیکھا، مینے دیکھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نماز پڑھ رہے ہین جب یہ آیت پڑہی،

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالفراش المبثوث جس دن لوگ مثل پھیلے ہوئے پروانون کے اور

وتكون الجبال كالعهن المنفوش پہاڑ مثل دھنکے ہوئے اون کے ہونگے،

تو چیخے کہ واسو صباحاہ، پھر اُچھلے اور اُچھل کر اسطرح گرے کہ مینے خیال کیا کہ دم توڑ رہے ہین، پھر ٹہر گئے، مینے خیال کیا کہ دم نکل گیا، پھر ہوش مین آئے، اور چلائے یا سوء صباحا، پھر اُچھلے اور تمام گھر مین پھر پھر کے کہنے لگے، افسوس اُسدن پر جسمین لوگ بکھرے ہوئے پروانون کی طرح، اور پہاڑ مثل دُھنکے ہوئے اُون کے ہونگے، پھر گرے اور اسطرح گرے کہ مردہ معلوم ہوتے تھے، یہانتک کہ موذن صبح نے بیدار کیا[1]، ایک روز نماز مین یہ آیت پڑہی،

وقفوهم انهم مسئولون اُنکو ٹہرا دو کہ اُنسے سوال ہوگا،

اسکا یہ اثر پڑا کہ بار بار اسی آیت کو پڑہتے رہے، اور اُس سے آگے نہ بڑھ سکے[2]،

ایک بار سر منبر یہ آیت پڑہی،

ونضع الموازين القسط ليوم القيامة قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازو کھڑی کرینگے

تو خوف سے ایک طرف کو جھک گئے گویا زمین پر گر رہے ہین[3]،

خوف عذاب الہٰی | قیامت کے ساتھ اُنکو دنیا ہی مین ہمیشہ عذاب الہٰی کا خوف لگا رہتا تھا، ایک بار زور سے ہوا چلی، تو اُنکے چہرے کا رنگ سیاہ پڑ گیا، ایک شخص نے پوچھا امیر المومنین آپ کا یہ کیا حال ہوگیا؟ بولے دنیا مین جو قوم تباہ ہوئی ہے اُسکو ہوا ہی نے تباہ کیا ہے[4]،

محبت رسول | رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کا ادب واحترام ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۹۰، [2] ر صفحہ ۱۹۱، [3] ر صفحہ ۲۰۰، [4] ر صفحہ ۱۹۱،

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اجزا ایمانیہ مین یہ جز سب سے زیادہ نمایان تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی متبرک یادگارون مین اُنھون نے پلنگ، گدا، پیالہ، چادر، چکی، ترکش، اور عصا کو ایک کوٹھری مین محفوظ رکھا تھا، اور روز اُسکی زیارت کرتے تھے، اگر کبھی قریش کا مجمع ہوجاتا تو اُنکو لے جاکر ان مقدس یادگارون کی زیارت کرواتے اور کہتے کہ یہ اُس مقدس ذات کی میراث ہی جسکے ذریعہ سے خدا نے تم لوگون کو عزت دی[1]،

اس سرمایہ حیات کے علاوہ اگر اور کہین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی یادگار مل جاتی تو اُسکو سر اور آنکھون پر رکھتے، اور اُس سے برکت اندوز ہوتے، رسول اللہ صلعم نے ایک صحابی کو جاگیرین دی تھین، اور اُسکے متعلق ایک سند لکھدی تھی، اُنکے خاندان کے ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو وہ سند دکھائی تو اُسکو چوم کر آنکھون پر رکھ لیا[2]،

انتقال ہونے لگا تو سب سے زیادہ اسی زاد آخرت کی فکر ہوئی چنانچہ وصیت کی کہ کفن مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چند موے مبارک و ناخن پاک رکھے جائین[3]،

اگر کوئی شخص رسول اللہ صلعم کی نسبت کوئی گستاخانہ کلمہ کہتا تو اُس پر سخت برہم ہوتے ایک بار اُنکی پیشی مین ایک محرر پیش کیا گیا، جو نومسلم تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ مہاجرین کی اولاد مین سے کسی کو کیون نہین لائے، محرر نے بیساختہ جواب دیا، کہ رسول اللہ صلعم کے باپ کا کفر آپ کے لئے کچھ مضر نہین ثابت ہوا، بولے تو نے رسول اللہ صلعم کو سب کے برابر کردیا، ہمارے یہان تیرا کام نہین[4]،

محبت اہل بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے انتساب و تعلق نے اگرچہ اہل بیت کو تمام مسلمانونکے

[1] سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۲۱۶، [2] اسد الغابہ تذکرہ مرارہ بن سلمی، [3] طبقات ابن سعد، [4] سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۶۲،

نزدیک عزیز تر بنادیا تھا، لیکن بنو امیہ کا خاندان ابتدا ہی سے سیاسی مصالح کی بنا پر اُن کا دشمن بنگیا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز بھی اسی خاندان کے ایک رکن تھے، اور اُنکے زمانے تک اس بغض و عداوت کا خمیر اسقدر پختہ ہوگیا تھا کہ خاندان بنو امیہ کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہ کا نام بھی نہین لیا جاسکتا تھا[۱] لیکن وہ خود اہل بیت کی محبت مین اسقدر مخمور و سرشار تھے، کہ ایکبار گورنری مدینہ کے زمانہ مین اُنکے یہان فاطمہ بنت علی آئین، اُنھون نے پہلے تمام پہرے دارون اور غلامون کو گھر سے نکلوا دیا، پھر تنہائی مین لیجاکر اُنسے کہا کہ اے دختر علی صفحہ زمین پر مجھے کوئی خاندان تم سے زیادہ عزیز نہین ہے، تم خود میرے خاندان سے زیادہ مجھے عزیز ہو، اُن سے پہلے خلفاء بنو امیہ نے حضرت علی کی نسبت اہانت آمیز فقرے جمعہ کے خطبہ مین شامل کر دئے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اِن فقرون کو خطبہ سے خارج کر دیا، چنانچہ کثیر عزۃ الخزاعی نے ایک قصیدے مین اسکی طرف مداحانہ طریقے سے اشارہ کیا ہے[۳]،

ولیت فلم تشتم علیا ولم تخف بریا ولم تتبع مقالۃ مجرم

تم خلیفہ ہوئے تو تم نے نہ علی کو گالی دی، نہ بری آدمیون کو ڈرایا، نہ مجرمین کی بات کی تقلید کی،

اس قسم کے فقرون کے بجائے وہ ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے فضائل کے ذکر سے رطب اللسان رہتے تھے، ایک بار اُنکے یہان فرقہ زہاد کا تذکرہ ہوا تو لوگون نے مختلف لوگون کے نام لئے لیکن انھون نے کہا کہ دنیا مین سب سے زیادہ زاہد حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے[۴]،

صرف اہل بیت ہی کی یہ خصوصیت نہین، جو لوگ خاندان نبوت سے ادنی تعلق بھی رکھتے تھے، اُنکے ساتھ وہ اسی قسم کا فیاضانہ سلوک کرتے تھے، حضرت اسامہ رض رسول اللہ صلعم کے

۱؎ سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۶، ۲؎ طبقات صفحہ ۲۴۵، ۳؎ طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۹۱ و تاریخ الخلفا صفحہ ۲۴۳ ۴؎ سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۳۰۲،

موالی زادہ تھے، ایک بار اُنکی بیٹی اُنکی خدمت مین حاضر ہوئین، توحضرت عمر بن عبدالعزیز خود اٹھ کر گئے اور ہاتھ پکڑ کر اُنکو لائے، اور اپنی جگہ بٹھایا اور اُنکی تمام ضرورتین پوری کین[1]،

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہ کا آزاد شدہ غلام زریق اُنکی خدمت مین حاضر ہوا اور کہا کہ یا، امیرالمومنین مین مدینہ کا رہنے والا ہون، قرآن مجید اور فرائض مجھے یاد ہے، لیکن بیت المال کے رجسٹر مین میرا نام درج نہین ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ تم کس طبقہ کے آدمی ہو؟ بولا مین موالی بنی ہاشم مین ہون، اس نے حضرت علی بن ابی طالب کا نام لیا، حضرت عمر بن عبدالعزیز کی آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے اور کہا کہ مین خود علی کا غلام ہون، خود رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مین جسکا مولی ہون علی بھی اُسکے مولی ہین، پھر اپنے مولی مزاحم سے پوچھا کہ اس قسم کے لوگون کو کیا وظیفہ دیتے ہو؟ اُسنے کہا سو یا دو سو درہم، بولے کہ ولایت علی کی بنا پر اسکو پچاس دینار دو[2]،

ایک بار خاندان بنوامیہ کے بہت سے لوگ دروازے پر منتظر بیٹھے ہوے تھے لیکن اُنھون نے حضرت عبداللہ بن عباس کے غلام کو سب سے پہلے باریابی کا موقع دیا، ہشام نے دیکھا تو جل کر کہا کہ کیا عمر بن عبدالعزیز کو سب کچھ کرگے اب بھی تسکین نہین ہوئی کہ ابن عباس کے ایک غلام کو موقع دیتے ہین کہ ہماری گردن پھاند کے چلا جائے[3]،

محبت مدینہ | حضرت عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے ادب و احترام کا شدت کیساتھ لحاظ رکھتے تھے، مثلاً مدینہ کا جو حرم رسول اللہ صلعم نے مقرر کردیا تھا، اُسکے اندر کے درخت یا گھاس کو کاٹا نہین جاسکتا تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اسکا اسقدر خیال تھا کہ فرماتے تھے کہ یہ مجھے گوارا ہے کہ ایک شخص شراب لیکر میرے پاس آئے، لیکن یہ گوارا نہین کہ حرم مدینہ سے کوئی چیز کاٹ کر لائے[4]،

مدینہ سے اُنکو اسقدر شیفتگی تھی کہ جب وہان سے چلے، تو اسکی طرف باچشم ترمڑ کے دیکھا اور اپنے غلام مزاحم سے کہا کہ ہم اُن لوگون مین سے تو نہین ہین جنکو مدینہ نے پھینکدیا ہے[5]،

[1] سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۱۰۲، [2] ؍؍ صفحہ ۱۱۲، [3] ؍؍ صفحہ ۱۰۶، [4] معجم البلدان ذکر مدینہ، [5] موطائے امام مالک باب ماجاء فی سکنی المدینہ

کارنامہاے زندگی

تجدید و اصلاح

مذہب، سیاست، اخلاق، تمدن، غرض نظام عالم کے کل اجزا جب زنگ آلود ہوجاتے ہین، توخدا ایک مصلح، ایک ریفارمر، اور ایک مجدد کو پیدا کرتا ہے، جو ان تمام چیزون کو جلا دیکر نئے آب و رنگ کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے،

سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ خلافت تک تاریخ اسلام پر پوری ایک صدی گذر چکی تھی، اور اس طویل زمانے مین اسلام کا نظام مذہب، نظام سیاست، نظام اخلاق، اور نظام تمدن بالکل زنگ آلود ہوگیا تھا، اسلیئے ان تمام چیزون کی تجدید و اصلاح کے لیئے ایک مجدد کی ضرورت تھی اور حافظ جلال الدین سیوطی کو فخر ہے کہ مصر کی خاک نے سب سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیز کے ذریعہ سے اس ضرورت کو پورا کیا، اور متصل کئی صدیون تک پورا کرتی رہی، چنانچہ لکھتے ہین،

من اللطائف ان شرط المبعوثین علی رؤس القرون مصریون عمر بن عبد العزیز فی الاولی والشافعی فی الثانیۃ وابن دقیق العید فی السابعۃ والبلقینی فی الثامنۃ[1]	یہ ایک لطیفہ ہے کہ ہر صدی کی ابتدا مین جو مصلح پیدا ہوئے وہ سب کے سب مصری تھے، یعنی پہلی صدی مین عمر بن عبد العزیز، دوسری مین شافعی ساتوین مین ابن دقیق العید اور آٹھوین مین بلقینی،

لیکن تقدم زمانی کے ساتھ حضرت عمر بن عبد العزیز کو ان بزرگون پر اور بھی مختلف حیثیتون سے ترجیح حاصل ہے، ان بزرگون کے کارنامے صرف مذہب تک محدود ہین، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اسلام کے کل نظام یعنی مذہب، اخلاق، سیاست

---

[1] حسن المحاضرہ جلد اول صفحہ ۱۳۵،

اور تمدن پر پورا اقتدار حاصل تھا، اسلیے اُنھون نے ہر چیز کی اصلاح کی، چنانچہ ان تمام اصلاحات کی تفصیل حسب ذیل ہے،

خلافت | حضرت عمر بن عبد العزیز اگرچہ خلیفہ کے انتخاب کے متعلق اسلام کے جمہوری نظام کو دوبارہ[1] قایم نہ کر سکے، اور اُنکو سلیمان ابن عبد الملک کی وصیت کے موافق اس امانت کو یزید بن عبد الملک کے سپرد کرنا پڑا، تاہم وہ دل سے اس شخصی نظام کو پسند نہین کرتے تھے،

اسلام مین سب سے پہلے شخصی انتخاب کے ذریعہ سے یزید خلیفہ ہوا تھا لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز اُسکو مسلمانون کا خلیفہ نہین تسلیم کرتے تھے، چنانچہ ایک بار کسی نے یزید کو امیر المومنین کہا تو اُسکو ۲۰ کوڑے مارے،

تمام اولاد مین اُنکو سب سے زیادہ محبت عبد الملک سے تھی، لیکن انکے انتقال کے بعد جب اُنکی زبان سے اُنکے متعلق تحسین آمیز فقرے نکلے تو مسلمہ نے کہا کہ اے امیر المومنین اگر وہ زندہ رہتے تو آپ اُنکو خلیفہ مقرر کرتے؟ بولے نہین، اُنھون نے کہا کیون؟ انکی تعریف تو آپ بہت کرتے ہین، بولے مجھے خوف ہے کہ محبت پدری سے کہین وہ مجھے محبوب نہ نظر آتے ہون،[2]

خلیفہ کے شخصی انتخاب کے علاوہ شخصیت کا اثر اور بھی مختلف صورتون مین نظر آتا تھا، مثلاً تمام خاندان شاہی کو غیر معمولی اقتدار حاصل ہو گیا تھا، خلفاء کی طرف سے اُنکو خاص وظائف وعطایا ملتے تھے، وہ ہر جگہ علانیہ تمام قوم سے ممتاز نظر آتے تھے، خلیفہ کو رعایا پر غیر معمولی تفوق حاصل تھا، یہان تک کہ نماز کے بعد اُن پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح درود بھیجا جاتا تھا، لوگ مخصوص طور پر انکو سلام کرتے تھے، وہ چلتے تھے تو ساتھ ساتھ نقیب وعلمبردار ہوتے تھے، وہ جنازے مین شریک ہوتے تھے، تو اُنکے لئے ایک خاص چادر بچھائی جاتی تھی، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۰۹۔ [2] ؍؍ صفحہ ۲۴۰،

خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی ان تمام نشیب وفراز کو مٹا کر سطح کو بالکل ہموار کر دیا، چنانچہ وظائف کی تقسیم مین ایسا مساویانہ طریقہ اختیار کیا کہ جو لوگ تفریق و امتیاز کے خوگر تھے، وہ اُنسے بالکل الگ ہو گئے[1] ایک بار تمام مروانی خاندان اُنکے پاس آیا، اور اپنے قدیم شخصی اقتدار کی بنا پر اُن سے ملامت آمیز الفاظ مین کہا کہ آپ سے پہلے خلفا ہمارے ساتھ جو مراعات کرتے تھے، آپ نے ان کو بالکل نظر انداز کر دیا، بولے اگر پھر تم نے اس قسم کا مجمع کیا تو مدینہ چلا جاونگا، اور خلافت کو جمہوری کر دونگا، اعیش یعنی قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق خلافت کے اہل ہین اور مجھے اُنکا نام یاد ہے[2]،

خاندان شاہی کو عام مسلمانون پر جو تفوق و امتیاز حاصل ہو گیا تھا، اُسکی نسبت ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ دربار عام مین کسی کو کسی پر اسلئے ترجیح نہ دو کہ وہ خاندان خلافت سے تعلق رکھتا ہے یہ لوگ میرے نزدیک تمام مسلمانون کے برابر ہین[3]، ایک بار اُنکے دربار مین مسلمہ بن عبدالملک بحیثیت فریق مقدمہ کے حاضر ہوا، اور درباری فرش پر بیٹھ گیا، بولے اس حالت مین میرے سامنے فرش پر نہ بیٹھو، اگر یہ گوارا نہین ہے تو کسی کو وکیل مقرر کر دو ورنہ سب کے ساتھ برابر بیٹھو[4]،

خلفا پر نماز کے بعد جو درود وسلام بھیجا جاتا تھا، اُسکے انسداد کے لئے عامل جزیرہ کے نام ایک فرمان روانہ کیا، کہ جن وعظ پیشہ لوگون نے یہ بدعت ایجاد کی ہے، انکو ہدایت کر دو، کہ درود کو رسول اللہ کے لئے مخصوص اور دعا کو تمام مسلمانون کے لئے عام کر دین، اور بقیہ تمام چیزون کو چھوڑ دین[5] خود اپنے متعلق لکھا کہ مخصوص طور پر میرے لئے دعا نہ کرو، عموماً تمام مسلمان مردون اور عورتون کے لئے دعا کرو، اگر مین اُنمین ہونگا تو مین بھی اُن مین شامل ہو جاؤنگا[6] ایک بار کسی نے اُنکو خصوصیت کے ساتھ سلام کیا تو بولے سلام عام طور پر کیا کرو[7]،

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۸۴، [2] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۵۳، [3] صفحہ ۲۵۲، [4] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۷۳، [5] صفحہ ۲۳۶، [6] طبقات صفحہ ۲۷۸، [7] صفحہ ۲۸۳،

خلفاء کے ساتھ نقیب اور علمبردار کے چلنے کا طریقہ زیاد نے ایجاد کیا تھا، اور حضرت امیر معاویہ نے ذاتی حفاظت کے لئے سب سے پہلے پہرہ دار مقرر کیے تھے[1]، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اس رسم کو بالکل مٹا دیا، چنانچہ جب وہ سلیمان بن عبد الملک کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر بحیثیت خلیفہ کے روانہ ہوئے، تو کوتوال نیزہ لئے ہوئے ساتھ ساتھ چلا، لیکن اُنھون نے اُسکو سامنے سے ہٹا دیا اور کہا کہ مجھے اس سے کیا غرض، مین تو صرف مسلمانون کا ایک فرد ہون، چنانچہ سب کے ساتھ ساتھ مسجد مین گئے اور اپنی خلافت کا اعلان کیا[2]،

قصر شاہی مین خلفاء کے لئے جو فرش مخصوص طور پر بچھایا جاتا تھا، اُسکو فروخت کر کے اُسکی قیمت بیت المال مین داخل کر دی[3]، خلفاء کے لئے نماز جنازہ کی شرکت کے وقت جو چادر عام مسلمانون سے الگ خاص طور پر بچھائی جاتی تھی، جب وہ ایک جنازہ مین اُنکے لئے بچھائی گئی، تو اُسکو پاؤن سے ہٹا کر زمین پر بیٹھ گئے، اور کہا یہ کیا[4]، غرض حضرت امیر معاویہ کے زمانے سے لیکر سلیمان بن عبد الملک کے زمانے تک شخصیت کے مرقع مین جو نقش آرائیان کی گئی تھین انھون نے اُن سب کو مٹا دیا، اور تمام دنیا کو دربار خلافت مین حضرت عمر رضہ کی سادہ تصویر نظر آگئی،

مذہب | مذہب عقائد و اعمال کے مجموعہ کا نام ہے، اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے مین یہ دونون اجزا ازنگ آلود ہو گئے تھے، عقائد مین قضا و قدر کا مسئلہ اس قدر دقیق ہے کہ عام لوگون کو اسکے متعلق غور و فکر کرنے کی اجازت دی جائے، تو عقائد اسلام کی پُرعظمت سادگی دفعۃً خاک مین مل جائے، اس بنا پر حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے مین جب یہ خطرناک مسئلہ پیدا ہوا،

[1] طبری، [2] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۳۰، [3] ر صفحہ ۵۲، [4] ر صفحہ ۵۰

اور غیلان دمشقی نے اسکا غلغلہ بلند کیا تو اُنھون نے اُس سے توبہ کرائی، اور بظاہر اُسنے توبہ بھی کرلی[1]،

حضرت عمر بن عبد العزیز اگرچہ مسلمانون کی خونریزی سے اس قدر اجتناب کرتے تھے کہ خوارج کی گردنین بھی انکی تلوار سے محفوظ ہوگئی تھین، لیکن اس مسئلہ کے استیصال پر انکو اسقدر کد و اصرار تھا کہ اس عقیدے والون کا قتل تک جائز رکھتے تھے، چنانچہ ایک بار ابو سہیل سے پوچھا کہ قدریہ کے بارے مین تمھاری کیا رائے ہے؟ اُنھون نے کہا کہ اگر وہ توبہ کرلین تو بہتر ہی ورنہ اُنکی گردن اُڑا دینی چاہئے بولے یہی رائے ہی یہی رائے ہے[2]،

مذہبی اعمال مین نماز و زکوۃ دو چیزین ہین، جنکا ذکر قرآن مجید مین ہر جگہ ایک ساتھ کیا گیا ہے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور سے پہلے ان دونون کا نظام ابتر ہوگیا تھا، نماز مین اصلی چیز پابندی وقت ہے، اور جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا خیال تھا، قرآن مجید کی اس آیت مین،

فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوٰت	پھر اُنکے بعد ایک ایسی نسل پیدا ہوئی جسنے نماز کو
واتبعوا الشهوات فسوف يلقون	برباد کردیا، اور شہوت کے پیچھے پڑگئی، یہ لوگ عنقریب
غيا	گمراہ ہونگے،

اضاعت صلاۃ سے یہی وقت کی عدم پابندی مراد ہے، لیکن امراے بنو امیہ بالخصوص حجاج نے اوقات نماز کی پابندی بالکل ترک کردی تھی، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے عدی بن ارطاۃ کے نام ایک فرمان لکھا جس مین خاص طور پر اس طرف توجہ دلائی،

فلا تستن بسنته فانه كان يصلى الصلوة لغير وقتها[3]	حجاج کی تقلید نہ کرو کیونکہ وہ نماز بے وقت پڑھتا تھا،

---

[1] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۴، [2] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۸۳، [3] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۰۸،

علامہ جلال الدین سیوطی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے یہ شرف سلیمان بن عبد الملک کو حاصل ہوا، لیکن درحقیقت وہ بھی حضرت عمر بن عبد العزیز ہی کے نیک مشورے کا نتیجہ تھا، چنانچہ علامہ موصوف خود لکھتے ہین،

ومن محاسنه ان عمر بن عبد العزيز كان له كالوزير فكان يمتثل اوامره في الخير فعزل عمال الحجاج واخرج من كان في سجن العراق واحيى الصلوة لاول مواقيتها وكان بنو امية اماتوها بالتاخير[1]

اور سلیمان بن عبد الملک کی خوبیون مین سے ایک خوبی یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز مثل اُسکے وزیر کے تھے، اور وہ نیکی کے کامون مین اُنکے حکم پر عمل کرتا تھا، اسلئے اُسنے حجاج کے عمال کو معزول کیا، عراق کے قیدخانے کے قیدیون کو رہائی دی اور اوّل وقت مین نماز کو قائم کیا، حالانکہ بنو امیہ نے تاخیر وقت کرکے اُسکو مردہ کر دیا تھا،

زکوۃ کے جو شرعی مداخل ومخارج تھے، حجاج نے اُنکی پابندی بالکل ترک کر دی تھی، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے عدی بن ارطاۃ گورنر بصرہ کو اس طرف توجہ دلائی، اور اس معاملہ مین اُنکو حجاج کی تقلید سے روکا،[2]

خلفاء بنو امیہ نے مذہب کے متعلق سب سے بڑی بدعت جو ایجاد کی تھی، وہ یہ تھی کہ حضرت علی پر علانیہ خطبے مین لعن وطعن کرتے تھے، اور چونکہ لوگ اسکا سننا گوارا نہین کرتے تھے، اور خطبہ سننے سے پہلے ہی اُٹھ جایا کرتے تھے، اسلئے امیر معاویہ نے نماز سے پہلے ہی خطبہ پڑھنا شروع کیا،[3] جو دوسری بدعت تھی، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے تمام گورنرون کے نام فرمان جاری کیا، اور خطبے مین حضرت علی کے متعلق جو نالائم الفاظ شامل کر دئے گئے تھے

[1] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۲۶، [2] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۸۸، [3] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۶۵،

اُنکو نکلوادیا، اور اُنکی جگہ قرآن مجید کی یہ آیت،

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔	خداوند تعالےٰ، عدل، احسان، اور قرابتداروں کے دینے کا حکم دیتا ہے، اور فحش، برائی، اور ظلم سے منع کرتا ہے، خدا یہ نصیحت اسلیے کرتا ہے کہ تم لوگ سمجھو،

داخل کردی جو آجتک برابر پڑھی جاتی ہے[1]،

بیت المال کی اصلاح سیاسی حیثیت سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے جن صیغوں مین اصلاحات کین انمین سب سے مقدم چیز بیت المال ہے،

(۱) بیت المال مختلف قسم کی آمدنیون کے مجموعے کا نام ہے، جنمین ہر ایک کے مصارف و مداخل جدا جدا ہین، غالباً حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے سے پہلے یہ تمام آمدنیان ایک ہی جگہ جمع ہوتی تھین، لیکن اُنھون نے خمس، صدقہ اور فی کے متعلق الگ الگ بیت المال قائم کئے اور ہر ایک قسم کی آمدنی کو الگ الگ جمع کیا[2]،

(۲) بیت المال درحقیقت مسلمانون کا مشترکہ خزانہ ہے، جس سے ہر مسلمان علی السویہ فائدہ اُٹھا سکتا ہے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور سے پہلے تمام خاندان شاہی کو عام مسلمانون سے الگ ایک مخصوص وظیفہ ملتا تھا، جسکو وظیفہ خاصہ کہتے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُسکو کلیۃً بند کردیا،

(۳) مداحانہ قصائد کے صلے مین شعراء کو بیت المال سے جو انعامات ملتے تھے اُنکو حضرت عمر بن عبد العزیز نے بالکل موقوف کردیا، ایک بار جریر نے حسن طلب کے طور پر اسکی طرف

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۴۴ وطبقات ابن سعد صفحہ ۲۹۱، [2] طبقات صفحہ ۲۹۵،

اشارہ کیا تو بولے کہ مین کتاب اللہ مین تمھارا حق نہین پاتا، اُسنے کہا کہ مین مسافر بھی تو ہون اسپر پچاس اشرفیان اپنے پاس سے دین[1]،

(۴) حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور سے پہلے یہ دستور تھا کہ عمال عشاء اور فجر کے وقت نماز کو جاتے تھے، تو آدمی ساتھ ساتھ شمع لیکر چلتا تھا، اور اسکے مصارف کا بار بیت المال پر پڑتا تھا، جمعہ کے دن، اور رمضان کے مہینے مین مسجدون مین جو خوشبو سلگائی جاتی تھی اُسکے مصارف بھی بیت المال سے ادا ہوتے تھے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے یہ دونون رقمین بند کر دین[2]،

(۵) بیت المال کی آمدنیون مین خمس کے پانچ مصرف متعین ہین، جنکے علاوہ اُن کو کسی دوسری جگہ صرف نہین کیا جا سکتا، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز سے پہلے جو خلفاء تھے وہ ان مصارف کا لحاظ نہین کرتے تھے، مصارف خمس مین سب سے مقدم مصرف اہل بیت ہین، لیکن ولید اور سلیمان بن عبد الملک نے باوجود حضرت عمر بن عبد العزیز کے سمجھانے بجھانے کے اُنکو بالکل اس حق سے محروم کر دیا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے خلیفہ ہونے کے ساتھ خمس کو انکے صحیح مصارف مین صرف کیا اور اہل بیت کو اُنکا حق دیا[3]،

ان اصلاحات کے ساتھ بیت المال کی حفاظت اور نگرانی کا اسقدر سخت انتظام کیا کہ ایک بار یمن کے بیت المال سے ایک دینار گم ہو گیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُسکے افسر کو لکھا کہ مین تمھاری امانت پر کوئی الزام نہین لگاتا، لیکن تمھاری بے پروائی و غفلت کو مجرم قرار دیتا ہون، مین مسلمانون کے مال کا انکی طرف سے مدعی ہون، تم پر فرض ہے کہ

[1] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۳، [2] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۰۸ و طبقات صفحہ ۲۹۵،

[3] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۵۸ و ۲۸۹،

قسم کھاؤ،

دفتر کے لئے بیت المال سے کاغذ اور قلم کے واسطے جو رقم ملتی تھی اُسکی نسبت ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ قلم کو باریک کر لو، اور سطرین قریب قریب لکھو، اور تمام ضروریات مین کفایت شعاری کرو، کیونکہ مین مسلمانون کے خزانے مین سے ایسی رقم صرف کرنا پسند نہین کرتا جس کا فائدہ اُنکو نہ پہونچے،

محاصل کی اصلاح | خراج، جزیہ، اور ٹیکس ملکی محاصل ہین، اور انہی کی باقاعدگی پر ملک اور سلطنت دونون کے قیام، شادابی، اور سرسبزی کا دارمدار ہے، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت سے پہلے ان تمام چیزون کا نظام اسقدر ابتر ہو گیا تھا، کہ وہ رعایا کے لئے بالکل ایک جبری چیز بنگئی تھین،

(۱) اسلام مین جزیہ صرف غیر قومون کے لئے مخصوص تھا، اسلئے اگر کوئی عیسائی، یہودی یا مجوسی مذہب اسلام مین داخل ہوجاتا تھا، تو وہ اُس سے بالکل بری ہوجاتا تھا، لیکن حجاج نے اس فرق و امتیاز کو بالکل مٹا دیا تھا، اور نومسلمون سے بھی جزیہ وصول کرتا تھا تاریخ مقریزی مین ہے،

و اول من اخذ الجزیۃ ممن اسلم من اہل الذمۃ الحجاج[۳]	ذمیون مین جو لوگ مسلمان ہوجاتے تھے، اُن سب سے پہلے حجاج نے جزیہ وصول کیا،

(۲) نوروز اور مہرجان پارسیون کا تہوار تھا، اور ان تہوارون کے رسم و رواج کے پابند صرف پارسی ہو سکتے تھے، لیکن امیر معاویہ نے ان تہوارون کو رعایا سے ایک غیر معمولی رقم

---

[۱] سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۶۵، [۲] ،، صفحہ ۸۲،

[۳] مقریزی جلد اول صفحہ ۷۷ و ۷۸،

بطور ہدیہ کے لینا شروع کی تھی جسکی مقدار ایک کرور تھی[1]،

(۳) حجاج کا بھائی محمد بن یوسف جب یمن کا گورنر مقرر ہوا تو اُسنے وہان کے باشندون پر سخت مظالم کئے، اور اُن پر ایک جدید ٹکس لگایا[2]،

(۴) فرات مین کچھ خراجی زمین تھی، لیکن جب وہان کے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے اور کچھ اراضی دوسرے لوگون کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانون کے قبضے مین آگئی تو وہ حسب معمول عشری ہو گئی، لیکن حجاج نے اپنے زمانے مین اُن لوگون سے بھی خراج وصول کیا[3]،

(۵) رعایا پر مختلف قسم کے ٹکس لگائے گئے تھے، روپیہ ڈھالنے پر ٹکس، چاندی پگھلانے پر ٹکس، عرائض نویسی پر ٹکس، دوکانون پر ٹکس، گھرون پر ٹکس، پن چکیون پہ ٹکس، نکاحانہ، غرض کوئی چیز ٹکس سے بری نہ تھی، اور یہ تمام ٹکس ماہوار وصول کئے جاتے تھے، اور اسلئے اُسکو مال ہلالی کہا جاتا تھا[4]،

حضرت عمر بن عبدالعزیز تخت خلافت پر متمکن ہوتے تو اُنکو نظر آیا کہ ان مین بعض قسم کی آمدنیان شرعًا ناجائز ہین، اور بعض سے رعایا پر غیر معمولی بار پڑ رہا ہے، اسلئے انھون نے ان کو یک لخت موقوف کر دیا،

(۱) نومسلمون سے جو جزیہ وصول کیا جاتا تھا، اسکی نسبت حیان بن شریح کو لکھا کہ ذمیون مین جو لوگ مسلمان ہو گئے ہین اُنکا جزیہ ساقط کر دیا جائے کیونکہ خداوند تعالے فرماتا ہی،

فان تابوا واقاموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ	جو لوگ توبہ کرلین، نماز پڑھین اور زکوۃ دین انکی راہ
فخلوا سبیلھم ان اللہ غفور رحیم،	چھوڑ دیئے بیشک خدا مغفرت کرنے والا مہربان ہی،

---

[1] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۵۹، [2] فتوح البلدان صفحہ ۸۰، [3] ر ر صفحہ ۲۷۵،

[4] کتاب الخراج صفحہ ۶۴ ومقریزی جلد ۱ صفحہ ۱۰۷،

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے،

قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم	اہل کتاب مین اُن لوگون سے لڑو جو خدا پر اور روز
الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ	قیامت پر ایمان نہین لاتے، اور خدا اور خدا کے
ورسولہ ولا یدینون دین الحق من	رسول نے جس چیز کو حرام کر دیا اُسکو حرام نہین
الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ	سمجھتے، اور حق مذہب کی پابندی نہین کرتے یہان
عن ید وھم صاغرون،	تک کر وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دین،

اس حکم کی بنا پر اس کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ جزیہ کی آمدنی دفعتہً گھٹ گئی، چنانچہ حیان بن شریح نے اُنکو اطلاع دی کہ ذمیون کے اسلام نے جزیہ کو اسقدر نقصان پہونچایا کہ مینے ۲۰ ہزار اشرفیان قرض لیکر مسلمانون کے عطیے تقسیم کئے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسکی کچھ پروا نہین کی اور لکھا کہ مینے جب تمھین مصر کا عامل مقرر کیا تھا، اُسیوقت تمہاری کمزوری سے واقف تھا، مینے قاصد کو حکم دیا ہے کہ تمھارے سر پر سو کوڑے لگائے، جزیہ کو موقوف کردو، کیونکہ خدا نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہادی بنا کر بھیجا تھا نہ کہ محصل خراج[1]،

حیرہ کے یہودی، عیسائی اور مجوسی جن سے جزیہ کی بہت بڑی رقم وصول ہوتی تھی جب کثرت سے اسلام لائے تو عبد الحمید بن عبد الرحمان نے اُنسے جزیہ وصول کرنا چاہا، اور حضرت عمر بن عبد العزیز سے اسکی اجازت طلب کی، انھون نے لکھا کہ خدا نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو داعی اسلام بنا کر بھیجا تھا نہ کہ محصل خراج، ان مذہب کے لوگون مین جو لوگ اسلام لائین اُن کے مال مین صرف صدقہ ہے جزیہ نہین[2]،

جراح کی نسبت جب اُنکو معلوم ہوا کہ وہ نومسلمون سے جزیہ وصول کر رہے ہین تو،

---

[1] مقریزی جلد اول صفحہ ۷۸، [2] کتاب الخراج صفحہ ۷۵،

اُنکو معزول کر دیا،[1]

جزیہ کی موقوفی پر اُنکو اس قدر اصرار تھا کہ ایک بار لکھا کہ اگر ایک ذمی کا جزیہ ترازو کے پلون مین رکھا جا چکا ہو اور اسی حالت مین وہ اسلام قبول کرلے، تو اُسکا جزیہ معاف کر دیا جائے، اُنکا قول تھا کہ اگر سال تمام سے ایک دن پیشتر بھی کوئی ذمی مسلمان ہو جائے تو اُس سے جزیہ نہین لیا جا سکتا،[2]

(۲) نوروز اور مہرجان کے ہدیے کے متعلق حکم دیا کہ ان تہوارون مین اُنکے پاس کوئی چیز نہ بھیجی جائے،[3]

(۳) حجاج کے بھائی محمد یوسف نے اہل یمن پر جو جدید خراج مقرر کیا تھا اسکو بالکل معاف کر دیا اور ان پر صرف عشر مقرر کیا،[4]

(۴) فرات کے مسلمانون کی جن زمینون کو حجاج نے دوبارہ خراجی قرار دیا تھا اُنکو عشری قرار دیا،[5]

(۵) رعایا پر جو نامناسب ٹکس لگائے گئے تھے، اُنکی موقوفی کا حکم دیا، عربی زبان مین اس قسم کے ٹکسون کو مکس کہتے ہین، اسلئے فرمایا کہ یہ مکس نہین بلکہ بخس ہے، وہ بخس جسکی نسبت خدا تعالےٰ فرماتا ہے،

ولا تبخسوا الناس اشیائهم ولا تعثوا في الارض مفسدين۔[6]	لوگون کی چیزون مین کمی نہ کرو اور زمین مین فساد نہ پھیلاؤ،

ان اصلاحات کے ساتھ ہمیشہ یہ خیال رکھتے تھے، کہ صدقہ و زکوۃ ناجائز طریقہ سے وصول

---

[1] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۶۲، [2] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۶۲، [3] ایضاً صفحہ ۲۷۶، [4] فتوح البلدان صفحہ ۸۰،
[5] فتوح البلدان صفحہ ۲۷۵، [6] مقریزی جلد ۱ صفحہ ۱۰۳ و طبقات ابن سعد صفحہ ۲۸۳،

نہ کیے جائین، پہلے پلون اور شاہراہون پر محصل زکوۃ صدقہ وصول کرتے تھے، لیکن جب اُنکو معلوم ہوا کہ لوگ اِس طریقہ سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہین، تو اِس کو بالکل موقوف کردیا اور ہر شہر مین ایک عامل مقرر کیا جو زکوۃ وصول کرتا تھا[1]،

خراج کے متعلق اُنھون نے عبد الحمید بن عبد الرحمان کو جو فرمان لکھا تھا اسکو قاضی ابو یوسف نے بلفظہ نقل کردیا ہے، چونکہ اس سے حضرت عمر بن عبد العزیز کے طرز عمل کا نہایت تفصیل کے ساتھ اندازہ ہو سکتا ہے، اسلئے ہم اُسکا لفظی ترجمہ کرنا مناسب سمجھتے ہین،

زمین کا معائنہ کرو، بنجر زمین کا بار آباد زمین پر اور آباد زمین کا بار بنجر پر نہ ڈالو بنجر زمینون کا معائنہ کرو، اگر اُن مین کچھ صلاحیت ہو تو بقدر گنجایش اُس سے خراج لو اور اُسکی اصلاح کرو تاکہ آباد ہو جائے، جن آباد زمینون سے کچھ پیداوار نہین ہوتی اُن سے خراج نہ لو، اور جو زمینین قحط زدہ ہو جائین اُن کے مالکون سے نہایت نرمی کے ساتھ خراج وصول کرو، خراج مین صرف وزن سبعہ لو جنمین سونا نہ ہو، ٹکسال اور چاندی پگھلانے والون سے ٹکس، نوروز اور مہرجان کے ہدیے، عرائض نویسی اور شادی کا ٹکس، گھرون کا ٹکس، اور نکاحانہ نہ لو، اور جو ذمی مسلمان ہو جائین اُن پر خراج نہین ہے[2]،

یہ عجیب بات ہے کہ باوجود اِس واگذاشت، اِس مراعات، اور اِس رفق و ملاطفت کے حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے مین جو مالگذاری وصول ہوئی اُس سے حجاج کے پر ظلم زمانے کو کوئی نسبت نہین، حضرت عمر بن عبد العزیز خود فخریہ فرماتے تھے، کہ خدا حجاج پر لعنت کرے، اُسکو نہ دین کی لیاقت تھی نہ دنیا کی، حضرت عمر بن الخطاب نے عراق سے

---

[1] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۷۹، [2] کتاب الخراج صفحہ ۴۹،

کرور اسی لاکھ زیاد نے ۱۲ کرور ۵۰ لاکھ، ابن زیاد نے ۱۳ کرور ۵۰ لاکھ، حجاج نے ۲ کرور اسی لاکھ درہم وصول کئے، اُسنے کاشتکارون کو ۲۰ لاکھ درہم زمین کی آبادی کے لئے بطور قرض کے دیئے تو ایک کرور ساٹھ لاکھ اور وصول ہوئے، لیکن باوجود اس ویرانی کے عراق میرے قبضہ مین آیا تو مینے ۱۲ کرور ۴۰ لاکھ درہم وصول کئے، اور اگر زندہ رہا تو حضرت عمر بن الخطاب کے زمانے سے بھی زیادہ وصول کرون گا[1]

جیل خانے کی اصلاح | مجرمون کو جرائم پر سزا دینا، اگرچہ قیام امن کے لئے ضروری ہے، تاہم وحشت وتمدن کے لحاظ سے سزا کی نوعیت، اور مجرمین کی حالت مین اختلاف ہوتا رہتا ہے اسلام چونکہ ایک متمدن سلطنت کا بانی تھا، اسلئے اُس نے قیدیون کے ساتھ اُن تمام، مراعات کو قائم رکھا جو مقتضائے انسانیت تہین، ان مراعات کی ابتدا سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کی اور حکم دیا کہ جو قیدی نادار ہون اُنکے کھانے کپڑے کا انتظام بیت المال سے کیا جائے، اُنکے بعد اگرچہ تمام خلفا نے اس طریقہ کو قائم رکھا[2]، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک اس مین متعدد خرابیان پیدا ہو گئی تھین،

(۱) ولید صرف شبہ کی بنا پر لوگون کو گرفتار کرتا تھا اور اُنکو قتل تک کی سزا دیتا تھا،[3]

(۲) جو قیدی اپنے وطن اور اعزہ واقارب سے دور قیدخانے مین مرجاتے تھے، اُنکی، لاشس دو دو دن تک قیدخانے مین پڑی رہتی تھی خود قیدی باہم صدقہ وخیرات کی رقمین جمع کرکے مزدورون کے ذریعہ سے قبرستان تک اُنکی لاش پہونچوا دیتے تھے، اور وہ بلاغسل و کفن وبلا نماز جنازہ دفن کردئے جاتے تھے[4]،

---

[1] معجم البلدان ذکر سواد، [2] کتاب الخراج صفحہ ۸۰، [3] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۴۰،
[4] کتاب الخراج صفحہ ۸۹،

(۳) اسلام نے خود جن جرائم پر سزائین مقرر کردی ہین اُن مین تو کسی قسم کا تغیر و تبدل نہین ہوسکتا، تاہم اسلام نے تعزیر کی کوئی تحدید نہین کی ہے، اور اُسکو خود امام کی راے پر چھوڑدیا ہے حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے مین عمال نے اُس مین اسقدر سختیان کردی تھین کہ بعض جرائم پر بلکہ صرف الزام وشبہ پر تین تین سو کوڑے مارتے تھے[۱]،

(۱) حضرت عمر بن عبد العزیز نے اِن تمام ظالمانہ طریقون کی طرف توجہ کی، اور اِن مین ہر ایک کو ہٹایا،

موصل مین چوری کی وارداتین بکثرت ہوتی تھین اسلئے اسکے انسداد کے لئے وہان کے عامل نے اُن سے دریافت کیا کہ مین لوگون کو شبہہ پر گرفتار کرکے سزا دون؟ اُنھون نے جواب دیا کہ طریقہ سنت کے موافق اُنکو شہادت کی بنا پر گرفتار کرو، اگر حق اُنکی اصلاح نہین کرسکتا تو خدا اُنکی اصلاح نہ کرے[۲]،

(۲) قیدیون کے بے گور وکفن چھوڑ رکھنے کا جو طریقہ جاری ہوگیا تھا، اسکی نسبت عمال کو لکھا کہ اسلام مین یہ کتنا بڑا گناہ ہے[۳]،

(۳) شبہہ پر جو سخت سزائین دی جاتی تھین اُسکی نسبت اخلاقی حیثیت سے کہا کہ یہ بالکل جائز نہین ہے، بجز شرعی حقوق کے ہر حال مین مسلمانون کی پیٹھ بالکل محفوظ ہے[۴]، اور قانونی طور پر تعزیر کی تحدید کردی جسکی انتہائی مقدار ۳۰ کوڑا تھی[۵]، اسکے ساتھ قیدیون کے ساتھ مختلف قسم کی مراعات کین،

(۱) عام حکم دیا کہ کسی قیدی کو اتنی بھاری بیڑیان نہ پہنائی جائین کہ وہ نماز نہ پڑھ سکے،

---

[۱] کتاب الخراج صفحہ ۸۹، [۲] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۹۰، [۳] کتاب الخراج صفحہ ۸۹، [۴] " "

[۵] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۸۴،

اور قاتل کے سوا۔ رات کو تمام مجرمین کے پاؤن سے بیڑیان اُتار دیجائین[1]

(۲) قیدیون کو جو کہانا ملتا تھا اُسکی نسبت ملازمین جیل کی بد دیانتی کا خیال تھا، اسلئے حکم دیا کہ کھانے کے بجائے اِن کو روپیہ دیا جائے[2]،

(۳) قیدیون کی مختلف نوعیت اور مختلف حالت کے لحاظ سے اُنکے لئے الگ الگ، احکام جاری کئے، چنانچہ تمام صوبون کے گورنرون کو لکھا کہ اگر بیمار قیدیون کے عزیز و اقارب نہون یا اُنکے پاس مال نہ ہو تو اُنکی خبر گیری کرو، جو لوگ قرض کے بارے مین قید کئے جائین اُنکو اور مجرمین کے ساتھ ایک کوٹھری مین نہ رکھو اور عورتون کو الگ قید کرو، اور جیلر ایسا شخص مقرر کرو جو قابل اعتماد ہو اور رشوت نہ لے،

ان احکام کے ساتھ ابوبکر بن حزم کو خصوصیت کے ساتھ لکھا کہ ہفتے کے روز جیلخانے کا معائنہ کیا کرین[3] اور دوسرے تمام عمال کو قیدیون کے ساتھ سلوک کرنے کی ہدایت کی[4]،

جیل خانے کے متعلق اُنھون نے جو فرمان جاری کیا تھا، اگرچہ اس کا خلاصہ اوپر گذر چکا ہے، تاہم اِس موقع پر ہم اُسکا بلفظہ ترجمہ کر دینا مناسب سمجھتے ہین، کیونکہ اس سے اُنکے طرز عمل پر مزید روشنی پڑیگی،

قیدخانے مین کسی مسلمان کو اسطرح بیڑی نہ پہنائی جائے کہ وہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے اور بجز قاتل کے رات کے وقت ہر قیدی کی بیڑی اوتاری جائے ان کا اتنا وظیفہ مقرر کرو جو اُنکے کھانے کے لئے کافی ہو اسکا اندازہ کرلو اور یہ وظیفہ اُنکو ماہوار دو، کیونکہ اگر انکو روٹی دیجائیگی، تو قیدخانہ کے نگران کار اسکو اُڑا لینگے، اس کا انتظام ایک نیک آدمی کے سپرد کرو جو اُنکے نام کو رجسٹر

---

[1] کتاب الخراج صفحہ ۸۸، [2] صفحہ ۸۸، [3] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۷۳، [4] صفحہ ۲۷۸،

مین درج کرلے، اور وہ رجسٹر اُسکے پاس رہے، اور وہ ہر مہینے مین بیٹھ کر
ایک ایک قیدی کا نام لیکر پکارے اور خود ہر ایک کے ہاتھ مین اُسکا وظیفہ
دے جو لوگ رہا ہوجائین اُنکا وظیفہ بند کر دیا جائے، اور ہر قیدی کو مہینے مین،
دس درہم دیے جائین، لیکن ہر قیدی کو وظیفہ دینے کی ضرورت نہین ہی،
قیدیون کو جاڑون مین ایک قمیص اور ایک کمل، اور گرمیون مین قمیص اور تہبند
دینا ہوگا، عورتون کو بھی اسی قدر وظیفہ ملے گا، لیکن اُنکے لباس مین ایک برقع
کا اضافہ کرنا ہوگا،

قیدیون کو اس سے بے نیاز کردو کہ وہ بیڑیان ہلاتے ہوئے نکلین کہ لوگ
اُنکو صدقہ وخیرات دین کیونکہ یہ ایک بڑا جرم ہے کہ مسلمانون کی ایک جماعت
جو جرائم کی پاداش مین قید ہو، اس طرح نکلے، میرا خیال ہے کہ اہل شرک
بھی مسلمان قیدیون کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتے ہونگے، پھر مسلمانون کے
ساتھ یہ برتاؤ کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ یہ لوگ بھوک کی شدت کی وجہ سے
اس طرح پابند سلاسل نکلتے ہین، اور کبھی کھانے پینے کے لئے کچھ پا جاتے ہین،
اور کبھی نہین پاتے، کوئی آدمی گناہ سے محفوظ نہین ہے اُنکی خبرگیری کرو اور
جیسا کہ مینے لکھا اُن کو وظیفہ دو، جو قیدی مرجاین، اور اُنکے عزیز و اقارب نہ
ہون اُنکی تجہیز وتکفین کا سامان بیت المال سے کیا جائے، اور نماز جنازہ کے
بعد وہ دفن کئے جائین، مجھے معتمد لوگون کے ذریعہ سے اطلاع ملی ہے کہ جب
کوئی غریب الوطن قیدی مرجاتا ہے، تو وہ قیدخانے مین دو دو دن تک
پڑا رہتا ہے، یہانتک کہ جب والی سے اُسکے دفن کے متعلق اجازت

سے لی جاتی ہے، اور جب خود قیدی اُسکے لئے صدقہ جمع کرتے ہین، اور اُجرت پر اُسکی لاش کو قبرستان مین بھیجتے ہین، تو وہ بلا غسل وکفن اور بلا نماز جنازہ کے دفن کیا جاتا ہے، اسلام مین یہ کتنا بڑا گناہ ہے، اگر تم حدود کو جاری کرو تو قیدی کم ہوجائین، اور بدمعاش اور ڈاکو ڈرنے لگین اور اپنے جرائم سے باز آئین، قیدیون کی تعداد صرف عدم نگرانی سے زیادہ ہوتی ہے، یہ تو صرف قید ہی نگرانی نہین ہے، اپنے تمام عمال کو ہدایت کردو کہ روزانہ قیدیون کی نگرانی کرین، جنلوگون کی اصلاح صرف تادیب سے ہوسکے انکو تادیب کرکے رہا کردیا جائے اور جس پر کوئی مقدمہ قائم نہو اسکو بالکل رہا کردیا جائے، انکو یہ بھی ہدایت کردو کہ تادیب وتعزیر مین حد اعتدال سے آگے قدم نہ بڑھائین، کیونکہ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ لوگ مجرمین کو صرف شبہ کی بنا پر دو دو سو یا تین تین سو یا اس سے کم و بیش کوڑے لگواتے ہین، لیکن یہ جائز نہین ہے، مسلمان کی پیٹھ بجز حق شرعی کے ہر حالت مین محفوظ ہے[1]،

اس فرمان کو پڑھو اور غور کرو کہ اس تمدن وتہذیب کے زمانے مین قیدخانے کی اصلاح کا جو معیار قائم کیا گیا ہے کیا وہ اس سے بلند ہے؟

---

[1] کتاب الخراج صفحہ ۸۹،

اشاعت اسلام

اسلامی سلطنت طول وعرض مین اگرچہ مشرق سے مغرب تک پھیل جائے، لیکن اُس مین کوئی خدا کا نام لینے والا نہو تو وہ صرف سیاسی حیثیت سے اسلامی سلطنت ہوگی مذہب کی زبان سے اسکو یہ خطاب نہ مل سکے گا، اسلامی ممالک کا تمغائے امتیاز صرف توحید کی پاک آواز ہے، اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے مین اُسکا غلغلہ ممالک محروسہ کے گوشے گوشے سے بلند ہوا، اُنھون نے اپنی زندگی کا ایک اہم مقصد اشاعت اسلام کو قرار دیا اور اس پر ہر قسم کی مادی اور اخلاقی طاقت صرف کی جو افسر کفار کے ساتھ معرکہ آرا تھے اُنکو ہدایت کی،

لا تقاتلن حصنا من حصون الروم ولا جماعة من جماعاتهم حتى تدعوهم الى الاسلام	رومیون کے کسی قلعہ اور کسی جماعت سے اُس وقت تک جنگ نہ کرو، جب تک اُن کو اسلام کی دعوت نہ دے لو،

لوگون کو ائتلاف قلب کے لئے بڑی بڑی رقمین دیکر اسلام کی طرف مائل کیا، چنانچہ ایک بار ایک پادری کو اس غرض سے ہزار اشرفیان دین[1]

تمام بادشاہون کو اسلام کی دعوت دی اور اُن مین بعض نے اسلام قبول کیا، چنانچہ علامہ بلاذری فتوح البلدان مین لکھتے ہین،

كتب الى ملوك ما وراء النهر يدعوهم الى الاسلام فاسلم بعضهم[2]	اُنھون نے ماوراء النہر کے بادشاہون کو دعوت اسلام دی اور اُنمین بعض اسلام لائے،

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز، [2] فتوح البلدان صفحہ ۴۳۲،

سندھ کے سلاطین کے نام دعوت نامہ روانہ کیا، تو چونکہ وہ لوگ اُنکے حسن اخلاق کی شہرت پہلے سے سُن چکے تھے اسلئے بہت سے بادشاہون نے اسلام قبول کیا اور اپنا نام عربی رکھا، علامہ بلاذری لکھتے ہین،

فکتب الی الملوک یدعوھم الی الاسلام والطاعۃ علی ان یملکھم ولھم ما للمسلمین وعلیھم ما علیھم وقد کانت بلغتھم سیرتہ ومذھبہ فاسلم حلیشہ والملوک وتسموا باسماء العرب[1]

اُنھون نے بادشاہون کو اسلام اور طاعت کی طرف اس شرط پر دعوت دی کہ اُنکی بادشاہی مین کوئی خلل نہ آئے گا، اور جو حقوق مسلمانون کے ہین اُنکو ملین گے اور جو ذمہ داریان مسلمانون پر عائد ہوتی ہین وہ اُن پر عائد ہونگی چونکہ تمام بادشاہون کو اُنکے کیریکٹر کا حال معلوم ہو چکا تھا، اسلئے حلیشہ اور دوسرے بادشاہ اسلام لائے، اور اپنا نام عربی رکھا،

اُنکے حُسن خلق اور دعوت اسلام کی شہرت عام طور پر پھیلی تو دور دور کے لوگون نے خود اُنکی خدمت مین وفود بھیجے کہ اُنکے یہان داعیان اسلام روانہ کئے جائین، چنانچہ اس غرض سے تبت کے متعدد وفد آئے اور اُنھون نے اُنکے ساتھ سلیط بن عبد اللہ الحنفی کو روانہ کیا، اور ماوراء النہر مین دعوت اسلام کی خدمت عبد اللہ بن معمر الشکری کے متعلق کی،[2]

تمام عمال کو ہدایت کی کہ ذمی رعایا کو اسلام کی طرف مائل کرین، چنانچہ جراح بن عبد اللہ الحکمی کو جو خراسان کے عامل تھے، لکھا کہ ذمیون کو اسلام کی دعوت دین اور وہ اسلام لائین تو اُنکا جزیہ معاف کردین، چنانچہ اُنھون نے اس حکم کی تعمیل کی اور اُنکے ہاتھ پر چار ہزار ذمی اسلام لائے،[3]

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۴۴۶، [2] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۶۲

[3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز،

اسماعیل بن عبد اللہ بن ابی المہاجر جو مغرب کے عامل تھے، وہ اگرچہ بذات خود اس خدمت پر مصروف نہ تھے، اور بربر کو اسلام کی دعوت دیتے تھے، لیکن جب حضرت عمر بن عبد العزیز کا دعوت نامہ پہونچا اور اسماعیل نے اُسکو پڑھکر سنایا تو اسکا اسقدر اثر ہوا کہ اسلام تمام مغرب کے افق پر چھا گیا، علامہ بلاذری لکھتے ہین،

ثم لما کانت خلافۃ عمر بن عبد العزیز ولی المغرب اسماعیل بن عبد اللہ بن ابی المھاجر فسار احسن سیرۃ ودعی البربر الی الاسلام وکتب الیھم عمر بن عبد العزیز کتابا یدعوھم بعد الی ذلک فقرأہ اسماعیل علیھم فی النواحی فغلب الاسلام علی المغرب[1]،

پھر جب حضرت عمر بن عبد العزیز کا دور آیا تو اُنھون نے اسماعیل بن عبد اللہ بن ابی المھاجر کو مغرب کا گورنر مقرر کیا، اُنھون نے نہایت عمدہ روش اختیار کی اور بربر کو اسلام کی دعوت دی، اسکے بعد خود حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُنکے نام دعوت نامہ روانہ کیا، اسماعیل نے یہ دعوت نامہ اُنکو پڑھکر سنایا تو اسلام مغرب پر غالب ہو گیا،

اُنکے زمانے مین اشاعت اسلام کا سب سے زیادہ موثر سبب یہ ہوا کہ حجاج کی ظالمانہ روش کے مطابق نومسلمون سے اب تک جو جزیہ وصول کیا جاتا تھا، اُنھون نے اُس سے اُنکو بالکل بری کر دیا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ جزیہ کی آمدنی مین دفعۃً غیر معمولی کمی پیدا ہو گئی، اعمال نے اُنکو اس کمی کی طرف توجہ دلائی تو اُنھون نے سب کو لکھدیا کہ خدا نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو داعی اسلام بنا کر بھیجا تھا نہ کہ محصل خراج، ایک بار عدی بن ارطاۃ نے اُنکو لکھا کہ اس کثرت سے لوگ اسلام لا رہے ہین کہ مجھے خراج مین کمی واقع ہونے کا اندیشہ ہے، اُنھون نے اُنکو جواب دیا کہ میری یہ خواہش ہے کہ تمام لوگ مسلمان ہو جائین اور ہماری اور تمھاری حیثیت صرف ایک کاشتکار کی رہ جائے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھائین[2]،

[1] فتوح البلدان صفحہ ۲۳۵، [2] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۹۹،

احیاء شریعت

خاندان بنو امیہ مین جن خلفاء کا نام تاریخ کے اوراق مین روشن نظر آتا ہے، اُن مین ولید، سلیمان، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نہایت نمایان ہین، لیکن جن خصوصیات نے ان کے عہد خلافت کو اسقدر نمایان کیا ہے، وہ بالکل مختلف ہین، ولید جیسا کہ ایک راوی بیان کرتا ہے،

کان صاحب بناء واتخاذ المصانع والضیاع وکان الناس یلتقون فی زمانہ فانما یسئل بعضھم بعضا عن البناء والمصانع

عمارات وغیرہ کا بانی تھا، اور لوگ اُس کے زمانے مین باہم ملتے تھے تو صرف عمارات ہی کا حال پوچھتے تھے،

اور سلیمان بن عبدالملک،

کان صاحب نکاح وطعام فکان الناس یسئل بعضھم بعضا عن التزویج والجواری،

کھلانے والا اور نکاح کرنے والا بادشاہ تھا، اس لئے اُسکے عہد مین لوگ صرف شادی، اور لونڈیون کا چرچا کرتے تھے،

لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنی حکومت کا ستون صرف روحانیت کو بنایا، اس بنا پر

فلما ولی عمر بن عبدالعزیز کانوا یلتقون فیقول الرجل للرجل ما وردک اللیلۃ وکم تحفظ من القرآن ومتی تختم ومتی ختمت وما تصوم من الشھر، [1]

جب وہ خلیفہ ہوئے تو باہمی ملاقات مین ایک شخص دوسرے شخص سے کہتا تھا کہ رات کو تم کونسا وظیفہ پڑھتے ہو؟ تم نے کتنا قرآن یاد کیا ہے؟ تم قرآن کب ختم کروگے؟ اور کب ختم کیا تھا؟ اور مہینے مین کتنے روزے رکھتے ہو؟

[1] تاریخ طبری صفحہ ۱۲۷۳، واقعات سنہ ۹۶

لیکن یہ اُنکے دورحکومت کی خصوصیت کا نہایت اجمالی بیان ہے، اسلئے ہمکو تفصیل کے ساتھ بتانا چاہئے کہ سنت نبویہ کے احیا، بدعات کے انحا، اور شرائع اسلامیہ کی ترویج واشاعت کے متعلق اُنکے کیا کیا کارنامے ہین؟

اسلام درحقیقت چند اعمال وعقائد کے مجموعے کا نام ہے، جنکا تحفظ وبقا، ہر مسلمان بادشاہ کا فرض ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان اعمال وعقائد کے تحفظ وبقا، کو اپنی زندگی کا اصلی مقصد اور اپنے دور خلافت کا طغرائے امتیاز قرار دیا، چنانچہ عدی بن عدی کے نام اُنھون نے جو فرمان بھیجا، اُس مین اس مقصد کو نہایت واضح طور پر ظاہر کر دیا، چنانچہ اُس فرمان کے الفاظ حسب ذیل ہین:

ان للایمان فرائض وشرائع، وحدودا وسننا فمن استکملها استکمل الایمان ومن لم یستکملها لم یستکمل الایمان فان اعش فسابینها لکم حتی تعملوا بها وان امت فما انا علی صحبتکم بحریص[1]

ایمان چند فرائض، چند احکام، اور چند سنن کا نام ہے جس شخص نے اِن تمام اجزا کی تکمیل کر لی، اُسنے ایمان کو مکمل کر لیا، اور جس شخص نے اِن کو مکمل نہین کیا اُسنے ایمان کو مکمل نہین کیا، مین اگر زندہ رہا تو اِن تمام اجزا کو تمھارے سامنے بیان کردونگا تاکہ تم لوگ اُن پر عمل کرو، اور اگر مر گیا تو مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی حرص بھی نہین،

اور اپنی زندگی مین اُنھون نے ان اجزا کو جسطرح قائم رکھا، جس طرح اُنکا تحفظ کیا، اور جسطرح اُنکی ترویج واشاعت کی، اُسکی نظیر کسی خلیفہ یا بادشاہ کے دور حکومت مین نہین مل سکتی،

عقائد | عقائد کے رسوخ واستحکام کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ مذہبی اسرار ورموز مین زیادہ غور وخوض اور موشگافی نہ کی جائے، حضرت عمر بن عبد العزیز اگرچہ کبھی کبھی ذاتی طور پر اس قسم کے مباحث مین

[1] بخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس،

حصہ لیتے تھے، چنانچہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو عون بن عبد اللہ، موسی بن ابی کثیر، اور عمر بن حمزہ، اُنکی خدمت مین آئے، اور مسئلہ ارجاء کے متعلق اُنسے مناظرہ کیا، اور اُن لوگون کا بیان ہے کہ اُنھون نے اس مسئلہ مین اُنسے موافقت[۱] کی، لیکن اسکے ساتھ وہ عام طور پر لوگون کو کبھی اس قسم کے دقیق مسائل کی طرف مائل نہین ہونے دیتے تھے، چنانچہ ایک بار کسی شخص نے اسی قسم کا کوئی مسئلہ پوچھا تو بولے کہ مکتب کے بچون اور صحرا کے بدون کا دین اختیار کرو، اور اسکے سوا ہر چیز کو بھول جاؤ[۲]، فرماتے تھے کہ جب کسی قوم کو دیکھو کہ وہ عوام کے سامنے اس قسم کی مذہبی گفتگو کرتی ہے تو سمجھو کہ وہ گمراہی کی بنیاد ڈالتی ہے[۳]،

عقائد کے متعلق جو نئے نئے مسائل پیدا ہو گئے تھے، اُنکو محدثین کی اصطلاح مین "اہواء" کہتے تھے، جو ضلالت و گمراہی کا مرادف ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے مین اس قسم کے مسائل مین مسئلہ قضاء و قدر کا زیادہ چرچا پھیلا ہوا تھا جسکو معبد جہنی کے بعد غیلان دمشقی نے بہت کچھ وسعت و ترقی دی تھی، حضرت عمر بن عبد العزیز نے سب سے پہلے اس سے توبہ کرائی، اور اُس نے بظاہر توبہ بھی کر لی[۴]، اسکے بعد ہر ممکن تدبیر سے اُسکے اثر کو مٹانا چاہا، اُس زمانے مین ہر قسم کے خیالات کی اشاعت و مقبولیت کا اصلی ذریعہ محدثین و فقہاء تھے، اسلئے حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس گروہ کو ان خیالات کے قبول کرنے سے روکدیا کہ اُنکے ذریعہ سے یہ مرض تمام قوم مین پھیلنے نہ پائے، چنانچہ ایک بار امام مکحول سے کہا،

ایاک ان تقول فی القدر ما یقول هولاء یعنی غیلان واصحابه[۵]	تم مسئلہ تقدیر مین ہرگز وہ نہ کہو جو غیلان اور اُسکے پیرو کہتے ہین،

---

[۱] طبقات ابن سعد جلد ۶ صفحہ ۲۱۰ تذکرہ عون بن عبد اللہ [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۷۵، [۳] جامع بیان العلم ص ۱۵۳، [۴] تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۴، [۵] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۸۱

نماز | عقائد کے بعد اعمال کا درجہ ہے جن مین سب سے مقدم نماز ہے، خلفاء بنو امیہ بالخصوص حجاج نے نماز کے ساتھ جو غفلت برتی اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پابندی اوقات نماز جو صحابہ کرام کے زمانے مین نہایت ضروری چیز خیال کی جاتی تھی بالکل جاتی رہی، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے تمام عمال کے نام ایک مشترکہ فرمان بھیجا جسکے الفاظ حسب ذیل ہین،

اجتنبوا الاشغال عند حضور الصلوات	نماز کے وقت تمام کام چھوڑ دو کیونکہ جس شخص نے
فمن اضاعها فهولما سواها من شرائع	نماز کو ضائع کیا وہ اور فرائض اسلام کا سب سے زیادہ
الاسلام اشد تضييعا[1]،	ضائع کرنے والا ہوگا،

اسکے علاوہ ذاتی طور پر لوگون کو اسکی طرف توجہ دلائی ایک بار انھون نے ایک شخص کو مصر روانہ کرنا چاہا، اُسنے جانے مین دیر کی تو آدمی بھیجکر بلوایا، وہ آیا تو فرمایا کہ گھبراؤ نہین، آج جمعہ کا دن ہے، جمعہ پڑھے بغیر یہان سے نہ ٹلنا، ہم نے ایک جلدی کے کام کے لئے بھیجا تھا، لیکن یہ عجلت تم کو اس پر نہ آمادہ کرے کہ نماز کو وقت ٹال کے پڑھو، خدا نے اُس قوم کی نسبت جس نے نماز کو برباد کر دیا اور شہوت پرستی کی، فرمایا ہے کہ وہ عنقریب ضلالت سے ملاقی ہونگے لیکن اُنھون نے نماز کو بالکل ترک نہین کر دیا تھا بلکہ اُس کے وقت کی پابندی چھوڑ دی تھی[2]،

ان ہدایات کے علاوہ ملک مین ہر جگہ عملی طور پر نماز کا اہتمام کیا، اور موذنین کی تنخواہین مقرر کین، طبقات ابن سعد مین کثیر بن زید سے روایت ہے،

قدمت خناصرة فی خلافة عمر بن عبد العزیز	مین حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت مین خناصرہ مین
فرأيته يرزق المؤذنين من بيت المال[3]	آیا تو دیکھا کہ وہ موذنین کو بیت المال سے وظیفہ دیتے ہین

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۰۲، [2] ؍؍ صفحہ ۸۶، [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۶۴،

زکوٰۃ و صدقہ | اگرچہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے خلافت کی یہ برکت تھی کہ جب لوگون کو اُنکے خلیفہ ہونے کی خبر ہوئی تو نہایت سرعت سے صدقہ فطر ادا کرنا شروع کیا، یہان تک کہ اُنکے ایک عامل نے لکھا کہ اب بہت سا صدقہ فطر جمع ہوگیا ہے، اپنی رائے سے اطلاع دیجیے کہ اسکو کیا کیا جائے[1] تاہم وہ نہایت شدت کے ساتھ لوگون کو اسکی ترغیب دیتے رہتے تھے، ایک بار خناصرہ مین عید سے ایک دن پہلے جمعہ کے روز خطبہ دیا جس مین لوگون کو صدقہ فطر دینے پر آمادہ کیا اور کہا کہ جو لوگ زکوٰۃ نہین دیتے اُنکی نماز مقبول نہین ہے، لوگ آٹا اور ستو لاتے تھے اور وہ قبول کرتے جاتے تھے[2]

حجاج نے زکوٰۃ کا جو نظام خراب کردیا تھا اُسکے متعلق عمال کو ہدایت کی کہ اُسکی روش سے اجتناب کرین، چنانچہ ایک بار عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ تمنے زکوٰۃ کے معاملہ مین تم کو حجاج کی تقلید سے روکا ہے، کیونکہ وہ اسکو غیر محل سے لیتا تھا، اور غیر محل مین صرف کرتا تھا[3]، ایک بار اُنکو عدی کی نسبت معلوم ہوا کہ شراب کا عشر لیتے ہین، تو انکو لکھا کہ بیت المال مین صرف حلال مال داخل کرو[4]،

لہو و نیاحۃ کی ممانعت | اِن فرائض کے علاوہ شریعت نے جن چیزون کی ممانعت کی تھی، اُن پر شدت کے ساتھ دار و گیر کی، ایک بار اُنکو معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمان لہو و لعب مین مصروف ہوگئے ہین اور بہت سی عورتین جنازے کے ساتھ بال کھولے ہوئے نوحہ کرتے ہوئے نکلتی ہین، تو تمام عمال کے نام ایک فرمان بھیجا جسکا خلاصہ یہ ہے،

> مجھے معلوم ہوا ہے کہ سفہار کی عورتین، مردے کی وفات کے وقت بال کھولے ہوئے، اہل جاہلیت کی طرح نوحہ کرتی ہوئی نکلتی ہین، حالانکہ جب سے عورتون کو

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۸۵، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۷۸،

[3] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۸۸، [4] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۸۰،

آنچل ڈالنے کا حکم دیا گیا، اُنکو دوپٹہ اُتارنے کی اجازت نہین دی گئی، پس

اس نوحہ و ماتم پر قدغن بلیغ کرو، یہ اہل عجم چند چیزون سے جنکو شیطان نے اُنکی

نگاہ مین محبوب کر دیا تھا، دل بہلاتے تھے، پس مسلمانون کو اس لہو و لعب

اور راگ باجے وغیرہ سے روکو، اور جو نہ باز آئے اُسکو اعتدال کے

ساتھ سزا دو[۱]،

انسداد شراب نوشی | حضرت عمر بن عبد العزیز نے شراب نوشی کے انسداد کے لئے مختلف تدبیرین

اختیار کین،

(۱) تمام عمال کے نام فرمان بھیجا کہ کوئی ذمی مسلمانون کے شہرون مین شراب نہ لانے پائے[۲]

(۲) شراب کی جو دوکانین قائم تھین اُنکو بالکل توڑ دا دیا[۳]،

(۳) جو لوگ نبیذ کے حیلے سے شراب پیتے تھے، اُنکی نسبت عدی بن ارطاۃ کو لکھا،

لوگون نے اس شراب کو پیکر بدمستی کی حالت مین نہایت بُرے بُرے کام کئے

اور اکثر ان مین کہتے ہین کہ اس شراب کے پینے مین کوئی مضایقہ نہین، لیکن

جو چیز اس قسم کے کام کراتی ہے اُسکے استعمال مین سخت ہرج ہے، خدا نے

اور بھی بہت سی پینے کی چیزین پیدا کرکے شراب سے بے نیاز کر دیا ہے، مثلاً

آب شیرین، شیر خالص، شہد مصفا وغیرہ، پس جو شخص نبیذ بنائے وہ صرف چمڑے

کے مشکیزے مین بنائے جس مین زفت کا رنگ نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلعم

نے اس قسم کے ظروف کی نبیذ سے منع فرمایا ہے، اس روک ٹوک

کے بعد اگر کسی نے اس قسم کی شراب پی تو ہم اسکو سخت سزائین دین گے،

[۱] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۹، [۲] ″ صفحہ ۲۶۹، [۳] کتاب ولاۃ مصر صفحہ ۶۸،

اور جس شخص نے مخفی طور پر پیا تو خدا سخت عذاب دینے والا ہے[1]،

اسکے بعد اب جسقدر شیشے اور پیمانے رہ گئے تھے وہ اُنکے ہاتھ سے چور چور ہو گئے، چنانچہ ایک راوی کا بیان ہے کہ مینے اُنکو خناصرہ مین دیکھا کہ شراب کے مشکیزون کے پھاڑنے اور شیشون کے توڑنے کا حکم دے رہے ہین[2]،

مذہب اور اخلاق کے متعلق اور بھی بہت سے احکام تھے جنکی خلاف ورزی مضر نتائج پیدا کر سکتی تھی، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اِن تمام جزئیات کی طرف توجہ کی اور اُنسے مسلمانون کو روکا، مثلاً اہل عجم کی آمیزش و اختلاط سے تمام ممالک اسلامیہ مین حمامون کا رواج ہو گیا تھا، اور اُسمین مرد عورت بیباکانہ جا جا کر غسل کرتے تھے، لیکن اس مین شرم و حیا اور ستر عورت کا کافی انتظام نہین رکھا جاتا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے عورتون کو کلیۃً حمام مین جانے سے روکدیا اور مردون کی نسبت عام حکم دیا کہ بغیر تہ بند کے حمام مین غسل نہ کرین، چنانچہ اس حکم پر اس شدت کے ساتھ عمل ہوا کہ راوی کا بیان ہے کہ مینے حمام کے مالک اور حمام مین جانے والے دونون کو دیکھا کہ اُنکو سزا دی جا رہی ہے[3]،

حمامون کی دیوارون پر تصویرین بنائی جاتی تھین، جو اصول شریعت کے خلاف نہین ایک بار اُنھون نے اس قسم کی تصویر دیکھی تو مٹا دیا اور کہا کہ اگر مصوّر کا نام معلوم ہوتا تو مین اسکو سزا دیتا[4]،

اسلام مین اگرچہ رہبانیت نہین ہے، تاہم وہ اہل عجم کی طرح بالکل رفاہیت اور عیش پرستی کو بھی جائز نہین قرار دیتا، اسلئے اگرچہ رسول اللہ صلعم نے بال سنوارنے کا حکم دیا ہے،

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۰۲، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۶۹،

[3] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۶۳، [4] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۸۰،

تاہم اُسکا مقصد یہ نہین ہے کہ پٹیان جمائی جائین، حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے مین اس قسم کے بہت سے شوقین پیدا ہو گئے تھے، اسلئے اُنھون نے پولیسمینون کو حکم دیا کہ جمعہ کے بعد مسجد کے دروازون پر کھڑے ہو جائین، اور جو شخص پٹیان جمائے ہوئے گذرے اُس کے بال کاٹ لین[1]،

حضرت عمر بن عبد العزیز کو اس باب مین خاص اہتمام تھا کہ عرب کی قومی خصوصیات مٹنے نہ پائین چنانچہ ایک بار اُنکو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ جب سامنے طشت رکھکر وضو کرتے ہین تو قبل اسکے کہ طشت پانی سے بھر جائے، پانی پھینکدیا جاتا ہے اور پھر نیا آدمی وضو کرنا شروع کرتا ہے تو اسکے سامنے نئے سرے سے طشت آتا ہے، تو عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ یہ عجمیون کا طریقہ ہے، اسلئے جب تک طشت بھر نہ جائے یا سب لوگ فارغ نہ ہو جائین پانی نہ پھینکا جائے[2]

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۸۱، [2] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۸۷،
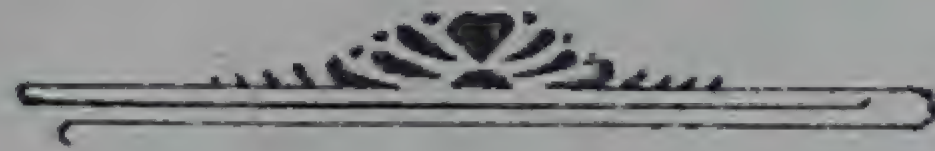
تدوین حدیث

قرآن مجید کے بعد اسلام کے احکام، اسلام کی تعلیم، اور اسلام کے اخلاق کا مجموعہ صرف وہ کلمات طیبہ ہین جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے سے پہلے، وہ صرف صحابہ اور تابعین کے سینون مین محفوظ تھے، بخاری، مسلم، موطا اور حدیث کی دوسری کتابین جو احادیث صحیحہ کا بہترین مجموعہ ہین، اُسوقت تک وجود مین نہین آئی تھین، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسطرف توجہ نکی ہوتی تو علم حدیث کا یہ ذخیرہ وجود مین نہ آتا لیکن انھون نے دیکھا کہ انقضاے زمانہ کیساتھ علما، کا گروہ روز بروز مٹتا جاتا ہے، اور اُسکے ساتھ علوم شرعیہ کے مٹ جانے کا بھی اندیشہ ہے، اسلئے اُنھون نے قاضی ابوبکر بن حزم کو جو اُنکی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے لکھا کہ،

انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکتبہ فانی خفت دروس العلم و ذھاب العلماء و لا یقبل الا حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم[1]	احادیث نبویہ کی تلاش کر کے اُنکو لکھ لو، کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علما کے فنا ہونے کا خوف معلوم ہوتا ہے، اور صرف رسول اللہ صلعم کی حدیث قبول کی جائے،

حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین ابو نعیم کی تاریخ اصبہان سے ایک روایت نقل کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف مدینہ اور مدینہ کے گورنر کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ انھون نے تمام صوبون کے گورنرون کے پاس اسی قسم کا فرمان بھیجا تھا[2]- بہرحال ان حکم کی

[1] بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم، باب [2] فتح الباری جلد اول صفحہ ۱۷۴

تعمیل کی گئی اور جمع شدہ احادیث کے متعدد مجموعے تیار کرا کے تمام ممالک محروسہ مین، تقسیم کئے گئے، جامع بیان العلم بن سعد بن ابراہیم سے روایت ہے،

امرنا عمر بن عبد العزیز بجمع السنن فکتبناها دفترا دفترا فبعث الی کل ارض له سلطان دفترا، ؎۱

ہمکو عمر بن عبد العزیز نے جمع حدیث کا حکم دیا، اور ہم نے دفتر کی دفتر حدیثین لکھین اور انھون نے ایک ایک مجموعہ ہر جگہ بھیجا، جہان اونکی حکومت تھی،

؎۱ جامع بیان العلم صفحہ ۳،

تعلیم مذہبی کی اشاعت

(۱) احادیث کی تدوین وترتیب کے بعد دوسرا کام یہ تھا کہ عام طور پر انکی ترویج واشاعت کی جائے، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسی فرمان مین قاضی ابو بکر بن حزم کو اس طرف بھی توجہ دلائی اور لکھا،

ولیفشوا العلم ویجلسوا حتی یعلم من لا یعلم فان العلم لا یھلک حتی یکون سرا۔

لوگونکو چاہئے کہ عام طور پر علم کی اشاعت کرین اور تعلیم کے لئے حلقہ درس مین بیٹھین تاکہ جو لوگ نہین جانتے وہ جان لین، کیونکہ علم اوسوقت تک نہین برباد ہوتا جب تک کہ وہ راز نہ بن جائے

ایک اور عامل کے نام لکھا،

اما بعد فأمر اهل العلم ان ینشروا العلم فی مساجدهم فان السنة كانت قد امیتت[1]

اہل علم کو حکم دو کہ اپنی مسجدون مین علم کی اشاعت کرین کیونکہ حدیثین مرچکی ہین،

(۲) چنانچہ جو لوگ اس مقدس کام مین مصروف ہوئے انکو فکر معاش وضروریات زندگی سے بالکل بے نیاز کر دیا، چنانچہ حمص مین جو علما تھے انکی نسبت وہان کے گورنر کو لکھا،

انظرالی القوم الذین نصبوا انفسهم للفقه وحبسوها فی المسجد عن طلب الدنیا

جن لوگون نے دنیا چھوڑ کر اپنے آپ کو فقہ کی تعلیم کے لئے وقف کر رکھا ہے انکین

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۹۴،

فاعط کل رجل منہم مائۃ دینار یستعینون بہا علی ما ھم علیہ من بیت مال المسلمین حین یاتیک کتابی ھذا[1]۔	ہر ایک کو جسوقت میرا خط پہونچے بیت المال سے سو سو دینار دو تاکہ وہ لوگ اس حالت کو قائم رکھ سکین،

یہ فیاضی صرف علماء کے ساتھ مخصوص نہ تھی، بلکہ اسی فیاضی کے ساتھ طلباء کے وظائف بھی مقرر کئے تھے[2]، انکو علماء کی فراغ خاطر اور جمعیت قلب کا اسقدر خیال تھا کہ ہر ممکن تدبیر سے انکی ضروریات کو پورا کرتے تھے، قاسم بن مخیمرہ ایک محدث تھے، جو نہایت عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، وہ آئے تو انکی جانب سے ستر دینار قرض ادا کیا، سواری دی اور ۵۰ دینار وظیفہ مقرر کر دیا[3]،

ایک بار مجاہد انکی خدمت مین حاضر ہوئے تو انکو ۳۰ درہم دئے اور کہا کہ یہ رقم مینے اپنے عطیہ سے دی ہے[4]،

(۳) جو ممالک دور افتادہ تھے، وہان کے لوگون کی تعلیم کے لئے خود متعدد علماء کو روانہ کیا، حضرت نافع جو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے غلام اور مدینہ کے فقیہ تھے، انکو مصر بھیجا کہ وہان کے لوگون کو علم حدیث کی تعلیم دین، چنانچہ اس تعلق سے نافع نے وہان مدتون قیام کیا[5]،

حنش بن عاہان جو قرا مین تھے انکو مصر سے مغرب کو بھیجا کہ وہان جاکر لوگون کو قرآت کی تعلیم دین[6]،

[1] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۹۵، [2] جامع بیان العلم صفحہ ۸۰، [3] تذکرۃ الحفاظ جلد ا صفحہ ۱۰۹ تذکرہ قاسم بن مخیمرۃ، [4] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۹۵، [5] حسن المحاضرہ جلد اول صفحہ ۱۱۹ و زرقانی شرح موطا جلد اول صفحہ ۱۲، [6] حسن المحاضرہ جلد ا صفحہ ۱۱۹

بدوون کی تعلیم وتربیت کے لئے یزید بن ابی مالک الدمشقی اور حارث بن یحمد الاشعری کو متعین کیا، اور اُنکے وظیفے مقرر کئے، یزید نے تو وظیفہ قبول کرلیا، لیکن حارث نے وظیفہ سے انکار کیا، حضرت عمر بن عبد العزیز کو خبر ہوئی، تو لکھا کہ یزید نے جو کچھ کیا اُسمین ہرج نہین، اور خدا ہم مین حارث جیسے بہت سے اشخاص پیدا کرے[۱]،

(۴) تعلیم کے علاوہ لوگون کی ارشاد وہدایت کیلئے تمام ممالک محروسہ مین واعظ اور مفتی مقرر کئے، چنانچہ حلاج ابو کثیر اموی کو جو اُنکے باپ کے مولی تھے، اسکندریہ کا واعظ مقرر کیا[۲]، حجاز مین جو واعظ اس خدمت پر مامور تھا اُسکو حکم تھا کہ تیسرے دن لوگون کو وعظ وپند کرے[۳]،

افتا کی خدمت پر متعدد لوگ مامور تھے، اور جو لوگ مامور تھے وہ انتخاب روزگار تھے، مثلاً مصر مین حضرت عمر بن عبد العزیز نے یہ خدمت یزید بن ابی حبیب کے متعلق کی تھی، اور یہ وہ بزرگ ہین جنھون نے سب سے پہلے اہل مصر کو فقہ وحدیث سے آشنا کیا، چنانچہ علامہ سیوطی حسن المحاضرہ مین لکھتے ہین،

هو اول من اظهر العلم بمصر والمسائل فی الحلال والحرام وقبل ذلک کانوا یتحدثون فی الترغیب والملاحم والفتن وهو احد ثلاثة جعل الیهم عمر بن عبد العزیز الفتیا-	وہ پہلے شخص ہین جنھون نے مصر مین علم کو ظاہر کیا اور حلال وحرام کے مسائل کو رواج دیا وہانکے لوگ اس سے پہلے صرف ترغیب اور جنگ وغیرہ کے متعلق روایت کرتے تھے وہ ان تین اشخاص مین ہین، جنکے متعلق حضرت عمر بن عبد العزیز نے افتا کی خدمت کی تھی،

[۱] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۸۰، [۲] حسن المحاضرہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۰، [۳] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۸۰، [۴] حسن المحاضرہ جلد ۱ صفحہ ۱۰

فن مغازی اور مناقب صحابہ کی تعلیم و اشاعت

مغازی اور مناقب صحابہ کی طرف اب تک علمی حیثیت سے کسی نے اعتنار نہین کیا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے خاص طور پران کی طرف توجہ کی اور عاصم بن عمر بن قتادہ کو جو مغازی اور سیرت مین کمال رکھتے تھے حکم دیا کہ مسجد دمشق مین بیٹھکر مغازی اور مناقب کا درس دین[1]،

---

[1] تہذیب التہذیب ترجمہ عاصم بن عمر بن قتادہ،
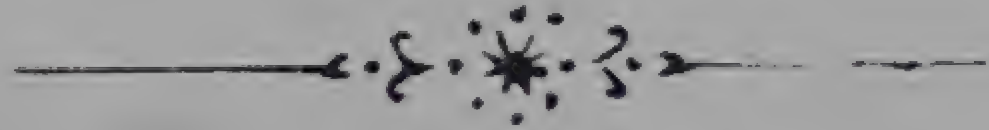
یونانی تصنیفات کی اشاعت

حضرت عمر بن عبد العزیز کا اصلی فرض اگرچہ کتاب و سنت کی اشاعت کرنا تھا اور اُنھون نے ہر ممکن تدبیر سے اسکی اشاعت کی، تاہم غیر قومون کے علوم وفنون سے بھی انھون نے مسلمانون کو بالکل بیگانہ نہین رکھا،

طب مین ایک یونانی حکیم اہرن القس کی ایک مشہور کتاب تھی جسکا ترجمہ ماسرجویہ نے مروان بن حکم کے زمانہ مین عربی زبان مین کیا تھا، یہ کتاب شاہی کتب خانے مین محفوظ تھی، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُسکو دیکھا تو چالیس روز تک استخارہ کیا، اسکے بعد اُسکی متعدد نقلین کرائین اور عام طور پر اُسکو ملک مین شائع کیا[1]،

---

[1] اخبار الحکما، صفحہ ۲۱۳ تذکرہ ماسرجویہ،

رفاہ عام کے کام

اس سلسلے مین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام ممالک محروسہ مین نہایت کثرت سے سرائین بنوائین، چنانچہ خراسان کے عامل کو لکھا کہ وہان کے راستون مین بہت سی سرائین تعمیر کرائی جائین[1]، اور سمرقند کے عامل سلیمان بن ابی السری کے پاس فرمان بھیجا کہ وہان کے شہرون مین سرائین تعمیر کراؤ، جو مسلمان ادھر سے گذرین یک شبانہ روز اُنکی مہمان نوازی کرو، اُنکی سواریون کی حفاظت کرو، جو مسافر مریض ہو اُسکو دو رات اور دو دن مقیم رکھو، اگر کسی کے پاس گھر تک پہونچنے کا سامان نہ ہو تو اسقدر سامان کردو کہ اپنے وطن مین پہونچ جائے[2]،

ایک عام لنگرخانہ قائم کیا جس مین تمام فقرا، مساکین اور مسافرون کو کھانا ملتا تھا[3]

ممالک محروسہ مین جو چراگاہین تھین، اُن مین نقیع کے سوا تمام چراگاہون کو عام کردیا[4]

اور اسکے متعلق ایک عامل کو لکھا،

فما حمی من الارض لا یمنع اھل	جو زمین چراگاہ بنالیگئی ہین، تو جہان جہان
مواقع القطر فابح الاحماء	برسات کا پانی گرے اُسنے کسی کو نہ روکا جائے
ثم ابحھا[5]،	اسلئے چراگاہون کو عام کردو، اور ضرور عام کردو،

جزائر کو بھی بالکل وقف عام کردیا تھا[6]،

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۲۵۰ و فتوح البلدان صفحہ ۴۳۴، [2] طبری صفحہ ۱۳۶۴، [3] طبقات صفحہ ۲۷۹، [4] ؍؍ صفحہ ۲۵۲، [5] ؍؍ صفحہ ۲۸۱، [6] ؍؍ صفحہ ۲۷۰،

عمارات

حضرت عمر بن عبد العزیز کے کارنامہائے زندگی مین جو چیز سب سے زیادہ پست نظر آتی ہے وہ بلند عمارتون کے کنگرے ہین، اُنکے عہد خلافت مین ایک عمارت بھی شاندار طور پر تعمیر نہین ہوئی، اُنھون نے نہایت معمولی طور پر صرف ضروری عمارتین تعمیر کروائین، اور ان مین بھی زیادہ تر مذہبی عمارتین تھین، چنانچہ ان تمام عمارتون کی تفصیل حسب ذیل ہے،

مساجد مدینہ مین قبیلہ بنو عدی بن النجار کی مسجد گر گئی تو قاضی ابوبکر بن حزم نے اُسکی تعمیر کی طرف اُنکو توجہ دلائی، اُنھون نے جواب مین لکھا کہ میری خواہش تو یہ تھی کہ مین دنیا سے جاؤن اور ایک پتھر پر دوسرا پتھر اور ایک اینٹ پر دوسری اینٹ نہ رکھون لیکن اس مسجد کو متوسط پیمانے پر کچی اینٹ سے تعمیر کروا دو[1]،

علامہ ابن جبیر نے شہر راس العین کے حالات مین لکھا ہے کہ یہان دو جامع مسجدین ہین، ایک جدید اور ایک قدیم، قدیم حضرت عمر بن عبد العزیز کی تعمیر کردہ ہے، لیکن بہت پرانی ہوگئی ہے[2]، اور دمشق کی مسجد کے ذکر مین ایک جگہ ضمناً لکھا ہے کہ اُسکے شمالی دروازے کے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو حضرت عمر بن عبد العزیز کی طرف منسوب ہے[3]، تاریخ حلب مین ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کفربیا مین گئے اور وہان کے لوگون کے لئے ایک جامع مسجد اور ایک تالاب بنوایا[4]،

---

[1] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۳۰، [2] رحلۃ ابن جبیر صفحہ ۲۴۴، [3] ،، صفحہ ۲۶۹، [4] تاریخ مملکۂ حلب صفحہ ۱۶۹،

تجدید انصاب حرم | خانہ کعبہ کے گرد جو پتھر کھڑے کر دئے گئے تھے، چونکہ اُنکے ساتھ بہت سے احکام شرعیہ کا تعلق تھا، اسلئے خلفاء کے دور مین اکثر اُنکی تجدید ہوتی رہتی تھی، حضرت عمر بن عبد العزیز نے بھی اپنے دور خلافت مین مدینہ کے گورنر قاضی ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ وہ انصاب حرم کی تجدید کرائین[1]،

قصر شاہی | تاریخ حلب مین ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے خناصرہ مین ایک محل تعمیر کروایا تھا جسمین آکر اکثر قیام کرتے تھے[2]، لیکن غالباً اُنکے عہد خلافت مین اسکے سوا کوئی سرکاری عمارت تعمیر نہین ہوئی، ایک بار عدی بن ارطاۃ نے بصرہ کے دارالامارۃ، کے اوپر بالاخانہ بنوانا چاہا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُنکو روکدیا، اور لکھا کہ تیرے لئے وہ مکان بھی تنگ ہی جو زیاد اور آل زیاد کے لئے وسیع تھا چنانچہ اُنھون نے اُسکی تعمیر سے ہاتھ کھینچ لیا[3]،

شہرون کی آبادی | سلیمان بن عبد الملک جب ولید کی طرف سے فلسطین کا گورنر مقرر ہوا تھا اسیوقت سے اُسنے شہر رملہ کی بنیاد ڈالی تھی، جس مین سب سے پہلے اُسنے اپنا محل اور دار الصیاغین تعمیر کروایا تھا، جس کے وسط مین ایک تالاب بھی تھا، اسکے بعد ایک مسجد کی داغ بیل ڈالی تھی، لیکن ابھی اس شہر کی تعمیر کا کام جاری تھا، کہ اسی زمانہ مین وہ خلیفہ ہوگیا، اور اُسکے دور خلافت مین بھی تعمیر کا کام برابر جاری رہا، اُسکے انتقال کے بعد جو کمی رہ گئی تھی، اُسکو حضرت عمر بن عبد العزیز نے پورا کیا، لیکن شہر کی داغ بیل جس وسیع پیمانے پر ڈالی گئی تھی، اُس مین کمی کر دی اور کہا کہ اہل رملہ کے لئے اسقدر کافی ہوگا[4]، ۱۰۰ھ مین رومیون نے لاذقیہ کو جو ایک ساحلی شہر تھا برباد کردیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے از سر نو اسکی تعمیر اور قلعہ بندی کرائی[5]،

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۶۸، [2] تاریخ مملکۃ حلب صفحہ ۵۹، [3] فتوح البلدان صفحہ ۳۵۰،

[4] فتوح البلدان صفحہ ۱۵۰، [5] ،، صفحہ ۱۲۹،

سیاست وحکومت

فرائض خلافت

انسان مین مختلف قابلتین بہت کم جمع ہوتی ہین، جو لوگ دماغی اور عقلی حیثیت
سے ممتاز ہوتے ہین، انمین اخلاقی اوصاف بہت کم پائے جاتے ہین، جو لوگ مذہبی
اعمال مین اپنی زندگی صرف کرتے ہین، وہ دنیا کے اور کام اچھی طرح انجام نہین دیسکتے،
اور جو لوگ ملکی و سیاسی کامون کو نہایت سرگرمی کے ساتھ انجام دیتے ہین، اُنکے ہاتھ
سے مذہب اور اخلاق کا سررشتہ بالکل چھوٹ جاتا ہے، لیکن قدرت کا کوئی کلیہ استثنا
سے خالی نہین ہے، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اس استثنا کی ایک نہایت عمدہ
مثال ہین،

وہ جس پابندی، سرگرمی، اور مستعدی کے ساتھ مذہبی اعمال انجام دیتے تھے،
اُسی شوق وشغف کے ساتھ خلافت کے فرائض بھی ادا کرتے تھے، اُنکی مشغولیت
کو دیکھکر بعض اشخاص ترس کھاتے تھے اور اُنکو آرام لینے کی ترغیب دیتے تھے لیکن
اُن پر اُنکی نصیحتون کا کوئی اثر نہین پڑتا تھا، عام معمول یہ تھا کہ دن بھر رعایا کے معاملات
ومقدمات کے فیصلہ مین مشغول رہتے، عشاء کے بعد چراغ جلا کے بیٹھتے اور پھر بھی
کام شروع ہوجاتا، اُسکے بعد ارباب رائے سے امور خلافت کے متعلق مشورہ لیتے،
رات کے بقیہ اوقات جو بچتے، وہ عبادت گذاری اور استراحت مین صرف کرتے،
ایک دن رجاء بن حیوہ نے جو اُنکے مشیر خاص تھے کہا کہ اے امیرالمومنین، آپ کے

اوقات تو بالکل رعایا کے معاملات مین صرف ہوتے ہین، رات کو تھوڑا سا فرصت کا جو وقت ملتا ہے، اُسکو ہماری محبت مین صرف کر دیتے ہین، بولے لوگون کی ملاقات سے عقل بار آور ہوتی ہے، اور مشورہ اور مناظرہ رحمت کا دروازہ اور برکت کی کنجی ہے، جنکی وجہ سے کوئی راے گمراہ نہین ہوتی[1]

اس مستعدی کی بنا پر روز کا کام روز انجام دیتے، ایک دن اُنکے بھائی ریان بن عبد العزیز نے اُنکو مشورہ دیا کہ کبھی کبھی سیر و تفریح کے لئے بھی باہر نکل جایا کیجیے، بولے تو پھر اُس دن کا کام کیونکر انجام پائے گا؟ اُنھون نے کہا کہ دوسرے دن ہو رہے گا، بولے روز کا کام روز انجام پا جائے تو یہی بہت ہے، دو دن کا کام ایک دن مین کیونکر پورا ہوگا؟[2]

بعض اشخاص نے اُنکی فرصت کے اوقات سے متمتع ہونے کی خواہش ظاہر کی تو بولے فرصت کہان؟ فرصت گئی، اب صرف خدا کے یہان فرصت نصیب ہوگی،[3]

جمعہ کا دن بعض سرکاری کاغذات کے معائنہ کے لئے مخصوص کر لیا تھا[4]، اور کبھی کبھی ملک کا دورہ بھی فرماتے تھے، چنانچہ ایک بار خناصرہ، دمشق، حلب، اور حمص کا دورہ کیا، تو اُنکی آمد کی خبر سُنکر اُنکے گرد لوگون کا ہجوم ہو گیا[5]

———

[1] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۶۷ [2] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۵۶، [3] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۹۱،
[3] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۹۴، [4] " صفحہ ۲۰۰، [5] یعقوبی صفحہ ۳۶۸،

خصوصیات حکومت

خلیفہ ہونے کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز نے یزید بن مہلب کے نام جو فرمان روانہ کیا، اسکو پڑھکر اُسنے صاف صاف کہدیا کہ "یہ اُنکے اسلاف کا کلام نہین معلوم ہوتا اور وہ اُنکی شاہ راہ پر چلنا نہین چاہتے"[1] یہ اُنکے نظام حکومت کی خصوصیات پر ایک اجمالی ریویو ہے، اسلئے ہمکو تفصیل کے ساتھ بتانا چاہیے کہ اُنکا طرز جہانبانی کیا تھا؟ اور وہ کن، اسباب کی بنا پر تمام خلفاء بنو امیہ سے مختلف تھا؟

اگرچہ یہ اختلاف اُنکے نظام حکومت کے تمام جزئیات سے نمایان ہو سکتا ہے لیکن جن خصوصیات کی بنا پر اُنکا دور حکومت تمام خلفاء بنو امیّہ کے دور حکومت سے ممتاز تھا وہ حسب ذیل ہین،

(۱) خلافت اسلامیہ کی بنیاد صرف کتاب، سنت، اور آثار صحابہ پر قائم ہے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور سے پہلے یہ بنیاد بالکل متزلزل ہو چکی تھی، حضرت عمر بن، عبد العزیز نے دوبارہ اسکو قائم کیا، اور عمر بھر قائم رکھا، چنانچہ ایک بار زمانہ حج مین خطبہ دیا تو عام اعلان کیا کہ جو عامل کتاب و سنت پر عمل نہ کرے اُسکی اطاعت فرض نہین[2] ایک موقع پر جب عباس بن ولید نے اُنکے سامنے ولید کے ہاتھ کی ایک سند پیش کی تو فرمایا "خدا کی، کتاب ولید کی کتاب سے زیادہ قابل اتباع ہے" ابوبکر بن حزم کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا جو خط آتا تھا، اُس مین سنت کے زندہ کرنے اور بدعت کے مردہ کرنے کا

---

[1] طبری صفحہ ۱۳۶۳، [2] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۷۲،

حکم لازمی طور پر ہوتا تھا[۱] فرماتے تھے کہ اگر خدا میرے گوشت کے ٹکڑ دن کے ذریعہ سے ہر بدعت کو مردہ اور ہر سنت کو زندہ کرے یہان تک کہ اخیر مین میری جان پر بن جائے تو یہ خدا کے معاملہ مین نہایت آسان کام ہوگا[۲] انھون نے اس خصوصیت کو اپنی زندگی کا روح روان قرار دیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر مین سنت کو زندہ نہ کرسکون، یا شاہراہ حق پر نہ چل سکون تو ایک منٹ بھی زندہ رہنا پسند نہ کرونگا[۳]

خلفاء راشدین کے دور خلافت مین سب سے زیادہ روشن زمانہ حضرت عمر بن الخطاب کا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے سیاسی منزل مین قدم رکھا تو حضرت عمر بن الخطاب ہی کے نقش قدم کو چراغ راہ بنایا، چنانچہ اسکے متعلق سالم بن عبد اللہ کو ایک خط لکھا جس کے الفاظ حسب ذیل ہین،

وقد رایت ان اسیر فی الناس بسیرة عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان قضی اللہ ذلک واستطعت الیہ سبیلا فابعث الی بکتب عمر وقضائہ فی اھل القبلۃ واھل العھد فانی متبع اثرہ وسائر بسیرتہ ۔ انشاء اللہ تعالیٰ[۴]	مین چاہتا ہون کہ رعایا کے معاملے مین عمر بن الخطاب کی روش اختیار کرون بشرطیکہ یہ خدا کو منظور ہوا اور مین اس پر قادر ہون، آپ میرے پاس حضرت عمر رض کی تحریرین اور اُنکے فیصلے جو اُنھون نے مسلمانون اور ذمیون کے متعلق کئے ہین بھیجدیجئے اگر خدا کو منظور ہوگا تو مین اُنکے نقش قدم پر چلونگا

اگرچہ اس روش کے اختیار کرنے کیلئے انکا زمانہ اسقدر ناموزون تھا کہ خود سالم بن عبد اللہ نے اُنکو جواب مین لکھا کہ حضرت عمر رض نے جو کچھ کیا دوسرے زمانے مین اور دوسرے اشخاص کے ذریعہ سے کیا، اگر تم نے باوجود ان ظالمانہ ازمائشون کے اُسکے مطابق عمل کیا تو تم خدا کے

[۱] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۵۲، [۲] ر صفحہ ۲۵۳، [۳] ر صفحہ ۲۰۲، [۴] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۲۶،

نزدیک عمرؓ سے افضل ہوگئے[1]، تاہم حضرت عمر بن عبد العزیز نے اِن مشکلات کی کچھ پروا نہ کی، اور اپنا نظام حکومت اُسی بنیاد پر قائم کیا جس پر عہد خلافت راشدہ مین قائم ہوچکا تھا، اسی بنا پر بعض محدثین نے اُنکو اسی سلسلے کی ایک کڑی خیال کیا ہے، چنانچہ امام سفیان ثوری کا قول ہے کہ خلفاء پانچ ہین، ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور عمر بن عبد العزیز[2]

(۲) اُنکی خلافت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اُنھون نے جمہوریت کی روح کو جو بالکل مردہ ہوگئی تھی ازسرِنو زندہ کیا، اُنکے اخلاق وعادات مین اگرچہ خلافت کے بعد انقلاب پیدا ہوا، تاہم اُنکی طبیعت ابتدا ہی سے جمہوریت پسند واقع ہوئی تھی، چنانچہ جب وہ ولید کی طرف سے مدینہ کے گورنر مقرر ہوکر آئے تو مدینہ کے فقہا مین سے عروہ بن زبیر، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، ابوبکر بن عبد الرحمن بن حارث، ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ، خارجہ بن زید بن ثابت کو طلب کیا، اور کہا کہ مینے آپ لوگون کو ایک ایسے کام کے لیے طلب کیا ہے، جس پر آپ کو ثواب ملے گا، اور آپ لوگ حق کے معاون قرار پائینگے، مین آپ لوگون کی رائے کے بغیر کوئی کام انجام نہین دینا چاہتا، یہ سنکر ان تمام بزرگون نے اُنکو جزائے خیر کی دعا دی[3]، خلیفہ ہوئے تو چند منتخب اشخاص کو ندیم خاص مقرر کیا جو اُنکو تمام ملکی معاملات مین مشورہ دیتے تھے، طبقات ابن سعد مین ہے،

کان لعمر بن عبد العزیز سمار ینظرون فی امور الناس[4]۔	حضرت عمر بن عبد العزیز کے چند مصاحب تھے جو رعایا کے معاملات مین غور کیا کرتے تھے،

[1] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۳۳، [2] ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی التفضیل، [3] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۴۲

[4] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۸۲ وسیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۶۲،

(۳) اُنکے دورحکومت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اُنکے زمانے مین علماء کا رسوخ واقتدار بہت زیادہ ترقی کرگیا، وہ ہمیشہ علماء سے مشورہ لیتے تھے، علماء سے صحبت رکھتے تھے اور علماء کو مقرب بارگاہ بناتے تھے، طبقات مین متعدد علماء کے نام لکھے ہین جو اُنکے خواص مین تھے[۱]، عدی بن ارطاۃ کو جو ہمیشہ شرعی امور مین اُن سے مشورہ لیا کرتے تھے، لکھا کہ "گرمی اور سردی مین تم ہمیشہ ایک مسلمان کو تکلیف دیتے ہو کہ مجھ سے سنت کے متعلق استفسار کرے، تم اس طریقہ سے میری عظمت کرتے ہو، خدا کی قسم حسن تمہارے لئے کافی ہین، جب یہ خط پہونچے، تو میرے لئے، اپنے لئے، اور عام مسلمانون کے لئے، انھین سے استفسار کیا کرو، خداوند تعالےٰ حسن بصری پر رحم کرے کہ وہ اسلام مین ایک بڑے درجہ کے شخص ہین، اور اُنکو میرا یہ خط پڑھکر نہ سناؤ[۲]"،

[۱] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۹۲، [۲] سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۱۰۱،

عمّال

زمانہ قدیم کا نظام سلطنت، اس زمانہ کے نظام حکومت سے بالکل مختلف تھا، آج سلاطین کی شخصیتین بدل جاتی ہین، نظام حکومت اولٹ پلٹ جاتا ہے شخصیت کی جگہ جمہوریت لے لیتی ہے، لیکن سلطنت کے اعضاء وجوارح یعنی عمال پر اِن کا کوئی اثر نہین پڑتا، لیکن قدیم زمانے مین سلاطین کی شخصیت کا تغیر وتبدل گویا نظام سلطنت کا انقلاب کلی تھا، اور یہ انقلاب حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت مین سب سے زیادہ نمایان نظر آتا ہے، اُنھون نے تخت حکومت پر متمکن ہونے کے ساتھ ہی اُن تمام مفاسد کی اصلاح کرنی چاہی جنکا مادہ حضرت امیر معاویہ رضہ کے زمانہ ہی سے روز بروز پختہ ہوتا جاتا تھا، لیکن اسکے لئے سب سے بڑی ضرورت اُن پرزون کی تھی جو نہایت نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ سلطنت کی کل کو چلائین، اور اُنکے زمانے مین اس قسم کے اجزاء صالحہ تقریباً مفقود ہو چکے تھے، ایاس بن معاویہ کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز ایک نہایت تیز دست صناع تھے، لیکن اُنکے پاس اوزار نہ تھا جس سے وہ کام لیتے[1]، خود حضرت عمر بن عبد العزیز کو نظر آتا تھا کہ اُنکے لئے جس قسم کے اعوان وانصار کی ضرورت ہے، وہ سرکاری دفترون مین نہین مل سکتے اسلئے وہ اپنی نگاہ کو دور دور تک دوڑاتے تھے اور جہان کہین کوئی مرغ بلند آشیان نظر آتا تھا، اُسکو اس جال مین پھنسانا چاہتے تھے، جس مین خود گرفتار ہو چکے تھے، سلف صالحین مین سے ایک بزرگ شام مین عزلت گزین تھے، حضرت

---

[1] تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۰،

عمر بن عبد العزیز کو معلوم ہوا تو انکو لکھا کہ "سچے مددگار کہین نہین ملتے، آپ میری اعانت فرمائیے" انھون نے جواب دیا کہ مین گنہگارون کی اعانت نہین کر سکتا[1]، تاہم عمال سلطنت کا تقرر ضروری تھا اسلئے حضرت عمر بن عبد العزیز نے تخت حکومت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی مختلف اشخاص کو ذمہ داری کے مختلف عہدے دئے، جنکے نام کی تفصیل حسب ذیل ہی،

ابوبکر بن محمد بن حزم،	سلیمان بن عبد الملک نے انکو مدینہ کا گورنر مقرر کیا تھا، اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے بھی انکو اس عہدے پر قائم رکھا،
عبد الحمید بن عبد الرحمان بن زید بن خطاب،	ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا،
عدی بن ارطاۃ،	ان کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا،
عروہ بن محمد بن عطیہ السعدی،	ان کو یمن کا گورنر مقرر کیا،
عدی بن عدی الکندی	ان کو جزیرہ کا گورنر مقرر کیا،
اسماعیل بن عبید اللہ بن ابی المهاجر	ان کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا،
محمد بن سوید الفہری،	ان کو دمشق کا گورنر مقرر کیا،
جراح بن عبد اللہ الحکمی[2]،	ان کو خراسان کا گورنر مقرر کیا،

لیکن ان کے علاوہ بعض اور بہت سے عہدے اور بہت سے اشخاص تھے، جو حضرت عمر بن عبد العزیز کے نظام سلطنت کے لئے ضروری نہ تھے، ان مین بہت سے چوبدار اور پہرے دار تھے، جنکا وجود سلاطین کی شان وشوکت اور ذاتی

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۴۱، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۵۲

مصالح کے لحاظ سے ضروری خیال کیا جاتا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ مین ان کی تعداد چھ سو تھی، جن مین تین سو پولیس سے تعلق رکھتے تھے، اور تین سو پہرہ دار تھے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کو زہد و تقشف نے اس قسم کی شان و شوکت کے اظہار سے بے نیاز اور توکل علی اللہ نے ہر قسم کے خطرات سے نڈر کر دیا تھا، اسلئے اُنھون نے ان لوگون سے صاف صاف کہدیا کہ "مین تم سے بے نیاز ہون، تقدیر میری محافظ اور موت میری نگہبان ہے" تاہم ان لوگون کو بالکل موقوف کرنا بھی مناسب نہین سمجھا، اس بنا پر حکم دیا کہ جو شخص رہنا چاہے، اُسکو دس دینار تنخواہ ملے گی، اور جو شخص قطع تعلق کرنا چاہے وہ قطع تعلق کر سکتا ہے[1]،

شخصی حیثیت سے اُنھون نے صرف خالد بن ریان کو موقوف کیا، جو جلاد تھا، اور خلفار کے سامنے ہمیشہ تلوار لئے ہوے کھڑا رہتا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز کو اُسکی قساوت قلب کا پہلے سے ذاتی تجربہ ہو چکا تھا، اسلئے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد خالد حسب معمول تلوار لیکر سامنے کھڑا ہوا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ خالد یہ تلوار رکھدو، خداوندا مین تیرے لئے خالد کو پست کرتا ہون، اُسکو تو کبھی بلند نہ کرنا، خالد کی موقوفی کے بعد اُسکی جگہ پر عمرو بن مہاجر الانصاری کو مقرر کیا جو نہایت مذہبی شخص تھا[2]، عمال کے عزل و نصب کا دار مدار جن اصول پر تھا اُنکی تفصیل حسب ذیل ہے،

(۱) کوئی شخص جو حضرت عمر بن عبد العزیز کا قرابت دار ہو اُسکو کبھی عامل مقرر نہین کرتے تھے، بیٹے سے زیادہ کون عزیز ہو سکتا ہے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان مین سے کسی کو کوئی عہدہ نہین دیا، ایک بار تمام بیٹون کو جمع کر کے پوچھا کیا تمھین یہ پسند ہے کہ مین تم مین ہر ایک کو ایک ایک صوبہ کا گورنر کر دون اور تم چلو تو تمہارے ساتھ ڈاک کا

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۹۰، [2] ر صفحہ ۱۴۰،

گھنگرو بجتا ہوا چلے، ایک لڑکے نے کہا جو کام آپ کو کرنا نہین ہے، اُس کا سوال کیون کرتے ہین؟ بولے تم دیکھتے ہو کہ میرا یہ فرش پُرانا ہو چلا ہے لیکن مین اسکو پسند نہین کرتا کہ تم اسکو اپنے موزون سے میلا کرو، پھر تمکو اپنا دین کیونکر حوالہ کر دون کہ ہر صوبہ مین اُسکو گرد آلود کرو[1]۔

ایک بار جراح بن عبد اللہ الحکمی نے عبد اللہ بن الاہتم کو عامل مقرر کیا، حضرت عمر بن عبد العزیز کو خبر ہوئی تو لکھا کہ اُسکو موقوف کر دو، کیونکہ اور باتون کے علاوہ وہ خود امیر المومنین کا رشتہ دار ہے[2]۔

(۲) جو لوگ کسی عہدے کے خواستگار ہوتے تھے اُنکو وہ عہدہ نہین دیتے تھے اور جناب رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی یہی تھی، ایک بار دو بھائی یعنی بلال بن ابی بردہ اور عبد اللہ بن ابی بردہ اُنکی خدمت مین حاضر ہوے اور دونون نے اپنی مسجد مین اذان دینے کے متعلق مقدمہ دائر کیا، حضرت عمر بن عبد العزیز کو اُنکی نسبت بدگمانی پیدا ہوئی اور ایک شخص کو خفیہ طور پر مقرر کیا کہ اُنسے جاکر کہے کہ اگر مین امیر المومنین سے کہکر تم دونون کو عراق کی گورنری دلادون تو مجھے کیا دوگے؟ اُسنے بلال سے جاکر پوچھا تو اُسنے ایک لاکھ دینے کا وعدہ کیا، آدمی نے آکر حضرت عمر بن عبد العزیز کو خبر کی تو عبد الحمید بن عبد الرحمن گورنر عراق کو لکھ بھیجا کہ نہ بلال یعنی بُرے بلال کو کوئی عہدہ دو، نہ آل موسی کو[3]۔

(۳) جو لوگ سفاک اور ظالم ہوتے تھے، اُنکو بھی کوئی عہدہ نہین دیتے تھے، ایک بار جراح بن عبد اللہ الحکمی نے عمارہ کو عامل مقرر کیا تو اُنھون نے لکھا کہ مجھکو نہ عمارہ کی ضرورت

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۴۰، تاریخ الخلفاء مین ہے کہ یہ سوال اُنھون نے خاندان بنو امیہ کے چند افراد سے کیا تھا، ممکن ہے کہ لڑکے بھی اس مین شامل ہون، [2] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۰۷،

[3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۹۲،

ہے، نہ عمارہ کے مارپیٹ کی نہ اُس شخص کی جس نے اپنے ہاتھ کو مسلمانون کے خون سے رنگین کیا ہے، اسلیئے اُسکو معزول کر دو[1]، خود جراح اور یزید بن مہلب کی معزولی کا سبب بھی یہی ظلم و عدوان تھا، یہی وجہ ہے کہ حجاج کے ملازمون اور اُسکے قبیلہ کے لوگون کو کوئی جگہ نہین دیتے تھے، ابو مسلم جو حجاج کا جلاد اور اُسکا ہم قبیلہ تھا، ایک فوج مین شریک ہوا تو انھون نے اُسکو واپس بلا لیا اسی طرح اور ایک شخص کو کوئی عہدہ دیا لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ وہ حجاج کا عامل رہ چکا ہے تو اُسکو موقوف کر دیا اسنے معذرت کی کہ مینے حجاج کی ماتحتی مین بہت کم کام کیا ہے، بولے صحبت ایک دن کی بھی بہت ہوتی ہے[2]

(۴) عمال کے تقرر مین صرف یہ لحاظ رکھتے تھے کہ قرآن وحدیث کا عالم ہو، چنانچہ اس وصف کو پیش نظر رکھکر انھون نے تمام عمال کے نام ایک عام فرمان بھیجا کہ اہل قرآن کے سوا اور کوئی شخص کسی عہدہ پر مامور نہ کیا جائے، لیکن تمام عمال کی طرف سے جواب آیا کہ ہمنے اہل قرآن سے کام لیا مگر وہ خائن نکلے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کو اب بھی اسپر اصرار رہا اور لکھا کہ خبردار مجھے یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ تم نے اہل قرآن کے سوا اور کسی کو عامل بنایا ہے، اگر اہل قرآن مین بھلائی نہین ہے، تو دوسرون مین تو اور نہ ہوگی[3]

(۵) لیکن ان کے علاوہ وہ جس شخص مین مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے کوئی خوبی پاتے تھے اُسکو حکومت کی کل مین لگانا چاہتے تھے، اُنکے زمانہ خلافت سے پہلے سلیمان بن عبد الملک کے پاس اہل مصر کا ایک وفد آیا جس مین ایک شخص ابن خذام نامی بھی شریک تھا سلیمان نے اُن لوگون سے اہل مغرب کے حالات پوچھے، اور ابن خذام کے سوا سب نے وہان کے حالات بیان کئے، وفد رخصت ہوا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۰۶، [2] ر صفحہ ۱۰۹، [3] ر صفحہ ۱۰۰،

ابن خذامر سے خاموشی کی وجہ پوچھی، اُسنے کہا کہ جھوٹ بولتے ہوئے مجھے خدا کا خوف معلوم ہوتا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس واقعہ کو یاد رکھا یہان تک کہ جب خلیفہ ہوئے تو اسکو مصر کا، قاضی مقرر کیا[۱]،

وہ تمام اخلاقی اوصاف مین سب سے زیادہ دیانت کا لحاظ رکھتے تھے، چنانچہ ایک بار عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ فوج کے عرفا، کی جانچ پڑتال کرو جو شخص امین ہو اُسکو رکھو، اور جس کی امانت پر تمکو اعتماد نہ ہو اسکی جگہ دوسرے شخص کو مقرر کرو لیکن امانت اور پرہیز گاری پر سب سے زیادہ نظر رہے[۲]، قضارت کے لئے اور سخت شرائط لگائے تھے، فرماتے تھے کہ قاضی مین پانچ خوبیان ہونی چاہئین، سنت نبویہ کا عالم ہو، حلیم ہو، جلد باز نہ ہو، پاکدامن ہو، اور مشورہ لینے والا ہو[۳]،

(۶) حضرت عمر بن عبد العزیز اگرچہ خود اسقدر متقشف تھے کہ روزانہ دو درہم اُنکے لئے کافی ہوتے تھے، لیکن عمال کی تنخواہین نہایت فیاضی کے ساتھ مقرر کی تھین، عبد الحمید بن عبد الرحمن، جو عراق کے گورنر تھے اُنکی تنخواہ دس ہزار درہم تھی[۴]، اور دوسرے عمال بھی بیش قرار تنخواہون پر مامور تھے، چنانچہ ایک بار کسی نے معترضانہ لہجہ مین اُسنے کہا کہ آپ عمال کو سو سو اشرفیان، اور دو دو سو اشرفیان بلکہ اس سے بھی زیادہ تنخواہ کس بنا پر دیتے ہین، بولے کہ اگر وہ کتاب وسنت پر عمل کرین تو یہ بہت کم ہے، مین چاہتا ہون کہ اُنکو معاش اور اہل و عیال کے جھگڑون سے فارغ کر دون[۵]،

---

۱ کتاب ولاۃ مصر صفحہ ۳۳۸، ۲ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۹۳،

۳ سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۲۰، ۴ طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۹۱،

۵ سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۶۴،

(۷) اگرچہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی شخصیت صالحہ نے جیسا کہ میمون بن مہران نے اُنکو یقین دلایا تھا[1]، اُنکے تخت حکومت کے گرد بہترین اشخاص جمع کر دئے تھے، لیکن یہ تمام شخصیتین حضرت عمر بن عبد العزیز ہی کا وجود ظلی تھین، اور اُنہی کے اشارون سے یہ تمام پرزے حرکت کرتے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز کا قاعدہ تھا کہ بات بات پر عمال کو ہدایتین کرتے رہتے تھے احکام بھیجتے رہتے تھے، اُنکو کام کرنے کی ترغیب و ترہیب دیتے رہتے تھے، اسلئے طبائع پر خواہ مخواہ اُنکا اخلاقی اثر پڑتا تھا، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم دن کی طرح رات کو بھی کام کرتے تھے، اور یہ صرف حضرت عمر بن عبد العزیز کی ترغیب و تحریض کا اثر تھا[2]، ایک بار ایک عامل نے اُنکی خدمت مین کوئی شکایت کی اُنھون نے اُسکو ایک ایسا موثر خط لکھا کہ وہ اپنے عہدے کو چھوڑکر اُنکی خدمت مین حاضر ہوا اور کہا کہ آپ کا خط پڑھکر دل کانپنے لگا اب اپنی خدمت پر کبھی نہ جاؤنگا[3]،

محدث ابن جوزی نے ان تمام احکام و فرامین کو ایک مستقل باب مین جمع کر دیا ہے، جن مین اگرچہ نہایت جزئی جزئی ہدایتین بھی شامل ہین، لیکن اہم امور حسب ذیل ہین،

(۱) احیاء سنت، امحاء بدعت اور تقسیم وظائف کی طرف اُنکی اسقدر توجہ تھی کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا جو خط آتا تھا اُس مین ان تینون مین سے

---

[1] حضرت عمر بن عبد العزیز کو جب قابل اعتماد اعوان و انصار کی جستجو ہوئی تو میمون بن مہران نے کہا کہ آپ اسکی کچھ فکر نہ کرین، آپ ایک بازار ہین اور بازار مین وہی مال آتا ہے جو چلتا ہے، اسلئے جب لوگون کو معلوم ہوگا کہ آپکے یہان صرف کھرا مال چلتا ہے تو سب کے سب کھرا مال لیکر آئین گے، (طبقات صفحہ ۲۹۱،

[2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۵۶، [3] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۰۰،

کسی نہ کسی چیز کی ہدایت ضرور درج ہوتی تھی[۱]

(۲) عمال کو سخت تاکید تھی کہ حجاج کی روش اختیار نہ کرین، ایک بار عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ مین تمھین حجاج کی روش سے روکتا ہون، کیونکہ حجاج ایک مصیبت تھا، ایک قوم نے اپنے عمل سے اُسکی غلط کاریون کی موافقت کی، اسلئے اپنے زمانے مین اُسنے جو چاہا کیا، لیکن اب وہ زمانہ گذر گیا اور خدا کی سلامتی پھر واپس آگئی اگر وہ صرف ایک ہی دن رہے تب بھی یہ خدا کا عطیہ ہوگا مینے نماز کے متعلق اسکی تقلید سے روکا ہے، کیونکہ وہ وقت مین تاخیر کرتا تھا، مینے زکوۃ کے متعلق اسکی تقلید سے روکا ہے کیونکہ وہ بے محل لیتا تھا اور بے محل صرف کرتا تھا،

ایک اور عامل نے زمیون کے کھلیانون کی حد بندی کی تو اُسکو لکھا کہ ایسا نہ کرو یہ حجاج کا طریقہ تھا اور مین اسکو پسند نہین کرتا[۲]،

(۳) تمام عمال کو عدل وانصاف کا سخت تاکیدی حکم تھا ایک عامل نے لکھا کہ ہمارا شہر ویران ہوگیا ہے، اُسکے جواب مین لکھا کہ اُسکو عدل سے قلعہ بند کرو، اور ظلم سے اسکے راستون کو صاف کردو یہی اُسکی مرمت ہے[۳]،

ایک عامل کو لکھا کہ مسلمانون کے خون سے اپنا ہاتھ خشک، اُنکے مال سے اپنا پیٹ خالی، اور اُنکی عزت سے اپنی زبان کو محفوظ رکھو، اگر تم نے ایسا کر لیا تو تم پر کوئی اعتراض نہین، اعتراض اُن لوگون پر ہے جو لوگون پر ظلم کرتے ہین[۴]،

ایک عامل کو لکھا کہ تم سے پہلے لوگون نے جسقدر ظلم کیا ہے، اگر تم اتنا انصاف احسان اور اصلاح کرسکو تو کرو[۵]

---

[۱] سیرت عمر بن عبدالعزیز صفحہ ۱۰، [۲] ۸۰، [۳] صفحہ ۹۰، [۴] صفحہ ۹۴، [۵] طبقات صفحہ ۲۸۳،

(۴) لیکن اُنکو صرف ان ہدایات پر قناعت نہ تھی، بلکہ مناسب طریقون سے وہ عمال کے طرزِ عمل کی تحقیقات بھی کرتے رہتے تھے کہ جادۂ اعتدال سے ہٹنے نہ پائین، رباح بن عبیدہ کا بیان ہے کہ مین نے ایک بار اُنسے کہا کہ عراق مین میری جائداد اور میرے اہل وعیال ہین، اگر اجازت ہو تو مین اُنکو دیکھ آؤن، اُنھون نے اصرار کے بعد اجازت دی، جب مین رخصت ہونے لگا تو مین نے کہا کہ اگر آپ کی کوئی ضرورت ہو تو ارشاد فرمائے، بولے میری ضرورت صرف یہ ہے کہ اہل عراق، اور اُنکے ساتھ حکام وعمال کے طرزِ عمل کے متعلق حالات دریافت کرو، مینے لوگونسے اُسکے متعلق سوال کیا تو سب کو عمال کا مداح پایا واپس آکر حضرت عمر بن عبد العزیز کو اسکی اطلاع دی تو اُنھون نے خدا کا شکر کیا اور کہا کہ اگر تم نے اسکے خلاف خبر دی ہوتی تو مین اُنکو معزول کر دیتا[1]، لیکن باوجود اس دارو گیر کے وہ عمال کو عملاً کسی قسم کی سزا دینا پسند نہین کرتے تھے، چنانچہ ایک بار ان سے اسکے متعلق استمزاج کیا گیا تو بولے کہ یہ مجھے پسند ہے کہ عمال خدا کے پاس اپنی اپنی خیانتین لیکے جائین، لیکن مجھے یہ گوارا نہین کہ مین خدا کے پاس اُنکے خون کا بوجھ اپنی گردن پر لیکے جاؤن[2]،

---

[1] کتاب الخراج صفحہ ۶۰، [2] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۷۷،

ذمیون کے حقوق

ذمیون کے حقوق کی نگہداشت حسب ذیل طریقون سے ہوسکتی ہے،

(۱) اُنکی جان و مال کی حفاظت کی جائے، اور اسی طرح کی جائے جسطرح مسلمانون کی کی جاسکتی ہے،

(۲) اُنکی مذہبی عمارتین محفوظ رکھی جائین، اور اُنکے مذہب مین کسی قسم کی دست اندازی نہ کی جائے،

(۳) جزیہ کی وصولی مین کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے، بلکہ ہر قسم کی رعایتین کی جائین،

(۴) عام حقوق مین اُن پر مسلمانون کو کسی قسم کا تفوق و امتیاز حاصل نہ ہو بلکہ وہ مسلمانون کے مساوی قرار دیے جائین،

اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے جس طرح ان تمام چیزون کی نگہداشت کی اسکی نظیر خلافت راشدہ کے سوا اور خلفاء کے دور مین بمشکل مل سکتی ہے، اُنھون نے ذمیون کی جائداد کی حفاظت مین خاندانی تعلقات کی بھی پروا نہین کی، چنانچہ جب اُنھون نے اموال مغصوبہ کو واپس کرنا شروع کیا تو حمص کے ایک بوڑھے ذمی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اُے امیر المومنین عباس بن ولید بن عبد الملک نے میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے، عباس بھی وہین موجود تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ تم کیا جواب دیتے ہو؟ اسنے کہا کہ اُسکو ولید نے مجھے جاگیر مین دیا ہے، اور میرے پاس اسکی سند بھی ہے، اب ذمی کی طرف مخاطب ہوئے اُسنے کہا مین آپ سے کتاب اللہ کے موافق فیصلہ چاہتا ہون، بولے خدا کی کتاب ولید کی

سند پر مقدم ہے، عباس تم اُسکی زمین چھوڑ دو[1]"،

اُنکے عہد مین ذمیون کی تمام مملوکہ چیزین اسقدر محفوظ تھین، کہ اُنسے ذرہ برابر بھی تعرض نہین کیا جا سکتا تھا[2]، چنانچہ ایک بار ربیعہ شوزمی نے ایک نبطی کا گھوڑا بیگار مین پکڑ لیا، اور اُسپر سواری کی تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسکو ۴۰ کوڑے لگوائے[3]، ایک بار اُنکے عامل کو لکڑی کی ضرورت پڑی جو کسی ذمی کے یہان تھی اُسنے حضرت عمر بن عبد العزیز سے استصواب کیا تو اُنھون نے لکھا کہ پوری قیمت پر لو[4]،

جان جائداد سے بھی زیادہ عزیز ہے، اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے ذمیون کی جان کو ہمیشہ مسلمانون کی جان کے برابر سمجھا، ایک بار کسی مسلمان نے حیرہ کے کسی ذمی کو قتل کر ڈالا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے وہان کے گورنر کو لکھا کہ قاتل کو مقتول کے ورثہ کے حوالے کر دو، چاہے وہ قتل کرین، چاہے معاف کر دین، چنانچہ اُسنے قاتل کو اُنکے حوالے کر دیا اور اُنھون نے اُسکو قتل کر دیا[4]،

حضرت عمر بن عبد العزیز سے پہلے ذمیون کے بعض مذہبی حقوق پامال کر دیے گئے تھے، اس بنا پر اُنھون نے صرف ان حقوق کی حفاظت ہی نہین کی بلکہ اُنکو نئے سرے سے قائم کیا، دمشق مین عیسائیون کا ایک گرجا تھا جو خاندان بنو نصر کی جاگیر مین آگیا تھا عیسائیون نے حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین اسکا دعوی کیا، اور اُنھون نے اُسکو واپس دلا دیا، ایک اور مسلمان نے ایک گرجے کی نسبت دعوی کیا کہ وہ اُسکی جاگیر مین ہے لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ اگر یہ عیسائیون کے معاہدے مین داخل ہے تو تم اسکو نہین پا سکتے[5]،

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۰۴، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۷۲، [3] مقریزی جلد ا صفحہ ۲۹۵، [4] نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ صفحہ ۳۶۰، [5] فتوح البلدان صفحہ ۱۳۰،

دمشق مین عیسائیون کا سب سے بڑا گرجا کنیسۂ یوحنا تھا، حضرت امیر معاویہ رضؓ اور عبدالملک بن مروان نے اسکو بیش قرار قیمت پر لیکر مسجد مین شامل کرناچاہا، لیکن عیسائی راضی نہین ہوئے، ولید نے بھی یہ کوشش کی لیکن ناکام رہا، بالآخر اُسنے جبراً گرجے کو منہدم کرا کے مسجد مین شامل کرلیا، حضرت عمر بن عبد العزیز کا دور خلافت آیا تو عیسائیون نے اُسکی واپسی کی درخواست کی اور اُنھون نے اُسکو واپس کردیا، لیکن تمام مسلمانون کو اس کا سخت رنج ہوا اور اُنھون نے اُسکے عوض مین غوطے کے تمام گرجے اُنکے حوالے کئے، اور اُنکو اس مطالبے سے باز رکھا[1]،

جزیہ کی تخفیف اور وصولی مین حضرت عمر بن عبد العزیز نے ہمیشہ ذمیون کے ساتھ نہایت نرمی کا برتاؤ کیا، عراق مین جب ابن الاشعث نے حجاج سے بغاوت کی تو اُسنے وہانکے زمینداروں پر اسکی اعانت کا الزام قائم کیا، اور اُنکے خراج وجزیہ کو بہت زیادہ سخت کردیا، وہ پہلے اپنے جزیہ مین مصالحۃً سالانہ کپڑے دیا کرتے تھے، اُسکے بعد جب اُنکی تعداد مین کمی واقع ہونا شروع ہوئی تو حضرت عثمان رضؓ اور حضرت امیر معاویہؓ نے کپڑون کی تعداد مین کمی کردی، لیکن حجاج نے اس جرم مین اس مین غیر معمولی اضافہ کردیا، یعنی سالانہ ۱۸ سو رنگین کپڑے اُن پر لازم کردئے، حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت مین ان لوگون نے اپنے مصائب کا اظہار کیا تو اُنھون نے گھٹا کر دو سو کپڑے کردئے، جنکی قیمت ۸ ہزار درہم تھی[2]،

برایرہ کے ممالک مین ایک گاؤن جسکا نام لواتہ تھا، وہان کے باشندون سے حضرت عمرو بن العاص نے مصالحت نامہ مین یہ شرط کرلی تھی کہ عورتون اور بچون کو

[1] فتوح البلدان صفحہ ۱۲۳، [2] ،، ،، ۲۷۴،،

فروخت کرکے اُنھین جزیہ ادا کرنا پڑے گا، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عام حکم دیدیا کہ جسکے پاس وہان کی عورتین ہون وہ یا اُنکے والدین سے نکاح کی درخواست کرے یا اُنکو واپس کردے[۱]،

ذمیون کے ساتھ جزیہ وغیرہ کی وصولی مین وہ جسقدر نرمی سے کام لیتے تھے اُسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اُنسے ایک شخص نے پوچھا کہ اَے امیرالمومنین یہ کیا بات ہے کہ آپ کے زمانے مین بازار کا نرخ نہایت گران ہے، اور دوسرے خلفاء کے زمانے مین ارزان تھا" بولے "وہ لوگ ذمیون کو ناقابل برداشت تکلیفین دیتے تھے اسلئے جس نرخ پر ہوسکتا تھا وہ اپنے غلہ کو فروخت کرڈالتے تھے، اور مین ہر شخص کو اسی قدر تکلیف دیتا ہون جسکا وہ متحمل ہوسکے، اسلئے ہر شخص جسطرح چاہتا ہے خرید و فروخت کرتا ہے[۲]"،

عمال کو حکم بھیجتے رہتے تھے کہ ذمیون کے ساتھ ہر قسم کی اخلاقی رعایتین کی جائین، چنانچہ ایک بار عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ "ذمیون کے ساتھ نرمی کرو، اور اگر اُن مین کوئی شخص بوڑھا ہوجائے، اور وہ نادار ہو، تو اُسکے مصارف کے متکفل ہو، اور اگر اسکا کوئی رشتہ دار ہو تو اُس کو حکم دو کہ وہ اسکے مصارف برداشت کرے، جسطرح تمہارا کوئی غلام بوڑھا ہوجاے تو یا اُسکو آزاد کرنا پڑے گا، یا تادم مرگ اُسکو کھلانا پڑے گا[۳]"،

عام حقوق مین اُنھون نے ذمیون اور مسلمانون کو ہمیشہ ایک صف مین کھڑا کیا، ایک بار مسلمہ بن عبدالملک اور دیر اسحاق کے چند ذمی اُنکے دربار مین فریق مقدمہ کی حیثیت سے آئے تو مسلمہ آکر فرش پر بیٹھ گئے، اور ذمی بیچارے کھڑے رہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیکھا تو بولے کہ ایسا نہین ہوسکتا، اگر تھین اپنے فریق کے برابر کھڑا ہونا

[۱] فتوح البلدان صفحہ ۲۳۳، [۲] کتاب الخراج صفحہ ۷۰، [۳] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۸۰

ہونا گوارا نہیں ہے، تو کسی کو وکیل کر دو، سلمہ نے ایک شخص کو وکیل کر دیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے مقدمہ کو اُنکے خلاف فیصل کیا[1]، اسی طرح جب ہشام بن عبد الملک پر ایک عیسائی نے مقدمہ دائر کیا، تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُسکو اپنے فریق کے برابر کھڑا کیا، ہشام نے عیسائی کے ساتھ سخت کلامی شروع کی تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے ڈانٹا اور سزا دینے کی دہمکی دی[2]،

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۳، [2] رسائل شبلی بحوالۂ العیون والحدائق صفحہ ۶۰،

اقامتِ عدل

کسی واقعہ کی شہرت کا سب سے بڑا معیار یہ ہے کہ اُسکے متعلق مبالغہ آمیز روایتین پیدا ہوجائین، اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے عدل و انصاف کے واقعات اس معیار پر ٹھیک اترتے ہین، شعرا جب مبالغہ آمیز طور پر کسی بادشاہ کے عدل و انصاف کا ذکر کرتے ہین تو کہتے ہین کہ "اُسکے زمانے مین بھیڑیا اور بکری ایک ساتھ پانی پیتے ہین" اس سے بڑھکر یہ کہ "بھیڑیا بکری کی چوپانی کرتا ہے" لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے مین اس مبالغہ نے واقعہ کی صورت اختیار کر لی، اور اُسکے متعلق بہت سی موضوع روایتین پیدا ہوگئین، چنانچہ موسی بن اعین سے روایت ہے کہ ہملوگ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت کے زمانے مین بکریان چراتے تھے، تو بھیڑیے بھی اُنکے ساتھ ساتھ چرتے تھے، لیکن ایک رات بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کیا، تو مینے کہا کہ وہ نیک مرد ضرور مرگیا، چنانچہ واقعی اُنھون نے اُسی شب کو انتقال کیا[1]

اب ہمکو تاریخی واقعات کی زبان سے یہ بتانا چاہیے کہ اس جھوٹھ مین سچ کا کسقدر حصہ شامل ہے، ؟

حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد خلافت سے پہلے

(۱) رعایا کی مال وجائداد پر غاصبانہ قبضہ کرلیا گیا تھا،

(۲) قبلہ گاہ عالم یعنی بنو ہاشم کے تمام حقوق پامال کر دئے گئے تھے،

(۳) نہایت سفاک اور خونریز عمال مقرر کئے گئے تھے،

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۸۰

(۴) محض ظن وتخمین کی بناپر رعایاکو سزائین دی جاتی تھین، اور عورتون کو مردون کے بدلے مین گرفتار کیاجاتا تھا،

(۵) رعایاسے بغیر مزدد اجرت بیگار کی خدمت لیجاتی تھی،

حضرت عمربن عبدالعزیز نے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی ان تمام مظالم کی طرف توجہ کی، اور عدل وانصاف کامنارہ بلند کیا، مورخ یعقوبی لکھتا ہے،

نکث عمر اعمال اهل بیته وسماها مظالم وکتب الی عماله جمیعاً اما بعد فان الناس قد اصابهم بلاء وشدة وجور فی احکام الله وسنن سیئة سنها علیهم عمال السوء قلما قصدوا قصد الحق والرفق والاحسان[1]	عمرعبدالعزیز نے اپنے خاندان کا نظام عمل الٹ دیا، اور اُسکانام مظالم رکھا اور اپنے تمام عمال کو لکھا کہ لوگ احکام الہی مین اُن بدترین عہدہ دارون کی وجہ سے جنھون نے بہت کم انصاف، نرمی، اور احسان کا ارادہ کیا، مصیبت، سختی، اور ظلم مین مبتلا ہوگئے، اور انھون نے برے دستور قائم کئے

چنانچہ سب سے پہلے اُنھون نے رعایاکے حقوق کی طرف توجہ کی اور اموال مغصوبہ کو واپس کیا جسکی تفصیل ہم اوپر لکھہ آئے ہین،

خاندان نبوت کے حقوق کی پامالی کا آغاز حضرت امیر معاویہ ہی کے زمانے مین ہوچکا تھا، چنانچہ فدک جو رسول اللہ صلعم کا خالصہ تھا، اور جس سے آپ بنوہاشم کی اعانت کرتے تھے، اُسکو اُنھون نے مروان کی جاگیر مین دیدیا تھا[2]، خمس جو خالص بنوہاشم کا حق تھا اُسکو بھی اُنھون نے روک دیا تھا، حضرت عمربن عبدالعزیز نے ولید اور سلیمان بن عبدالملک کو اپنی خلافت سے پہلے اس طرف توجہ بھی دلائی لیکن دونون نے انکار کیا، حضرت عمر

---

[1] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۶۶، [2] ؍؍ صفحہ ۳۶۶،

بن عبد العزیز کا دور خلافت آیا تو اُنھون نے اپنے قدیم مشورہ پر عمل کیا، فدک اگرچہ وراثتہً
خود اُنکی ملک مین آگیا تھا، لیکن ابو بکر بن حزم کو لکھا کہ تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ یہ میرے
لئے جائز نہین ہے، میری رائے ہے کہ عہد نبوت، عہد ابو بکر، عہد عمر، و عہد عثمان مین اُسکی جو
حالت تھی اُسپر اُسکو واپس لاؤن، اور بعد کو جو کچھ ہوا اُسکو چھوڑ دون خمس کے متعلق بھی تحقیقات
کی اور پانچ ہزار دینار ابو بکر بن حزم کے پاس بھیجے اور لکھا کہ اس مین پانچ ہزار اور ملا کر
بنو ہاشم کے مرد، عورت، چھوٹے بڑے سب کو برابر برابر دیدو، اگرچہ زید بن حسن سخت برہم
ہوئے کہ ہمکو لونڈون کے برابر کیا جاتا ہے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسکی کچھ پروا
نہین کی،

عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے ایک روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے پہلا
مال ہم اہل بیت پر تقسیم کیا، اس مین مرد، عورت، اور بچے سب کے سب برابر کے شریک
ہوئے، اور ہر ایک کو تین تین ہزار اشرفیان ملین، اُنھون نے اُسکے ساتھ یہ بھی لکھا کہ اگر
مین زندہ رہا تو تمھارے تمام حقوق تمکو دونگا،

خاندان نبوت پر اسکا نہایت عمدہ اثر ہوا اور وہ اُنکے پرجوش حامی بنگئے، چنانچہ
ایک بار علی بن عبد اللہ بن عباس اور ابو جعفر محمد بن علی بیٹھے ہوئے تھے، کہ ایک شخص آیا
اور حضرت عمر بن عبد العزیز کی غیبت شروع کی، ان لوگون نے اسکو منع کیا، اور کہا کہ
امیر معاویہ کے زمانے سے آج تک ہمکو خمس نہین ملا تھا، لیکن عمر بن عبد العزیز نے بنو عبد المطلب
پر اسکو تقسیم کیا،

حضرت فاطمہ بنت حسین نے اُنکو نہایت شکر گذاری کے ساتھ ایک خط مین لکھا کہ
امیر المومنین نے ائمہ راشدین مہدیین کی سنت کے اتباع مین ہمکو جو مال بھیجا وہ پہونچا

اور ہم پر تقسیم ہوا، خداوند تعالے آپ کو جزائے خیر دے، ہم پر ظلم کیا گیا تھا، اور ضرورت تھی کہ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے، اے امیر المومنین مین خدا کی قسم کھا کر کہتی ہون کہ آل رسول اللہ مین جسکے پاس خادم نہ تھا اُسکو خادم مل گیا جسکے پاس کپڑا نہ تھا اُسکو کپڑا مل گیا، اور جسکے پاس خرچ نہین تھا اسکو خرچ مل گیا،

قاصد یہ خط لیکر اُنکے پاس آیا تو نہایت مسرور ہوئے، خدا کا شکر کیا اور اُسکو دس اشرفیان دین، اور فاطمہ کی خدمت مین پانچسو اشرفیان اور بھیجین اور لکھا کہ اسکو اپنی ضروریات مین صرف کیجئے[۱]،

عمال مین حجاج بن یوسف ولید کے زمانے مین سب سے زیادہ مقبول بارگاہ تھا، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز اسکو بدترین خلائق سمجھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اگر قیامت کے دن دنیا کی تمام قومین خباثت مین مقابلہ کرین، اور ہر قوم اپنے اپنے خبیث کو مقابلہ مین لائے تو ہم حجاج کو پیش کر کے تمام دنیا پر غالب ہو جائینگے[۲]، اگرچہ یہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خوش قسمتی تھی کہ سلیمان بن عبد الملک نے حجاج کے تمام مقرر کردہ عمال کو معزول کر کے[۳] اُسکے جبارانہ اقتدار کو بہت کچھ مٹا دیا تھا، تاہم اب تک اُسکے ظلم وستم کی جو یادگارین باقی تھین، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُنکا بھی خاتمہ کر دیا، حجاج کے تمام خاندان کو یمن کی طرف جلاوطن کر دیا اور وہانکے عامل کو لکھا کہ مین تمہارے پاس آل ابو عقیل کو بھیجتا ہون، عرب مین یہ بدترین خاندان ہے اِن کو اپنی حکومت مین اِدھر اُدھر منتشر کر دو[۴]، جو لوگ حجاج کے ہم قبیلہ تھے، یا اُسکی ماتحتی مین کام کر چکے تھے اُنکو ہر قسم کی ملکی خدمات سے محروم

---

[۱] یہ تمام تفصیل طبقات ابن سعد صفحہ ۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹ مین ہے، [۲] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۸۹،
[۳] تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۲۶، [۴] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۹۰،

کردیا، چنانچہ اسکی تفصیل آگے آئے گی،

سیاست کا تمام تر دار مدار سوءظن پر ہے، اسلئے ظلم پیشہ سلطنتین ہمیشہ ذرا ذرا سی بدگمانی پر رعایا کو سزائین دیدیتی ہین، جو سب سے بڑا ظلم ہے، خلفاء بنو امیہ مین مورخ یعقوبی کے بیان کے مطابق ولید نے اس کی ابتدا کی اور محض ظن و تخمین کی بنا پر مجرمون کو قتل کی سزائین دین[1]، لیکن مورخ طبری نے اولیت کا شرف زیاد کو بخشا ہے، بہرحال حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ خلافت سے پہلے اس ظلم کی ابتدا ہوچکی تھی، اور سیکڑون آدمی اپنے وہمی جرائم کی پاداش مین تہ تیغ ہوچکے تھے، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس طریقہ کو بالکل ناجائز اور خلاف سنت قرار دیا، چنانچہ اسکی تفصیل اوپر گذرچکی ہے،

بیگاری کا جو طریقہ جاری تھا نہایت سختی کے ساتھ اسکا انسداد کیا، ایک افسر انکی خدمت مین بیگار کی سواری پر آیا تو بولے کہ میری حکومت مین تم لوگ بیگاری پکڑتے ہو اسکے بعد اسکو چالیس کوڑے لگوائے[2]،

---

[1] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۴۸، [2] طبقات ابن سعد صفحہ ۲۷۶۔

رعایا کی خوشحالی

مذہب، حکومت، اخلاق، قانون، غرض تمام اجتماعی چیزون کا آخری نتیجہ صرف یہ ہے کہ دنیا فراغ بالی سے کے ساتھ زندگی بسر کرے، اور اس نتیجہ کے لحاظ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور حکومت دنیا کے کل بادشاہون سے زیادہ کامیاب رہا،

جناب رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم سے ایک پیشینگوئی کی تھی جسکے الفاظ یہ ہین

یا عدی ھل رایت الحیرۃ قلت لم ارھا وقد انبئت عنھا قال فان طالت بک حیاۃ لترین الظعینۃ ترتحل من الحیرۃ حتی تطوف بالکعبۃ لا تخاف احدا الا اللہ × × × × × ولئن طالت بک حیاۃ لتفتحن کنوز کسریٰ × × × ولئن طالت بک حیاۃ لترین الرجل تخرج ملء کفہ من ذھب او فضۃ یطلب من یقبلہ منہ فلا یجد احدا یقبلہ منہ

کیون عدی! تم نے حیرہ کو دیکھا ہے؟ مینے کہا کہ دیکھا نہین ہے سنا ہے فرمایا تو اگر تم کچھ دنون اور زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک ہودج نشین عورت حیرہ سے سفر کر کے آئے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور خدا کے سوا اُسکو کسی کا ڈر نہ ہوگا، اگر تم کچھ دنون زندہ رہے تو دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے مفتوح ہو گئے، اگر تم کچھ دنون زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا یا چاندی لیکر اُس شخص کی تلاش مین نکلے گا جو اُسکو قبول کرے، لیکن اُسکا قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا،

عدی بن حاتم کی زندگی ہی مین اوپر کی دو پیشینگوئیان پوری ہو چکین، لیکن تیسری

پیشینگوئی اُنکے سامنے پوری نہین ہوئی، اور اُنھون نے اُسکی صداقت کو آئندہ نسل کے لئے چھوڑ دیا، اِس بنا پر محدثین مین اختلاف ہے کہ یہ پیشینگوئی کب پوری ہوگی؟ بعض لوگون کا خیال ہے کہ اسکا زمانہ نزول عیسیٰؑ کے بعد آئے گا، لیکن بیہقی کے نزدیک حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے مین یہ پیشینگوئی پوری ہوچکی، چنانچہ اُنھون نے دلائل مین روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے صرف ڈہائی برس خلافت کی، لیکن اسی مختصر زمانے مین یہ حالت ہوگئی کہ لوگ اُنکے عمال کے پاس بہ کثرت مال لیکر آتے تھے، اور کہتے تھے کہ فقراء کو دیدو، لیکن اُنکو اپنا مال واپس لیکر جانا پڑتا تھا، کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے تمام لوگون کو اس قدر مالا مال کر دیا تھا، کہ کوئی شخص اس قابل نہین ملتا تھا کہ اُسکو یہ مال دیا جائے [۱] اور حافظ ابن حجر نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے، کیونکہ اُنہوں نے عدی بن حاتم سے فرمایا تھا،

لئن طالت بک حیاۃ — اگر تم کچھ دلون زندہ رہے،

اور وہ نزول عیسیٰؑ کے زمانے تک کسی طرح زندہ نہین رہ سکتے تھے، [۱]

تاریخی واقعات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے، طبقات ابن سعد مین محمد بن قیس سے روایت ہے، کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے حکم دیا کہ مستحقین پر صدقہ تقسیم کیا جائے لیکن مینے دوسرے سال دیکھا کہ جو لوگ صدقہ قبول کرتے تھے وہ خود صدقہ دینے کے قابل ہوگئے، [۲]

ایک بار مدینہ سے کوئی شخص آیا، اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُس سے اہل مدینہ کے حالات پوچھے، اور کہا کہ اُن مسکینون کا کیا حال ہے جو فلان فلان جگہ بیٹھتے تھے؟ اُسنے کہا کہ اب وہ وہان سے اُٹھ گئے، خدا نے اُنکو بے نیاز کر دیا، یہ وہ غرباء تھے جو مسافرون کے لئے کوڑے بیچتے تھے، لیکن جب حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے مین اُن سے

---

[۱] فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۷۱، [۲] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۵۶

کوڑے مانگے گئے تو کہا کہ اب ہم کو عمر بن عبد العزیز نے اس تجارت سے بالکل بے نیاز کر دیا[1]

اُنکے زمانے مین رعایا کی یہ خوشحالی اس درجے کو پہونچ گئی کہ اُنکے عمال کو خوف پیدا ہوا کہ لوگ دولت کے نشے مین کہین حد اعتدال سے گذر کر کبر و نخوت مین مبتلا نہ ہو جائین، چنانچہ عدی بن ارطاۃ نے اُنکو لکھا کہ اہل بصرہ اس قدر خوشحال ہو گئے ہین کہ مجھے خوف ہے کہ وہ فخر و غرور نہ کرنے لگین، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے جواب دیا کہ خدا نے جب اہل جنت کو جنت مین داخل کیا تو اُنکے لئے یہ پسند کیا کہ وہ الحمد اللہ کہین، اسلئے تم بھی لوگون کو حکم دو کہ خدا کا شکر بجا لاہین[2]،

ان واقعات کے پیش نظر رکھنے کے بعد ایک نکتہ سنج مورخ کے دل مین خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس عام خوشحالی کے اسباب کیا تھے؟ لیکن ہم کو ان اسباب کی جستجو مین بہت زیادہ کدوکاوش کی ضرورت نہین، وہ اس کثرت سے ہین کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے سوانح زندگی جہان سے اُٹھا کر پڑھو، اُن مین کوئی نہ کوئی سبب ضرور نظر آئیگا

(۱) اسلامی خلافت مین ملک کی خوشحالی کا تمامتر دار مدار بیت المال پر تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے بیت المال کا دروازہ تمام قوم کے لئے کھول دیا تھا، اور اس سے امیر و غریب سب یکسان طور پر متمتع ہوتے تھے، ایک بار ایک شخص کو رقہ مین تقسیم مال کے لئے بھیجا تو اُسنے کہا کہ آپ مجھے ایسی جگہ بھیجتے ہین، جہان مین کسی کو نہین پہچانتا، حالانکہ اُن مین امیر و غریب ہر قسم کے لوگ ہین، بولے جو شخص تمھارے سامنے ہاتھ پھیلائے اسکو دو[3]،

ملک مین جتنے اپاہج تھے سب کا نام درج رجسٹر کر دیا، اور اُنکے وظائف مقرر کئے[4]،

---

[1] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۶۰، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۲۸۲، [3] زرقانی شرح موطا جلد ۴ صفحہ ۲۲۰، [4] اصابہ تذکرہ عرام بن المنذر،

اور اس پر اس شدت کے ساتھ عمل کیا کہ جو عامل اسکی خلاف ورزی کرتا تھا وہ معتوب ہوتا تھا، ایک بار دمشق کے بیت المال سے ایک اپاہج کا وظیفہ مقرر کیا گیا، تو ایک عامل نے کہا کہ اس قسم کے لوگون کے ساتھ سلوک تو کیا جا سکتا ہے، لیکن صحیح آدمی کے برابر وظیفہ نہین مقرر کیا جا سکتا، لوگون نے حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین اسکی شکایت کی تو اُنھون نے اُسپر اپنا عتاب ظاہر فرمایا[۱]،

ملک مین جتنے مسلمان تھے اُن مین بچے بچے کا وظیفہ مقرر کیا، محمد بن عمر کا بیان ہے، کہ مین ۱۰۰ھ مین پیدا ہوا تو میری دایہ مجھکو ابوبکر بن حزم کی خدمت مین لیگئی، اور اُنھون نے مجھکو ایک دینار دیا، ہیثم بن واقد کہتے ہین کہ مین ۹۷ھ مین پیدا ہوا، اُسکے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے، اور مجھے اُنکی خلافت مین تین دینار بطور وظیفہ سالانہ کے ملے[۲]،

یہ وظائف تمام لوگونکو مساویانہ طور پر ملتے تھے[۳]، یہانتک کہ جو لوگ ہمیشہ سے تفوق وامتیاز کے خوگر تھے وہ اس مساوات کو دیکھکر اُن سے بالکل الگ ہو گئے[۴]، عرب اور موالی مین ہر قسم کے عطیہ مین مساوات تھی، صرف آزاد شدہ غلامون کے وظائف مین کچھ فرق تھا یعنی وہ ۲۵ اشرفیان پاتے تھے[۵]،

وظائف مین معتدبہ اضافہ بھی کرتے رہتے تھے، چنانچہ ایک بار اس مین دس دس دینار کا اضافہ کیا اور اس سے عرب اور موالی دونون یکسان طور پر متمتع ہوئے[۶]،

اس فیاضانہ طرز عمل سے بیت المال کو سخت نقصان پہونچا، چنانچہ بعض عمال نے اُنکو اسطرف توجہ بھی دلائی، لیکن اُنھون نے اسکی کچھ پروا نہین کی اور اُنکو لکھا کہ جب تک خزانے

---

[۱] طبقات صفحہ ۲۰۱، [۲] ” صفحہ ۲۵۵، [۳] ” صفحہ ۲۵۴، [۴] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۴۷، [۵] طبقات صفحہ ۲۰۱، [۶] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۱۰۰، مورخ یعقوبی نے لکھا ہے کہ اس اضافہ سے اہل عراق محروم رہے،

مین روپیہ ہے دئے چلے جاؤ، جب کچھ نہ رہے تو اسمین کوڑا کرکٹ بھردو[۱]،

وظائف وعطایا کے علاوہ غربا کی امداد واعانت کے مختلف طریقے قائم کئے،

(۱) ایک عام لنگرخانہ قائم کیا جس سے فقرا ومساکین کو برابر کھانا ملتا تھا[۲]،

(۲) تمام لوگون کے لئے مساویانہ طور پر غلہ مقرر کیا جو فی کس ساڑھے چار اردب ملتا تھا[۳]،

(۳) غربا کے پاس جو کھوٹے سکے ہوتے تھے انکی نسبت دار الضرب کے افسر کو لکھا کہ اگر یہ لوگ ان سکون کو بدلنا چاہین تو کھرے سکون سے بدل دئے جائین[۴]،

(۴) بیت المال مین ایک خاص رقم قائم کی جس سے قرضدارون کا قرض ادا کیا جاتا تھا[۵]،

(۵) قیدیون کا وظیفہ مقرر فرمایا[۶]،

(۶) جن لوگون کے وظائف کسی جرم یا کسی اور سبب سے روک دئے گئے تھے، انکو تمام بقایا وظیفہ دے دیا[۷]

(۳) دوسرے خلفا کے زمانے مین ملک کی غربت وافلاس کا بڑا سبب یہ تھا کہ خلفا و عمال دوسرون کے مال وجائداد پر غاصبانہ قبضہ کرلیتے تھے، اور وہ ہمیشہ کے لئے انکی ملک ہوجاتے تھے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے جیسا کہ اوپر گذرا ان تمام لوگون کی جائدادین واپس کردین، بلکہ اسکے معاوضے مین خود بیت المال سے بہت سی رقمین واپس دلوائین، خود انکے امرا وعمال مین اگر کسی نے اس قسم کی دست درازی کی اور انکو اسکا علم ہوا تو فوراً مال مغصوب کو واپس دلا دیا، ایک بار کسی شخص نے انکی خدمت مین شکایت کی کہ آذربائیجان کے عامل نے

---

[۱] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۸۵، [۲] طبقات صفحہ ۲۷۹، [۳] ،، صفحہ ۲۵۵،

[۴] سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۹۰، [۵] طبقات صفحہ ۲۵۷، [۶] ،، صفحہ ۲۵۷، [۷] ،، صفحہ ۲۵۶،

ظلماً میرے ۱۲ ہزار درہم لے لئے، اور اسکو بیت المال مین داخل کر دیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے حکم دیا کہ اسکو فوراً یہ رقم واپس دلا دی جائے[۱]، ایک بار ایک شخص نے شکایت کی کہ شاہی فوج کے گذرنے سے اُسکی زراعت بالکل پامال ہو گئی، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُسکو دس ہزار درہم تاوان دلوایا[۲]۔

(۳) رعایا کو جو کچھ بیت المال سے ملتا تھا، اُسکے دینے مین تو یہ فیاضی تھی، لیکن رعایا سے جو رقم وصول ہو کر بیت المال مین داخل ہوتی تھی، اس مین بہت سی رقمون کو بالکل ناجائز قرار دیا، چنانچہ اُسکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے،

صدقات مین پہلے جو زائد رقمین وصول کی جاتی تھین، حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان تمام رقمون کو معاف کر دیا، ایک بار انکا ایک عامل صدقہ وصول کر کے آیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسکی مقدار پوچھی، اُسنے مقدار بتائی تو پوچھا کہ تم سے پہلے کس مقدار مین صدقہ وصول ہوتا تھا، اُسنے اُس سے زیادہ مقدار بتائی، فرمایا یہ کہان سے وصول ہوتی تھی، اسنے کہا یا امیر المومنین پہلے گھوڑے سے ایک دینار، خادم سے ایک دینار، اور فدان سے پانچ درہم وصول کئے جاتے تھے، آپ نے ان رقمون کو بالکل معاف کر دیا، فرمایا مین نے معاف نہین کیا خدا نے معاف کیا[۳]،

خراج کی وصولی کے متعلق سخت حکم تھا کہ اس مین کسی قسم کا ناجائز طریقہ استعمال نہ کیا جائے، چنانچہ میمون بن مہران کو لکھا کہ مین نے مقدمات، وتحصیل خراج وجزیہ مین تم کو ظلم کیلئے تکلیف نہین دی، جو کچھ وصول کرو حلال مال سے وصول کرو، اور مسلمانون کے لئے صرف

---

[۱] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۵۰، [۲] سیرت عمر بن عبد العزیز صفحہ ۹۷، یہ واقعہ اس موقع سے بہت کم مناسبت رکھتا ہے ہم نے استطراداً اسکا تذکرہ کر دیا [۳] طبقات صفحہ ۲۰۷،

حلال طیب مال جمع کرو[۱]۔

اگر کبھی معلوم ہوتا تھا کہ خراج کی وصولی مین اس قسم کا ناجائز طریقہ اختیار کیا گیا ہے تو سخت دار وگیر کرتے تھے، اور اُسکی تحقیقات کے لئے اشخاص روانہ کرتے تھے، ایک بار معلوم ہوا کہ ایران مین بہت سے عمال پھلون کا تخمینہ کرکے اُسکو نرخ بازار سے مختلف نرخ پر فروخت کرتے ہین، اور اسکے بدلے مین روپیہ لیتے ہین، اور بہت سے کرد راستہ مین لوگون سے عشر وصول کرتے ہین، تو اُسکی تحقیقات کے لئے بشر بن صفوان، عبد اللہ بن عجلان، اور خالد بن سالم کو مقرر فرمایا اور عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہوگا تو یہ لوگ ان پھلون کو جو اس طریقہ سے وصول کئے گئے ہین واپس کردینگے، معمولی نرخ کی پابندی کرینگے، اور جو خبرین مجھ تک پہونچی ہین، اُن سب کی تحقیقات کرینگے تم ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا[۲]،،

اُن سے پہلے جو خلفا تھے وہ ذمیون سے غیر معمولی سختی کے ساتھ جزیہ وصول کرتے تھے اس لئے وہ پیداوار کو نہایت ارزان قیمت پر فروخت کرکے اس شکنجۂ عذاب سے آزاد ہوجاتے تھے، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس معاملے مین نہایت آسانیان کین، اسلئے اُنکے زمانے مین پیداوار کا نرخ کسی قدر گران ہوگیا[۳] جس سے ناگزیر طور پر ذمیونکو مالی فائدہ پہونچا،

اب ملک کی شادابی، سرسبزی، اور خوشحالی کے ان اسباب پر مجموعی حیثیت سے غور کرو، بیت المال کی کل رقم صرف رعایا پر صرف ہوتی ہے، سب کے وظائف مقرر ہوتے ہین، لولے، لنگڑے، بوڑھے، بچے، موالی عرب سب اُس سے یکسان طور پر فائدہ اٹھاتے ہین، وظائف مین اضافے ہوتے رہتے ہین، لنگرخانہ قائم ہوتا ہے، تمام قوم کو غلہ ملتا ہے، رعایا کے کھوٹے سکے دار الضرب مین بدل دیئے جاتے ہین، منصوبہ جائدادین

---

۱ سیرۃ عمر بن عبد العزیز صفحہ ۹۵، ۲ طبقات ابن سعد صفحہ ۲۹۰، ۳ کتاب الخراج صفحہ ۶،،

رعایا کو واپس ملتی ہین، رعایا کے نقصانات کا تاوان دلایا جاتا ہے، مختلف قسم کے گرانبار ٹکس معاف کر دیئے جاتے ہین، جزیہ وخراج مین تخفیف ہوتی ہے، اور اُنکی وصولی کا طریقہ، بالکل جائز اور نہایت آسان اختیار کیا جاتا ہے، ملک کی پیداوار کا نرخ ہو جاتا ہے، ان اسباب کو پیش نظر رکھو، تو صاف معلوم ہو جائے گا، کہ جس ملک، جس قوم اور جس سلطنت مین یہ سب مجتمع ہو جائین گے، اُس مین رفاہیت، خوشحالی، تمول، اور سرسبزی وشادابی کے سوا اور کس چیز کا دور دورہ ہوگا، حضرت عمر بن عبد العزیز کا عہد سلطنت ان تمام اسباب کا جامع تھا، اسلئے رسول اللہ صلعم کی پیشینگوئی کا جیسا کہ بیہقی کا خیال ہے مصدق تھا،

نظام حکومت کا انقلاب

حضرت عمر بن عبد العزیز نے جو عادلانہ نظام حکومت قائم کیا تھا، یزید بن عبد الملک نے جو اُنکا جانشین ہوا صرف چالیس دن تک اُس کو قائم رکھا، اسکے بعد اس جادۂ اعتدال سے الگ ہوگیا[1]، حضرت عمر بن عبد العزیز نے جو متدین عمال مقرر کیے تھے، یزید نے ان سب کو یک قلم موقوف کردیا[2]، نوروز اور مہرجان کے تحفے، اور بیگار کی رسم جنکو حضرت عمر بن عبد العزیز نے بالکل مٹا دیا تھا دوبارہ قائم کی[3]، فدک جسکو حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنی وراثت سے نکالکر اولاد فاطمہ کو دیا تھا، یزید نے اُسکو پھر واپس لے لیا[4]، دمشق کا ایک گرجا جو بنو نصر کی جاگیر میں آگیا تھا حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسے نصاری کو واپس کردیا تھا، لیکن یزید نے اسکو دوبارہ پھر اسی خاندان کو دیدیا[5]، محمد بن یوسف نے اہل یمن پر جو ظالمانہ خراج لگایا تھا حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُسکو عشر سے بدل دیا تھا، لیکن یزید بن عبد الملک نے اُسکو دوبارہ قائم کیا[6]، حجاج اہل نجران سے جزیہ میں ۱۸۰۰ منقش کپڑے لیتا تھا، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُنکے ساتھ تخفیف و رعایت کی اور دو سو کپڑے کردیے[7]، لیکن یوسف بن عمر جب عراق کا والی ہوا تو اُسنے پھر حجاج کا وہی قدیم طریقہ قائم کردیا[8]، فرات کے پاس تو مسلمون کی جو زمینین تھین یا غیر تو سونکی جن زمینون پر مسلمانون کا قبضہ ہوگیا تھا، حجاج نے اُنکو خراجی قرار دیا تھا، لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے دوبارہ اسکو عشری قرار دیا، لیکن عمر بن ہبیرہ نے اس طریقہ کو بدل دیا اور پھر اُسنے خراج وصول کیا[8]، حضرت عمر بن عبد العزیز نے لوگونکو قدریہ کے مذہب کے قبول کرنے سے سختی کیساتھ روکا تھا، لیکن جب یزید بن ولید خلیفہ ہوا تو اُسنے اس مذہب کی عام دعوت دی اور غیلان کے رفقا کو مقرب بارگاہ بنایا[9]، غرض حضرت عمر بن عبد العزیز نے جو نظام سلطنت قائم کیا تھا وہ چند ہی روز مین بالکل درہم برہم ہوگیا، اور دنیا نے صرف ڈھائی برس حضرت عمر بن الخطاب کے طرز حکومت سے فائدہ اُٹھایا،

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۴۴، تذکرہ یزید بن عبد الملک، [2] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۰۲، [3] ” جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ [4] ” جلد ۲ صفحہ ۳۶۶،

مآثرؒ بنی امیّہ

عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

حضرت عمر بن عبد العزیز کے واقعات زندگی کے سلسلہ مین خلفاء بنو امیّہ کے جو مثالب ضمنی طور پر آگئے ہین اُنکی بناپر اُنکے محاسن کو نظر انداز نہین کیا جا سکتا،

قومی عصبیت کا تحفظ

اُن کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُنھون نے عرب کی عصبیت، عرب کی سادگی اور عرب کے شعار کو قائم رکھا، اس بناپر اُنکا نظام حکومت ڈپلومیسی یعنی مخادعات سیاسیہ سے بالکل ناآشنا رہا، اور اُسکی تمامتر بنیاد قوت، بسالت، اور شجاعت، پر قائم رہی، اسکے بہ خلاف دولت عباسیہ بالکل عجمی رنگ مین ڈوبی ہوئی تھی، خلفاء تو بے شبہہ عربی النسل تھے لیکن خلافت کے چلانے والے تمامتر عجمی تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس خلافت نے قوت کے سرمایہ کو بالکل کھو دیا اور اُسکی بنیاد تمام ترحیل سیاسیہ پر قائم ہوگئی، چنانچہ آداب السلطانیہ مین اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ لکھی ہے،

واعلم ان الدولة العباسية كانت دولة ذات خدع ودهاء وغدر وكان قسم التحيل والمخادعة فيها اوفر من قسم القوة والشدة خصوصاً في اواخرها فان المتاخرين فهم ابطلوا القوة الشديدة والنجدة وركنوا الى الحيل والخدع۔[2]	دولت عباسیہ ایک پر فریب اور حیلہ باز سلطنت تھی، اس مین بہ نسبت قوت کے مکر و فریب کا عنصر زیادہ غالب تھا، بالخصوص اسکے آخری زمانہ مین پچھلے خلفاء نے تو قوت و شجاعت کو بالکل کھو دیا، اور مکر و فریب کی طرف مائل ہو گئے،

[1] حضرت الاستاذ نے اپنے رسالہ الانتقاد مین جو کچھ مآثر بنو امیہ پر لکھا ہے وہ اس مضمون مین لے لیا گیا ہے [2] صفحہ ۱۲۷،

کثرت فتوحات | اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اموی دور مین فتوحات کو جس قدر وسعت ہوئی، تاریخ اسلام مین اُسکی نظیر نہین مل سکتی، خلافت راشدہ مین اگرچہ اسلام کی فتوحات کا دائرہ بہت کچھ وسعت پذیر ہو چکا تھا، تاہم مجاہدین کا قدم، حدود عرب، دیار شام اور مصر و ایران سے آگے نہ بڑھ سکا تھا لیکن بنو امیہ کے دور حکومت مین، طرابلس، طنجہ، اندلس، چین، ہند، روم، قسطنطنیہ، عراق، تونس مراکش، خراسان، فارس، توران، طبرستان، جرجان، سجستان، افغانستان، سبھی اسلام کے زیر نگین ہوئے، اور مشرق و مغرب، جنوب و شمال غرض دنیا کے ہر حصے مین اسلام کا پرچم لہرایا،

خلفائے بنو امیہ مین اس حیثیت سے ولید کا زمانہ خصوصیت کے ساتھ ایک یادگار زمانہ خیال کیا جاتا ہے، چنانچہ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء مین لکھتے ہین،

ولکنہ اقام الجہاد فی ایامہ وفتحت فی خلافتہ فتوحات عظیمۃ[۱]۔ — لیکن اُس نے اپنے زمانہ مین جہاد کو قائم کیا، اور اُسکی خلافت مین بڑی بڑی فتوحات حاصل ہوئین،

یہ جنگی طاقت اسی ساز و سامان کے ساتھ ہشام کے زمانے تک قائم رہی، چنانچہ مسعودی نے اُسکے حالات مین لکھا ہے،

واستجاد الکسی والفرش وعدد الحرب ولامتہا واصطنع الرجال وقوے الثغور۔ — اُسنے عمدہ لباس عمدہ فرش، اور عمدہ آلات حرب تیار کرائے، فوجی کام کے لئے سپاہی تیار کئے اور سرحد کو مضبوط کیا[۲]،

باقاعدہ طور پر بحری جنگ کا آغاز بھی بنو امیہ ہی کے زمانے مین ہوا، انھین کے زمانے مین اس نے وسعت حاصل کی، انھین کے زمانے مین سواحل کی قلعہ بندی ہوئی، اور انھین کے زمانے مین جہاز سازی کے کارخانے قائم ہوئے،

[۱] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۲۴، [۲] مروج الذہب مسعودی صفحہ ۲۱،

انتظامات ملکی | لیکن فتح بجائے خود کوئی ایسا قابل فخر کارنامہ نہین ہے، بلکہ فتوحات کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ مفتوحہ ممالک مین کیا کیا انتظامات کئے گئے؟ رعایا کی بہبودی، زراعت کی شادابی، اور رفاہ عام کے متعلق کیا کیا خدمات انجام دی گئین؟ اور ملک کی آبادی، اور ملک کی تمدنی ترقی پر فاتح کا کیا اثر پڑا؟ لیکن بنوامیہ کا دور حکومت اس حیثیت سے بھی ایک مہذب دور حکومت کہا جاسکتا ہے،

زمین کی پیمائش | سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب نے کرائی تھی، اُنکے بعد کسی خلیفہ نے اسکی طرف توجہ نہین کی یزید بن عبد الملک پہلا شخص ہے جس نے اس طرف توجہ کی، اور عمر بن ہبیرہ کو عراق کے بند وبست کے لئے لکھا[1] اگرچہ علامہ یعقوبی کی تصریح کے موافق اس سے خراج مین کوئی تخفیف اور آسانی نہین پیدا ہوئی، تاہم اس سے ملکی انتظامات کی باقاعدگی کا اندازہ ہوسکتا ہے،

زرعی نہرین | حضرت امیر معاویہ نے ذرائع آب پاشی کو نہایت ترقی دی اور اُنکو اسکا خاص اہتمام تھا، چنانچہ خلاصۃ الوفا مین ہے،

کان بالمدینۃ الشریفۃ وما حولہا عیون کثیرۃ وکان لمعاویۃ اہتمام بہذا الباب[2]۔	مدینہ شریف اور اُسکے اطراف مین بہت سی نہرین جاری تھین اور امیر معاویہ کو اسکا خاص اہتمام تھا

حضرت امیر معاویہ رض نے جو نہرین جاری کرائین اُن مین نہر کظامہ، نہر ازرق، اور نہر شہداء وغیرہ کا نام وفاء الوفا اور خلاصۃ الوفا مین مذکور ہے،

حضرت امیر معاویہ نے پہاڑون کی بعض گھاٹیون کے گرد بند بندھوا کر ان کو بھی تالاب کی صورت مین بدل دیا تھا جس مین پانی جمع ہوتا تھا[3] اور ان سے زراعت کی پیداوار کو جو ترقی ہوئی اسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ان نہرون کے ذریعہ سے ڈیڑھ لاکھ وسق خرما اور ایک لاکھ وسق گیہون

[1] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۶۶، [2] خلاصۃ الوفا صفحہ ۲۳۰، [3] وفاء الوفا صفحہ ۳۲۱،

کی پیداوار ہوتی تھی،

پانی پینے کے چشمے | خلفائے بنو امیہ نے زرعی نہرون کے علاوہ اور بہت سے چشمے جاری کرائے، جس سے رعایا کو شور پانی کے بجائے آب شیرین میسر ہوا، سلیمان بن عبد الملک نے مکہ مین آب شیرین کا ایک چشمہ جاری کرایا جسکا پانی سیسے کی نالیون کے ذریعہ سے مسجد حرام تک پہونچتا تھا پھر ایک فوارے کے ذریعہ سے ایک سنگی حوض مین گرتا تھا جو رکن اسود اور زمزم کے درمیان تیار کرایا گیا تھا،

یہ حوض بنو امیہ کے اخیر زمانے تک قائم رہا لیکن جب بنو ہاشم کا دور حکومت آیا تو داؤد بن علی نے اسکو منہدم کرا دیا[1]، ہشام نے بھی مکہ کے راستون مین متعدد حوض و تالاب تیار کرائے تھے لیکن وہ بھی داؤد بن علی کے ہاتھون برباد ہوئے[2]، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے عباسیہ نے کس بیدردی کے ساتھ بنو امیہ کی یادگارون کو مٹایا، مکہ کے بعد پانی کی ضرورت سب سے زیادہ بصرہ والون کو تھی، اور خلفاء بنو امیہ نے نہایت اہتمام کے ساتھ اس ضرورت کو پورا کیا، چنانچہ ایک بار بصرہ کے لوگون نے یزید کے عامل کے پاس آب شیرین کی ضرورت ظاہر کی، تو اسکی اطلاع دینے پر یزید نے اسکو ایک نہر کھدوانے کا حکم دیا اور لکھا کہ "اگر عراق کا کل خراج اُسپر صرف ہو جائے تب بھی خرچ کرنے سے دریغ نہ کیا جائے"، چنانچہ اُس نے ایک نہر کھدائی جسکا نام نہر عمر ہے بنو امیہ کے عمال نے بصرہ مین اور بھی بہ کثرت نہرین کھدائین، جنکے نام فتوح البلدان مین قدم قدم پر ملتے ہین،

راستون کی ہمواری | عرب ایک سنگستانی مقام ہے جہان کے راستے نہایت دشوار گذار ہین، ولید نے رفاہ عام کے جہان بہت سے کام کئے، اُسی سلسلہ مین اُس نے عرب کے تمام راستے

---

[1] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۵۲، [2] مروج الذہب مسعودی صفحہ ۲۱،

ہموار کرا دیئے، اور اُن مین کنوئین کہدوا دئیے[1]،

انطاکیہ اور مصیصہ کے درمیان جو راستہ تھا وہ موذی جانورون کی وجہ سے بالکل غیر مامون تھا، ولید نے اس خطرہ کے انسداد کے لئے چار ہزار بھینسے بھیجے، جن سے درندون کا خطرہ بہت کم ہوگیا، اسی طرح اُس نے اور بھی بعض جنگل کٹوا دئے، جن سے لوگون کو درندون کے حملے سے نجات ملی،

شفاخانہ | رفاہ عام کے کامون مین ولید پہلا فرمان روا ہے جس نے شفاخانے کی بنیاد ڈالی، چنانچہ مورخ یعقوبی لکھتا ہے،

الولید اول من عمل البیمارستان للمرضیٰ[2] — ولید پہلا شخص ہے، جس نے مریضون کے لئے شفاخانہ بنایا،

مہمان خانہ | مسافرون کے لئے سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب نے مہمان خانہ تعمیر کروایا اسکے بعد حضرت عثمان نے اُنکی تقلید کی، خلفاء بنو امیہ مین ولید نے بھی اس سنت راشدہ کو قائم رکھا، اور ایک مہمان خانہ تیار کروایا[3]،

فقرا، بیکس اور اپاہج لوگون کے وظائف | ہمارے مورخین ولید کے جبر و تشدد کے جہان شاکی ہین، اسکے ساتھ وہ اُسکے اس لطف و کرم کا بھی اعتراف کرتے ہین، کہ اُس نے یتیمون اپاہجون اور فقیرون کے لئے وظائف جاری کئے، اور یتیمون کی تعلیم و تربیت کے لئے معلمین کا تقرر کیا، ہر اندھے کے لئے ایک آدمی متعین کیا جو اسکو راستہ دکھاتا تھا ہر اپاہج کو ایک خادم دیا جو اُسکی ضروریات کو پورا کرتا تھا، ولید کے بعد خلفائے بنو امیہ میں یزید بن عبد الملک نے بھی اسکی تقلید کی چنانچہ علامہ ابو الفرج نے اُس کے حال مین لکھا ہے،

فلما ولی الولید اجری علی زمنی اهل الشام — جب ولید خلیفہ ہوا تو اُس نے شام کے اپاہجون اور

[1] ابن اثیر حوادث ۸۸ھ، [2] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۴۸، [3] ،، صفحہ ۳۴۸،

وعمیانهم وکساهم[1]
اندھون کے وظائف مقرر کئے اور انکو کپڑے دے،

عمارات | اسلام مین عمارات کی ابتدا، اور فن تعمیر کی ترقی بنو امیہ کے عہد مین ہوئی، اور امیر معاویہ پہلے شخص ہین جنھون نے شاندار عمارتین بنوائین، چنانچہ تاریخ یعقوبی مین لکھا ہے،

بنیٰ و شید البناء[2]
اُنھون نے عمارتین بنوائین اور شاندار بنوائین،

امیر معاویہ کے بعد ولید بن عبد الملک نے صیغۂ تعمیر کو اس قدر ترقی دی کہ تاریخ اسلام مین اسکا دور حکومت اس حیثیت سے ممتاز خیال کیا جاتا ہے، آداب السلطانیہ مین ہے،

وکان شدید الکلف بالعمارات والابنیة و اتخاذ المصانع والضیاع وکان الناس یلتقون فی زمانہ فیسئل بعضھم بعضا عن الابنیة والعمارات[3]
اسکو عمارات اور قلعہ وغیرہ بنانے کا نہایت ذوق تھا، یہانتک کہ اسکے زمانہ مین جب لوگ باہم ملتے تھے تو صرف عمارات کا تذکرہ کرتے تھے،

ولید نے جو عمارتین تعمیر کروائین اُنمین جامع مسجد دمشق، مسجد نبوی، اور مسجد اقصیٰ تمدن اسلام کے چہرے کا آب و رنگ ہین، عمارات کے علاوہ خلفاء بنو امیہ نے ملک کے اطراف مین نہایت کثرت سے شہر آباد کرائے، حجاج نے کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک شہر بسایا جسکا نام واسط رکھا، سلیمان بن عبد الملک نے رملہ کو آباد کیا اور اُسمین محل، مسجد، کنوئین، اور تالاب تیار کرائے، عقبہ بن نافع نے افریقہ مین قیروان کو آباد کیا، اسکے علاوہ اُنھون نے اور بھی بکثرت شہر آباد کرائے، جنکی تفصیل اس موقع پر نہین کی جاسکتی،

اولیات | بنو امیہ کے ترقی پذیر دور حکومت کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اُنھون نے مختلف قسم کے جدید انتظامات کئے، جنکی تفصیل یہ ہے،

---

[1] مختصر الدول صفحہ ۲۰۳، [2] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۷۶،

[3] آداب السلطانیہ صفحہ ۱۴۱،

ڈاک کا انتظام حضرت امیر معاویہ کے زمانہ سے پہلے ڈاک کا کوئی انتظام نہ تھا جسکی وجہ سے فوجی اور ملکی خبرین سرعت کے ساتھ نہین پہونچ سکتی تھین، حضرت امیر معاویہ نے اس غرض سے مختلف مقامات پر تیز رو گھوڑے مقرر کئے جنکے ذریعہ سے خبر رسانی مین نہایت آسانیان پیدا ہوگئین عربی مین اس صیغہ کا نام برید ہے، اور لغت مین برید کا اطلاق بارہ میل کی مسافت پر ہوتا ہے، علامہ فخری نے لکھا ہے کہ غالباً بارہ میل پر گھوڑے مقرر کئے گئے ہونگے، اسی لئے اس صیغہ کا نام برید کہا گیا،

دیوان الخاتم حضرت امیر معاویہ کے زمانہ سے پہلے خلفا، جو احکام صادر کرتے تھے وہ بالکل بے ضابطہ ہوتے تھے جسکی بنا پر لوگون کو بددیانتی کا موقع مل سکتا تھا، حضرت امیر معاویہ کے زمانے مین بھی کچھ دنون یہی طریقہ جاری رہا، لیکن ایک بار انھون نے ایک شخص کو ایک لاکھ درہم دلوائے اور اسکے لئے زیاد کے نام حکم لکھا وہ فرمان لیکر چلا تو ایک لاکھ کے بجائے دو لاکھ بنا دئے، بعد کو جب زیاد نے حساب پیش کیا تو امیر معاویہ نے اسپر گرفت کی اور ایک لاکھ کی مزید رقم اُس شخص سے واپس لی اس واقعہ کے بعد اُنکو فرامین شاہی کی باضابطگی کی طرف توجہ ہوئی اور اُنھون نے ایک خاص محکمہ قائم کیا، جسکا نام دیوان الخاتم رکھا، اس محکمہ کے قائم ہونے کے بعد جو فرمان صادر ہوتا تھا، اسکی باضابطہ نقل لی جاتی تھی، اسکی نتھی کی جاتی تھی، اور اسپر مہر لگائی جاتی تھی، جس سے کسی کو اس قسم کی بددیانتی کا موقع نہین مل سکتا تھا، یہ صیغہ خلافت عباسیہ کے وسط زمانہ تک قائم رہا، لیکن اسکے بعد توڑ دیا گیا[۱]،

باضابطہ محکمے اسلام مین باضابطہ محکمے بھی حضرت امیر معاویہ ہی کے زمانے مین قائم ہوئے، چنانچہ مورخ یعقوبی نے زیاد کے حال مین لکھا ہے،

زیاد پہلا شخص ہے جس نے محکمے قائم کئے اور کاغذات	وکان اول من دون الدواوین و وضع النسخ

[۱] آداب السلطانیہ صفحہ ۹۷-۹۸،

للكتب وافر دكتاب الرسائل من العرب الموالى المتفصحين وكان زياد يقول ينبغى ان يكون كتاب الخراج من روساء الاعاجم العالمين بامور الخراج ...وكان زياد اول من بسط الارزاق على عماله الف الف درهم[1]

کی نقلین لین، اور سرکاری کاغذات کے لکھنے کیلئے فصیح عرب اور موالی مخصوص کئے زیاد کہا کرتا تھا کہ خراج کے محرر عجم کے روسا مین سے مقرر کرنے چاہئین جو خراج کے معاملات سے واقف ہوتے ہین، اور زیاد پہلا شخص ہے جس نے اپنے عہدہ دارون کی تنخواہین بڑھائین اور اُن کیلئے ایک ایک ہزار درہم مقرر کئے،

ملکی صیغون مین عربی زبان کا رواج

لیکن ان تمام محکمون مین عربی زبان رائج نہ تھی، عبد الملک کا دور حکومت آیا تو اُس نے تمام صیغون کی زبان عربی کر دی[2]، اور یہ پہلا دن تھا کہ عربی زبان کو سرکاری زبان ہونے کا شرف حاصل ہوا،

عبد الملک نے غالباً عراق اور حدود عراق کے محکمون مین یہ اصلاح کی تھی شام کے اطراف مین رومی زبان سرکاری حیثیت سے تمام محکمون مین جاری تھی اور اسمین کسی قسم کا تغیر نہین ہوا تھا، لیکن ولید نے اپنے زمانہ مین اس ناہمواری کو بھی مٹا دیا، اور عیسائیون کو حکم دیا کہ سرکاری کاغذات رومی زبان مین نہ لکھے جائین، عربی زبان مین لکھے جائین[3]،

ٹکسال

عبد الملک کے زمانہ سے پہلے تمام ممالک اسلامیہ مین رومی سکے جاری تھے، عبد الملک پہلا شخص ہے جسکے زمانہ مین ٹکسال قائم کی گئی، اور اُس مین سکے ڈھالے گئے[4]،

ایک صنعتی ایجاد

سلیمان ابن عبد الملک نہایت خوش پوشاک اور جامہ زیب تھا، وہ خود نہایت باریک، نہایت رنگین، اور نہایت منقش کپڑے پہنتا تھا، اور اپنے خاندان، اپنے عمال اور اپنے لازمین تک کو اسی قسم کے کپڑے پہناتا تھا، اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اسکے زمانے مین ان کپڑون کا شوق عام ہو گیا،

[1] یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۸۹، [2] آداب السلطانیہ صفحہ ۱۱۰، [3] مختصر الدول صفحہ ۱۹۵، [4] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۱۸،

اس لئے اُن کی صنعت مین غیر معمولی ترقیان اور ایجادین ہوئین چنانچہ مسعودی لکھتا ہے،

وفی ایامہ عمل الوشی الجید بالیمن والکوفۃ والاسکندریۃ ولبس الناس جمیعًا الوشی جبابا واردیۃ وسراویل وعمائم وقلانس[۱]

اور اسکے زمانے مین یمن، کوفہ، اور اسکندریہ مین نگین اور عمدہ کپڑے بنے گئے، اور لوگون نے ان کپڑونکے جبے، چادرین، پائجامے، عمامے اور ٹوپیان پہنین،

علوم وفنون کی ترویج واشاعت | اسلامی علوم وفنون مین کوئی فن ایسا نہین ہے، جسکی ترتیب وتدوین، تہذیب وپرداخت، اور ترقی واشاعت مین خلفائے بنوامیہ کی کوششون کا حصہ شامل نہ ہو،

قرآن مجید | قرآن مجید جو تمام اسلامی علوم وفنون کا سرچشمہ ہے، وہ اگرچہ خلافت راشدہ کے زمانے تک مرتب ومدون ہوچکا تھا، لیکن اب تک اس مین نقطے اور اعراب نہین لگائے گئے تھے، عرب کے لئے تو اسکی قرأت مین کوئی دقت نہ تھی، لیکن جب عجمی قومین اسلام لائین تو انکو قرآن مجید کی قرأت مین دشواریان پیش آئین، اور عراق مین اسکے متعلق سخت غلطیان پھیل گئین حجاج نے فورًا اسکا تدارک کیا، اور قرآن مجید مین اعراب اور نقطے لگوائے[۲]، اور اسکے متعدد نسخے لکھوا کر تمام ملک مین تقسیم کئے، اگر اُس نے اس طرف توجہ نہ کی ہوتی تو آج قرآن مجید بھی توراۃ وانجیل کی طرح تحریفات کا ایک ناقابل اعتبار مجموعہ ہوتا،

قرآن مجید کے حفظ کرنے کا جو طریقہ ابتدا ہی سے قائم تھا، خلفائے بنوامیہ نے اُسکو بھی نہایت وسعت کے ساتھ قائم رکھا، چنانچہ ولید لوگون کو ہمیشہ حفظ قرآن کی ترغیب دیتا تھا، حفاظ کو نہایت فیاضانہ صلے عطا کرتا تھا، اور جو لوگ قرآن کو حفظ نہین کرتے تھے، اُنکو سزا دیتا تھا،[۳]

تفسیر | بنوامیہ ہی کے زمانے مین یہ فن مدون ہوا، اور انھین کے زمانے مین بڑے بڑے مفسرین پیدا ہوئے، تفسیر کی پہلی کتاب جو ابن جبیر نے لکھی وہ عبدالملک کے حکم سے لکھی گئی،[۴]

---

[۱] مروج الذہب مسعودی صفحہ ۱۶۱، [۲] ابن خلکان تذکرہ حجاج، [۳] عقد الفرید اخبار ولید، [۴] ابن اثیر واقعات ۔۔۔

حدیث | علم حدیث کی تدوین وتالیف کا شرف بھی بنوامیہ کو حاصل ہے، چنانچہ اسکی تفصیل حضرت عمر بن عبد العزیز کے کارنامہاے زندگی مین گذر چکی ہے،

اصول لغت | اصول لغت کی تدوین بھی بنوامیہ کے دور حکومت مین ہوئی، چنانچہ ابو اسود ددلی نے زیاد بن ابیہ سے اصول نحو کے مرتب کرنے کی اجازت چاہی، اُس نے پہلے تو انکار کر دیا لیکن بعد کو اجازت دیدی، ابو الاسود نے نحو کے قواعد وضع کئے، تو اُس سے عتبہ بن مہران المہری نے اسکی تعلیم حاصل کی، اور اس طرح درجہ بدرجہ یہ فن خلیل تک[۱] پہونچا، اور یہ تمام لوگ بنوامیہ ہی کے زمانے مین تھے

تاریخ | فن تاریخ کی تدوین وترتیب بھی بنوامیہ کے دور حکومت مین ہوئی اور سب سے پہلے اُنھین کے زمانے مین تاریخی کتابین تصنیف ہوئین، ایک طرف تو فن سیر ومغازی کے بڑے بڑے علما مثلاً، وہب بن منبہ، محمد بن مسلم الزہری، موسی بن عقبہ، اور عوانہ جو اس فن کے متعلق کتابون کی تدوین و تالیف مین مصروف تھے، اُنہین کے زمانے مین تھے، دوسری طرف خلفائے بنوامیہ کو فن تاریخ کے ساتھ خود نہایت شغف تھا، علامہ مسعودی نے مروج الذہب مین لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ ہمیشہ عشا کے بعد بیٹھکر تاریخی واقعات سنتے جب رات کا ثلث حصہ گذر جاتا تو سو جاتے پھر اُٹھتے اور دوبارہ یہی مشغلہ شروع ہوجاتا، متعدد لڑکے تاریخی کتابین لیکر آتے اور اُنکو پڑھ پڑھ کر سناتے، جب اس پر قناعت نہ ہوئی تو یمن سے ایک عالم کو جسکا نام عبید بن شریہ تھا بلایا اور اُس سے بہت سے تاریخی واقعات سنے، اور ان واقعات کو ایک کتاب کی صورت مین جمع کرنے کا حکم دیا، چنانچہ اُس نے اُن کو ایک کتاب کی صورت مین جمع کیا جسکا نام اخبار الماضیین[۲] ہے۔

ہشام کے شوق وایما سے عربی لٹریچر مین اور بھی متعدد تاریخی تصنیفات کا اضافہ ہوا، چنانچہ جبلہ نے اسکے لئے ایران کی بعض تاریخی کتابونکا ترجمہ فارسی سے عربی مین کیا، ہشام نے اور بھی متعدد

---

[۱] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۸۰، [۲] اصابہ، کشف الظنون وتذکرۃ الحفاظ،

مترجمین کے ذریعہ سے کتاب تاریخ ملوک الفرس کا ترجمہ کرایا جس مین ایرانی سلطنت کے قوانین اور مشاہیر ایران کے حالات تھے[1]،

یونانی علوم وفنون کے تراجم | یونانی علوم وفنون کے ترجمہ کی ابتدا بھی بنو امیہ ہی کے دور حکومت مین ہوئی چنانچہ ابن آثال نے حضرت امیر معاویہ کے لئے یونانی زبان سے طب کی متعدد کتابون کا ترجمہ عربی مین کیا، اور یہ پہلا ترجمہ تھا جو اسلام کے دور حکومت مین کیا گیا،

مروان بن حکم کے زمانے مین ماسرجویہ نے سریانی زبان سے عربی زبان مین ایک اور طبی کتاب کا ترجمہ کیا، یہی کتاب تھی جسکو حضرت عمر بن عبد العزیز نے شام کے کتب خانے مین پایا، اور ممالک محروسہ مین اُسکے مختلف نسخے تقسیم کرائے[2]،

خاندان بنو امیہ مین خالد بن یزید بن معاویہ ایک ایسا شخص پیدا ہوا جسکو بجا طور پر حکیم کا لقب دیا جا سکتا ہے، وہ پہلے خلافت کے دعویدارون مین تھا لیکن جب اسکو ناکامی ہوئی تو اُس نے تاج وتخت کو چھوڑ کر علوم وفنون کی طرف توجہ کی، اور یونان کے جو فلسفی مصر مین رہتے تھے اُنکی ایک جماعت کو بلایا، اور اُن سے طب اور کیمیا کی تعلیم حاصل کی اور اُنکے ذریعہ سے عربی زبان مین متعدد یونانی اور قبطی کتابون کے ترجمے کرائے، خالد نے طب اور کیمیا مین جیسا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے، خود بھی متعدد رسالے لکھے، ہشام کے زمانے مین ایرانی تاریخ کے علاوہ بعض یونانی کتابون کا ترجمہ بھی ہوا، چنانچہ ابو جبلہ نے ارسطو کے اُن خطوط کا ترجمہ کیا جو اُس نے اسکندر کو لکھے تھے،

خلفائے بنو امیہ نے اندلس مین بھی اپنے اولیت کے اس شرف کو قائم رکھا، چنانچہ انہی کے زمانے سے اہل اندلس کو یونانی علوم وفنون کی طرف توجہ ہوئی[3]، اور انہین کے زمانے مین عقلیات کے

---

[1] کتاب التنبیہ والاشراف ۱۰۶، [2] مختصر الدول صفحہ ۱۹۲، اخبار الحکما، تذکرہ ماسرجویہ، [3] طبقات الامم ابن صاعد اندلسی صفحہ ۶۲،

اکابر علما پیدا ہوئے،

اندلس کے اِس جدید علمی دور کا آغاز تیسری صدی کے وسط سے ہوا، اور چوتھی صدی کے وسط تک اُس نے آہستہ آہستہ ترقی کی[1] لیکن اسکے بعد امیر الحکم المستنصر باللہ بن عبد الرحمان الناصر لدین اللہ نے عقلی علوم وفنون کی طرف غیر معمولی توجہ کی، اور مصر و بغداد سے ان علوم کی کتابین منگوا منگوا کر اس کثرت سے جمع کین کہ خلفائے عباسیہ کا دور حکومت اپنے علمی ساز وسامان کے ساتھ لوگون کی نگاہ کے سامنے آگیا، چنانچہ علامہ ابن صاعد اندلسی لکھتے ہین،

واستجلب من بغداد ومصر وغیرهما من دیار المشرق عیون التوالیف الجلیلة والمصنفات الغریبة فی العلوم القدیمة والحدیثة وجمع منها فی بقیة ایام ابیه ثم فی مدة ملکه من بعده ما کاد یضاهی ما جمعته ملوک بنی العباس فی الازمان الطویلة وتهیأ له ذلک لفرط محبته للعلم وبعد همته فی اکتساب الفضائل وسمو نفسه الی التشبه باهل الحکمة من الملوک فکثر تحرک الناس فی زمانه الی قراءة کتب الاوائل وتعلم مذاهبهم۔[2]

اُس نے بغداد، مصر، اور اُنکے علاوہ دیار مشرق سے علوم قدیمہ وجدیدہ کی نہایت عمدہ کتابین منگوائین، اور اُنکو اپنے باپ کی بقیہ زندگی کے زمانے مین پھر اسکے بعد اپنے دور حکومت مین اس طرح جمع کیا جو خلفائے عباسیہ کے اُس علمی سرمایہ کی ہمسری کرنے لگا جو اُنھون نے ایک طویل زمانے مین جمع کیا تھا، اور اُسکی یہ سرگرمی صرف اسلئے تھی کہ اسکو علم سے محبت تھی، کسب کمالات مین نہایت بلند ہمت تھا، اور اُن سلاطین کے مشابہ بننا چاہتا تھا جو بادشاہ ہونے کے ساتھ حکیم بھی تھے، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگون نے اسکے زمانے مین متقدمین کی کتابون کے پڑھنے کی طرف نہایت شدت سے توجہ کی اور اُنکے مذاہب کی تعلیم حاصل کی

[1] طبقات الامم ابن صاعد اندلسی صفحہ ۶۴، [2] طبقات الامم صفحہ ۶۶،

تدبیر و سیاست | خلفائے بنوامیہ کے جبر و استبداد کے متعلق جو واقعات عام طور پر مشہور ہین انکو پڑھ کر عام طور پر یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ انھون نے رعایا کی طرف سے بالکل آنکھین بند کر لی تھین، اور اپنے عیش و عشرت کے سامنے رعایا کی بالکل پروا نہین کرتے تھے، لیکن تاریخ بالکل اسکے خلاف شہادت دیتی ہے، حضرت امیر معاویہ کی نسبت مسعودی مروج الذہب مین لکھتا ہے کہ

وہ دن اور رات مین پانچ مرتبہ دربار کرتے تھے،

ان اوقات مین ایک وقت صرف استغاثہ کے لئے تھا جس کا طریقہ یہ تھا کہ انکا غلام مسجد مین ایک کرسی بچھا دیتا تھا، وہ

کرسی پر بیٹھ جاتے تھے، اور فوجداری کے مقدمات کی سماعت کرتے تھے، ضعیف، بدو، بچے، عورت، اور بیکس لوگ انکے سامنے آتے اور کہتے کہ ہم پر ظلم کیا گیا ہے، وہ فرماتے کہ ان کی مدد کرو، وہ لوگ کہتے کہ ہم ستائے گئے ہین، وہ کہتے کہ اسکے ساتھ تحقیقات کے لئے آدمی بھیجو، وہ لوگ کہتے کہ ہمارے ساتھ بدسلوکی کی گئی ہے، وہ کہتے کہ اس کے معاملے کی تفتیش کرو، یہان تک کہ جب کوئی باقی نہ رہ جاتا، تو تخت پر بیٹھتے اور درباری لوگ حسب مراتب حاضر ہوتے، جب وہ لوگ اطمینان سے بیٹھ جاتے تو وہ کہتے کہ جو لوگ ہم تک پہونچ نہین سکتے انکی ضروریات ہمارے سامنے پیش کرو، اب ایک شخص کھڑے ہو کر کہتا کہ فلان آدمی شہید ہو گیا، وہ کہتے کہ اسکے بچون کا وظیفہ مقرر کرو، دوسرا کہتا کہ فلان شخص بال بچون کو چھوڑ کر کہین نکل گیا، وہ کہتے کہ انکی نگرانی کرو، انکو دو، انکی ضروریات پوری کرو، انکی خدمت کرو، پھر کھانا آتا، اسی حالت مین انکا پیشکار حاضر ہوتا، اور کاغذات پڑھتا، اور وہ احکام صادر کرتے جاتے، یہان تک کہ تمام اہل حاجت کی ضرورت

پوری کردیتے، ×

اسکے بعد مسعودی نے امیر معاویہ کی تدبیر وسیاست کے متعلق متعدد واقعات نقل کئے ہین، اور انکے اخیر مین لکھا ہے کہ

اُنکے اخلاق، اُنکے احسانات، اور اُنکی فیاضیون نے لوگونکو اپنا اسقدر گرویدہ بنالیا × کہ لوگون نے انکو اپنے قرابتدارون پر بھی ترجیح دی[۱]،

امیر معاویہ کے بعد عبد الملک وغیرہ نے بھی اُنہی کے اخلاق وعادات اور اُنہی کے طرز حکومت، کی تقلید کرنی چاہی، مسعودی کے بیان کے موافق اگرچہ یہ لوگ اُنکے درجہ کو نہ پہونچ سکے[۲] تاہم اسقدر مسلم ہے کہ

کان عبد الملک بن مروان شدید الیقظة کثیر التعاهد لولاته[۳] — عبد الملک بن مروان سخت بیدار مغز تھا، اور اپنے عمال کی سخت نگرانی کرتا تھا۔

چنانچہ ایک بار اُسکو معلوم ہوا کہ اُسکے کسی عامل نے کسی کا ہدیہ قبول کیا ہے، تو اُسکو طلب، کرکے بازپرس کی[۴]،

ولید عبد الملک کا بیٹا تھا، اور عبد الملک اپنی اولاد کو ہمیشہ فضل احسان، اور مکارم اخلاق کے اختیار کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا، ایک بار اُس نے اپنے بیٹون کو مخاطب کرکے کہا کہ لڑکو! تمھارا، خاندان ایک معزز خاندان ہے، اُسکے شرف کو مال ودولت صرف کرکے محفوظ رکھو[۵]، اسی تربیت کا نتیجہ تھا جس نے ولید کو اہل شام کی نگاہون مین تمام اموی خلفاء سے زیادہ محبوب بنا دیا تھا، چنانچہ آداب السلطانیہ مین لکھا ہے کہ

کان الولید من افضل خلفائهم سیرة — ولید اخلاقی حیثیت سے اہل شام کے نزدیک تمام

---

[۱] مروج الذهب مسعودی صفحہ ۲۲۴-۲۲۳، [۲] ″ صفحہ ۲۳۱، [۳] ″ صفحہ ۲۲۵، [۴] کتاب البیان والتبیین جلد ۲ صفحہ ۱۸۶، [۵] مروج الذهب صفحہ ۵۳۷، [۶] ″ صفحہ ۶۰۰،

عند اهل الشام، خلفائے بنو امیہ سے اچھا تھا،

اور اس محبوبیت کی وجہ یہ بیان کی ہے، کہ اُس نے جامع دمشق، جامع مدینہ، اور مسجد اقصیٰ کو تعمیر کر دایا، جذامیون کو وظیفہ دیکر بھیک مانگنے سے محفوظ رکھا، ہر اپاہج کے لئے ایک ایک خادم، اور ہر اندہے کے لئے ایک ایک راستہ دکہانے والا مقرر کیا[1] سلیمان بن عبد الملک کے فخر و مزیت کے لئے صرف اسقدر کہنا کافی ہے کہ حضرت **عمر بن عبد العزیز** کے نظام حکومت کی بنیاد اسی کے زمانے مین پڑی لوگون کے اموال جو غصب کر لئے گئے تھے، اُس نے واپس کر دئے، جو لوگ ظلماً گرفتار کر کے قید کر دئے گئے تھے اُنکو رہا کر دیا[2]، نماز کو وقت پر قائم کیا، راگ باجے کی ممانعت کر دی، اور حجاج کے عمال کو یکقلم موقوف کر دیا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو اپنا وزیر مقرر کیا، اور اُنکے تمام نیک مشورے قبول کئے[3]،

دفع مطاعن | خلفائے بنو امیہ کے طرز حکومت اور آئین جہانبانی پر جو اعتراضات ہین، اُنکے اجمالی جواب کے لئے ہم عبد الملک بن مروان کی یہ معذرت کافی سمجھتے ہین،

کہان وہ لوگ جن پر حضرت عمر بن الخطاب حکومت کرتے تھے، اور کہان اس زمانے کے لوگ؟ میرا خیال ہے کہ بادشاہ کی روش رعایا کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے اگر کوئی شخص اس زمانے مین حضرت عمرؓ کی روش اختیار کرے تو لوگونکے گھرونمین لوٹ ڈالدی جائے ڈاکے پڑنے لگین، اور باہم جنگ و جدل ہونے لگے، اسلئے والی کا فرض ہے کہ وہ روش اختیار کرے جو اُسکے زمانے کے لئے موزون ہو[4]،

اس لئے خود اُنکا کوئی تفصیلی جواب دینا نہین چاہتے،

---

[1] آداب السلطانیہ صفحہ ۱۱۴، [2] مختصر الدول صفحہ ۱۹۶، [3] تاریخ الخلفا صفحہ ۲۲۶، [4] طبقات جلد ۵ تذکرہ عبد الملک بن مروان،

خاتمہ

سلطنت بنو امیہ کا زوال

دعوت عباسیہ کی ابتدا حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے مین ہوئی اور اسکے ۳۰ سال کے بعد امویہ حکومت کا خاتمہ ہوگیا، اسلئے قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اس مبارک عہد کے تیس ہی سال بعد زمانہ نے کیونکر خاندان بنو امیہ کا دفتر اُلٹ دیا؟ کیا اسکے اسباب حضرت عمر بن عبد العزیز ہی کے زمانے مین پیدا ہوئے؟ کیا اُنکا عادلانہ نظام سلطنت اس زمانہ کے لئے موزون نہ تھا؟ کیا قدیم جبر و اقتدار کے استیصال نے جو حضرت عمر بن عبد العزیز کا ایک شاندار کارنامہ ہے، نظام حکومت مین ایسا ضعف پیدا کردیا جس سے حریفانہ طاقتون نے فائدہ اُٹھایا؟

اس بنا پر ہم اُنکے سوانح زندگی کے خاتمہ مین سلطنت بنو امیہ کے اسباب زوال پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہین، اوپر گذر چکا ہے کہ عرب مین زمانہ جاہلیت ہی سے اموی اور ہاشمی دو حریفانہ طاقتین قائم تھین اور اسلام کے زمانے تک قائم رہین، لیکن جب تک اہل عرب کی قومی طاقت کا رخ غیر قومون کی طرف رہا ان مین باہم کسی قسم کا تصادم نہین ہوا، لیکن حضرت امیر معاویہ کے زمانے مین یہ دونون طاقتین باہم ٹکرائین، اور یہ پہلا دن تھا جس مین عرب کی خانہ جنگی کی ابتدا ہوئی، جسکا آخری نتیجہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی شہادت کی صورت مین ظاہر ہوا،

اہل عجم جو اپنے فطری خاصہ کی بنا پر ابتدا ہی سے اسلام کے خلاف ریشہ دوانیان کرتے رہتے تھے، اب اُنکی سازشون کے لئے ایک وسیع میدان ہاتھ آیا اور اُنھون نے اہلبیت کی حمایت کے پردے مین اپنے قدیم بغض و حسد کا انتقام لینا چاہا، لیکن عبد الملک اور ولید کے زمانے تک،

یہ مخفی طاقت دبی دبی رہی، لیکن جب یہ پر زور شخصیتین مٹ گئین تو بنو ہاشم اہل عجم کے سہارے پر اُٹھے، اور عراق و خراسان مین جو عجمی طاقت کے مرکز تھے، اپنے نقیب پھیلا دئے، اور سنہ ۱۰۲ سنہ ۱۰۵ سنہ ۱۰۷ سنہ ۱۰۹ سنہ ۱۱۸ مین اپنی گم شدہ طاقت کی واپسی کیلئے خاص طور پر کوششین کین، جو لوگ اس سازش مین مصروف تھے اُنھون نے محمد بن علی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، سنہ ۱۲۶ مین اُنکا انتقال ہوا تو وہ ابراہیم امام کو اپنا جانشین کر گئے، سنہ ۱۲۷ مین ابراہیم امام کو ابو مسلم خراسانی ایک عجیب و غریب شخص ہاتھ آگیا جسکو اس مقصد کی تکمیل کے لئے قدرتی طور پر وہی ذریعہ مل گیا جس سے اس تحریک کا آغاز ہوا تھا، عجمی طاقت کا ظہور جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے عرب کی خانہ جنگی سے ہوا تھا اور ابو مسلم کے زمانے مین اس آگ کے شعلے اور بھی بلند ہو گئے، اور عرب کے مضری اور قحطانی قبائل مین باہم سخت رشک و منافست قائم ہو گئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ نصر بن سیار نے جو قحطانیون کا مخالف تھا اُنکے لئے سرکاری ملازمت کا دروازہ بالکل بند کر دیا، خراسان مین قحطانیون کا سردار جدیع بن علی کرمانی تھا، اُس نے نصر کو سمجھایا کہ اس طرز عمل سے سخت شورش ہو گی اور ان سیاہ پوشون کو (حامیان بنو ہاشم نے سیاہ لباس اختیار کیا تھا اسلئے اُنکو مسودہ کہتے تھے) حملہ کا موقع ملے گا، اس پر نصر نے کرمانی کو قید کر دیا، لیکن کرمانی اپنے ایک عجمی غلام کی حسن تدبیر سے قید خانہ سے نکل بھاگا، اور ربیعہ، اور قبائل یمن کی باہمی حلف و اعانت سے نصر کا مقابلہ کیا اور تقریباً پونے دو برس تک باہم جنگ قائم رہی اس مدت مین فریقین کی قوت مین جس قدر ضعف آتا گیا اُسی قدر ابو مسلم کی طاقت مین اضافہ ہوتا گیا، یہان تک کہ خراسان کے اطراف مین جن لوگون نے اُسکے ہاتھ پر بیعت کی اُنکی تعداد کم از کم دو لاکھ تک پہونچ گئی، اب ابو مسلم نے نصر کی طاقت توڑنے کے لئے کرمانی کو ملا لیا، لیکن جب نصر کو اسکی خبر پہونچی تو اُس نے کرمانی کو لکھا کہ ہم دونون الگ ہو جائین، اور قبیلہ ربیعہ کے کسی شخص کو سردار بنا لین چونکہ کرمانی نے پہلے ہی مصالحت کے لئے یہ تجویز پیش کی تھی اس لئے اس پر راضی ہو گیا، اور رات کو مخفی طور پر ابو مسلم کی فوج سے نکل کر نصر کی طرف روانہ ہوا لیکن نصر نے

اُسکو دھوکے سے قتل کرادیا، اب کرمانی کے لڑکے علی نے ابو مسلم کے دامن مین پناہ لی اور اُسکی اعانت سے باپ کے خون کا انتقام لینا چاہا، ابو مسلم نے قحطبہ کو نصر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور نصر نے مجبوراً اطاعت قبول کرلی، اور قحطبہ نے اسکو امان دیدی، لیکن وہ ایک رات کو مخفی طور پر اسکی فوج سے نکل بھاگا اور ساوہ مین پہونچکر چند روز کے بعد مرگیا، اب نصر اور کرمانی دونون کی فوجین ابو مسلم کے حلقہ اطاعت مین داخل ہوگئین اور ابو مسلم نے تمام خراسان پر قبضہ کرلیا؛ اسکے بعد جو ممالک رہ گئے وہ نہایت آسانی کیساتھ مفتوح ہوگئے، مروان بن محمد نے جو خاندان بنو امیہ کا آخری تاجدار تھا بھاگ کر مصر مین پناہ لینا چاہی لیکن بالآخر مقتول ہوا اور اسی کے ساتھ اس شاندار سلطنت کا خاتمہ ہوگیا،

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا ہوگا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت سے پہلے ہی بنو امیہ کی سلطنت کے زوال کے اسباب پیدا ہوگئے تھے، اور وہ آہستہ آہستہ ترقی کرتے گئے، یہان تک کہ عرب کی خانہ جنگی نے انکو کامل طور پر نشو و نما دیدی، حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت کو ان سے کوئی تعلق نہ تھا

لہ یہ تفصیل الاخبار الطوال سے ماخوذ ہے،